سلسلۂ ادبیاتِ خسروی زیر سرپرستی اعلیحضرت حضور نظام علی مقام خلد اللہ ملکہ

لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب

پس از کاکلم چکید آں شربت نو
کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

مثنوی

شیرین و خسرو

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تنقید و تصحیح مولوی حاجی علی احمد خاں صاحب اسیر مرحوم
قادری نقشبندی بدایونی سابق پروفیسر فارسی
سینٹ جانس کالج آگرہ

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ میں طبع ہوئی ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۷ء

انتساب

یہ سلسلہ بصد فخر و مباہات حسبِ اجازت بندگان

عالی متعالی اعلیٰ حضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس آصف جاہ

مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی، یار وفادار دولت

برطانیہ خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و ادام برہ و احسانہ کے

نامِ نامی و اسمِ سامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

فہرستِ مضامین

متن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رہائیِ اسیر

شیریں و خسرو بلحاظ ترتیب تصنیف خمسۂ خسروی کی دوسری مثنوی ہے جو
مطلع الانوار کے بعد ظلمتِ خیال سے نور ظہور میں آئی۔ لیکن عجیب اتفاق ہے
کہ کلیات خسرو رح کے ذیل میں اس کی طبع و اشاعت خمسہ کی تمام مثنویوں کے آخر میں
ہوتی ہے، حال آں کہ واقعہ یہ ہے کہ جب یہ کام شروع ہوا تو (بماہ اگست ۱۹۱۵ء)
مطبع میں سب سے پہلے جو کتاب چھپنے کے لیے پہونچی وہ یہی شیریں خسرو تھی مسودہ
کے ایک معتدبہ حصہ کی کتابت ہو چکی تھی کہ اسے یہ کہہ کر واپس لے لیا گیا کہ ہنوز
اس کی تصحیح قابل اطمینان طور پر نہیں ہوئی۔

اس کے بعد مسودہ دست بدست تنقید و مقابلہ کے لیے گشت کرتا ہوا
مولوی علی احمد خاں صاحب اسیر قادری نقش بندی بدایونی پروفیسر سنیٹ جانس
کالج آگرہ کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب ممدوح نے صرف ۱۹۱۷ء میں اپنے فرض سے فارغ

ہو گئے۔ چنانچہ مقدمہ اور اس کے مختلف حصص کے ناموں سے جو سنہ ۱۳۳۶ ہجری برآمد ہوتے ہیں اس کا یہی سبب ہے کہ مقدمہ سنہ مذکور (مطابق سنہ ۱۹۱۷ء) میں پورا ہو گیا تھا۔ پھر اس کے نظر ثانی و منظوری کی منازل سے گزرنے میں بھی غیر معمولی تعویق پیش آئی تاہم یہ کام بھی فروری سنہ ۱۹۲۳ء میں ہمہ جہت مکمل ہو گیا یہاں تک کہ موصوف نے متن کتاب کی پوری کتابت بھی اپنے ہی اہتمام سے کرا دی، اور اسی زمانہ میں یہ دونوں چیزیں مطبع میں بھی اس حیثیت سے واپس آگئیں کہ ان کے لیے سوائے چھپ جانے کے کوئی دوسرا مرحلہ باقی نہ رہا تھا پھر بھی ناموافق اسباب پیش آتے رہے اور تین سال یوں ہی گزر گئے۔ ستمبر سنہ ۱۹۲۵ء میں اسے ایسے خوش نویس صاحب کے سپرد کیا گیا جو مطبع کے نہایت وفادار و وضعدار پرانے کارکن تھے۔ وہ بلا مبالغہ مقدمہ کا ایک ہی صفحہ لکھنے پائے تھے کہ ایک حد درجہ مولم و موذی درد میں مبتلا ہوئے اور ہفتہ کے اندر اندر جان شیریں سپرد جاں آفریں کر دی ؎

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ　　　تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

ان حالات میں سوائے اس کے کیا سمجھا جائے کہ قادر مطلق و حاکم برحق کی مشیت ہی دگرگوں تھی کہ باوجود میری کوشش اور بعض محترم بزرگوں کی خواہش اور خود مقدمہ نگار صاحب کی بزرگانہ کاوش کے بارہ (یا کم از کم دس) برس سے پہلے یہ جوئے شیر جاری نہ ہو سکی۔ "عرفت ربی بفسخ العزائم"

مولانا اسیر جب ملتے (اور اُنھوں نے آگرہ اور بدایوں سے علی گڑھ کے لیئے بارہا شدِّ رحال محض اس کتاب کی خاطر کیا) تو موانع کا حال سن کر اکثر یہی فرماتے کہ "ہماری زندگی میں یہ کام تمام ہوتا معلوم نہیں ہوتا" اور شاید خدا کو اپنے اِس نیک بندے کی زبان پوری ہی کرنی تھی کہ تقریباً پوری کتاب اُن کے انتقال کے بعد چند ہفتے کے اندر بلا زحمتِ خاص طبع ہوگئی۔ "ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ"

مولانا اسیر نے گزشتہ موسم میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور ۲۰ر محرم الحرام ۱۳۴۶ھ کو مدینہ منورہ میں بحالت نماز صبح علایق دنیوی سے رہائی پائی

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیرِ عشق یافت
مرگے کہ زندگاں بہ دعا آرزو کنند

جنۃ البقیع میں آسودہ ہوئے۔ وفات سے قبل خود اپنا یہ شعر وردِ زبان تھا

"اُلجھ کر رہ گیا ہوں وادیِ طیبہ کے خاروں میں
مجھے پہونچا دیا اس ضعفِ تن نے منزلِ جاں تک"

انا للہ وانا الیہ راجعون خوب اُلجھے بہت خوب سلجھے بہت ہی خوب پہونچے۔

اندریں حالات اس کتاب کی اشاعت میں کمک (Comic) (طرب بیز) اور ٹریجک (Tragic) (غم انگیز) دونوں پہلو مضمر ہیں۔ خوشی اس کی ہے کہ ایک بہت بڑی کمی پوری ہوئی اور ایک سلسلۂ نامکمل بالآخر

مسلسل ہوا، اور افسوس اس کا ہے کہ وہ شخص نہ رہا جو اس خوشی میں شریک ہونے کا سب سے زیادہ مستحق تھا فجزاہ اللہ خیراً ۔

عید رمضاں آمد و ماہِ رمضاں رفت

صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آں رفت

مرحوم نے پورے مقدمہ کا تاریخی نام "بے بہا ارمغان جاوید" تجویز کیا تھا۔ اس سے اور اس کے تین مختلف حصّوں کے تین مختلف ناموں سے بے کم و کاست ۱۳۳۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ انھوں نے یہ خدمت نہایت محنت و عقیدت سے انجام دی تھی اور اس کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ ہر قسم کے مشوروں کو قبول کرنے میں بے حد ہضمِ نفس کا اظہار کیا تھا۔ خدائے تعالیٰ اس سب کی ان کو جزائے خیر دے۔ آمین!

شیریں خسروِ طبع ہو جانے کے بعد بفضلِ خدا پنج گنج خسروی سے خزاینِ ذوق و طلب معمور ہوئے بلکہ اس کے علاوہ بعض ایسے نایاب جواہر زواہر بھی منظرِ عام پر آئے جن کا پیشتر کسی قیمت پر بھی دستیاب ہونا محال تھا۔ اس لحاظ سے اگرچہ بظاہر اب تک کچھ نہ کچھ ہوا ہے، لیکن درحقیقت ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ اور اب اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دفائن تک بھی دسترس حاصل کی جائے جو حضرت امیر خسرو رح کی مِلکِ خاص ہیں۔ کیوں کہ جیسا کہ علم دوست اصحاب پر مخفی نہیں ہے ان کا حقیقی میدان غزل ہے، اور انھوں نے مثنوی کے لالزار میں اپنی روشِ خاص

سے گویا ہٹ کر قدم رکھا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر خود فرماتے ہیں ؎

"از شیوۂ خود رمیدہ گشتم
تسلیم ہماں جریدہ گشتم"

(مجنوں لیلیٰ)

حضرت امیر خسروؒ کے متعدد ضخیم ضخیم دیوان باقی ہیں جو دراصل جان سخن ہیں۔ ان کے ماسوا کئی اور چیزیں قابل طبع و نشر ہیں۔

مع ہذا جب ہماری نگاہ سرمایہ پر جاتی ہے (جو ایسے تمام کاموں کے لیئے ضروری ہے) تو خالی صفر نظر آتا ہے۔ اور یہ تصور تشنۂ یاس کی جھلک دکھانے لگتا ہے کہ جو کوہ کن پہلے جوئے شیر تک پہونچے تھے وہ ایک ایک کرکے ہم سے رخصت ہو چکے ہیں نواب اسحاق خاں صاحب نہیں رہے جن کا ادبی و شعری ذوق موروثی تھا۔ نواب عماد الملک بہادر بھی اب آکر چل بسے جن کو خصوصاً خسروؒ کے ساتھ ایک فطری مناسبت تھی۔ لیکن پائے ثبات کے لیئے لغزش کی کوئی وجہ نہیں۔ خدا کے فضل و احسان سے جب تک یہ سلسلہ حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ کے دامن دولت سے وابستہ اور سایۂ سرپرستی میں سیراب ہے اس کا منبع فیض اور چشمۂ بقا یقیناً برقرار ہے۔ یہ بھی ایک مبارک فال ہے کہ خسرو فنڈ کمیٹی کے صدر نواب صدر یار جنگ بہادر (صدر الصدور اُمور مذہبی سرکار عالی) تمام مالہٗ و ماعلیہ سے واقف ہیں اور اس مقصد کے لیئے ضرور کسی گنج باد آورد کی فکر کرینگے۔ ادھر مسلم یونیورسٹی

کی زمامِ نظم ونسق ہر ہائی نس مادر بیگم صاحبہ بھوپال (چانسلر) اور نواب
سر محمد مزمل اللہ خاں بہادر کے سی آئی ای، او بی ای (وائس چانسلر)
جیسی دو مسلمہ معارف پرور و علم دوست ہستیوں کے ہاتھوں میں ہے۔ پس اُمید ہے کہ جو
علمی کام مدرسۃ العلوم کے زمانہ میں ناتمام رہا تھا وہ اس کی مادرِ مشفقہ مسلم یونیورسٹی
کے آغوش میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور پایۂ تکمیل کو پہونچیگا۔ واللہ المستعان
علےٰ ما تصفون۔

محمد مقتدی خاں شروانی
طابع وناشر سلسلۂ کلیاتِ خسرو
نائب ناظم خسرو فنڈ کمیٹی

علی گڑھ:
ربیع الاول سنہ ۱۳۴۶ھ
ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

مقدمہ

(حصہ اول) حیاتِ دوامِ خسرو

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی شوخیِ برقِ تجلیٰ دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ کلاماں کن بیانم را

حضرت امیر خسروؒ شرفائے ترک کی معدنِ جواہر کے ایک بے بہا جوہر ہیں۔ آپ کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود ترکوں کے مشہور قبیلہ لاچین کے سردار تھے! اور آپ کے آباؤ اجداد کا وطن ہزارہ تھا۔ لیکن بعض مورخین نے

ترکستان کا شہر کش اور بلخ بھی وطنِ اصلی بیان کیا ہے۔

امیر سیف الدین محمود سلطان شمس الدین التمش کے عہدِ سلطنت میں بطور سیاحت ہندوستان تشریف لائے اور اپنی ذاتی قابلیت اور خاندانی شرافت کی وجہ سے بہت جلد ارکین دربار و اُمرائے ذی وقار میں شامل ہو گئے آپ کا عقد بھی اس عہد کے ایک مشہور عالی خاندان و صاحب نسبت امیر الامرا نواب عماد الملک کی دختر نیک اختر سے ہو گیا۔ خود امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے نانا کے پسندیدہ صفات کا اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امیر خسروؒ خود اپنی تحریر کے موافق بمقام مومن آباد عرف پٹیالی[1] سنہ ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان سے بڑے دو اور بھائی اعز الدین شاہ اور حسام الدین احمدؒ تھے۔

---

[1] پٹیالی فی الحال ضلع ایٹہ (کمشنری آگرہ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ) میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے مگر پہلے یہی ضلع کا صدر مقام تھا۔ دریائے گنگ اس کے دامن میں بہتا تھا اب بہت دور ہو گیا ہے بعض مورخین کی تحقیق کے موافق سلطان بلبن کے عہد میں دوآبہ فتح ہونے کے بعد بغرض حفاظت و قیام حکام پٹیالی میں ایک مستحکم قلعہ تیار کیا گیا تھا امیر خسرو نے خود بھی اس کا ذکر اپنی ایک مثنوی میں کیا ہے۔ جو دیوان تحفۃ الصغر میں شامل ہے۔ اس وقت تک آپ اپنا تخلص سلطانی کرتے تھے اور غالباً زمرۂ سواراں میں ملازم تھے ؎

گرچہ ایں از قضائے یزدانی ست | بپٹیالی چہ جائے سلطانی ست
من کہ از جملۂ سوارانیم | از تہی دستی اشک بارانیم

بعدہٗ سلطان جلال الدین اکبر کے عہد میں پٹیالی مستقل طور پر ضلع یا محل ہو گیا جس کا ذکر آئین اکبری میں حسب ذیل ہے:۔

محل پٹیالی واقع سرکار قنوج صوبہ آگرہ: رقبہ ۳۴۸۶۵ بیگہ ۱۴ بسوہ، جمع سرکاری ۱۸۷۷۶۵۲

آبادی اکثر راجپوت چوہان، فوج یک صد سوار دو ہزار پیادہ۔

آپ کا نام ابوالحسن تھا اور ابتدائی تخلّص سلطانی عرف امیر خسرو تھا اور خسرو ہی آپ کا اخیر تخلّص قرار پایا اور مشہور ہوا حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہیؒ کی درگاہ سے ترک اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا بعض مورخین نے آپ کا لقب یمین الدولہ بھی لکھا ہے۔

چار برس کی عمر تک آپ پٹیالی میں رہے۔ اس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ دہلی آئے۔ آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ والد ماجد کسی لڑائی میں شہید ہوئے اُس وقت بھی آپ کی شاعرانہ مشق سخن اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ اپنے والد کا مرثیہ کہا۔ اس کے بعد آپ کے نانا نواب عماد الملک آپ کے مربی اور سرپرست ہوئے جن کے سایۂ عاطفت میں آپ نے تمام علوم و فنون عقلی و نقلی تحصیل کئے

آپ نے خود اپنی ابتدائی شاعری کی جو کچھ حالت اپنی بعض تصانیف میں رقم فرمائی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے زمانۂ طالب علمی میں بطور خود بڑے بڑے مشاعروں اور علمی معرکوں میں ایسی نغمہ سرائی فرماتے تھے کہ اہلِ سخن حیران ہو جاتے حقیقتاً آپ کی والدہ کا بطن گویا آپ کے لئے منبع شیریں زبانی تھا۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے سلسلۂ سخنوری کے ضمن میں ہم کو اجمالی طور پر یہ بھی ظاہر کرنا ضرور ہے کہ زمانہ نے آپ کے کمالات و حکیمانہ معانی آفرینی و خیالات کی کہاں تک قدر کی اور ایسی طوائف الملوکی کے پرخطر دور میں جس کے انقلاب کی طوفان خیز اور جوش انگیز موجیں آناً فاناً تمام جہان کو منقلب کر رہی تھیں

اور سلاطین کے باہمی اختلاف و ذاتی خصومات کی جاں گزا بادِ سموم کے جھوکے سارے اراکین دربار و امراء و مقربان ذوی الاقتدار و ارباب کمال مشاہیر روزگار کے مناصب جلیلہ و مراتب علیہ کے باغ و بہار کو مٹا رہے تھے، لیکن با ایں ہمہ امیر خسروؒ ہر حکمراں اور ہر بادشاہ کے وقت میں محض اپنی خداداد قابلیت جامعہ اور قابل قدر لیاقت بالغہ سے کس طرح گلدستۂ بزم سلاطین رہے۔ چنانچہ آپ کے کمالاتِ صوری و معنوی کا سکہ سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ سلطنت سے محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت تک مختلف سلاطین عالم و شاہانِ جہاں و امرا کے دور میں جاری رہا اور ان میں سے اکثر شاہانِ وقت کی مصاحبت و ملازمت کا بارِ عظیم بھی بضرورتِ زمانہ آپ نے اپنے دوش پر گوارا فرمایا، مگر کسی بازارِ حکومت میں آپ کی نقد کامل عیار کی کبھی کساد بازاری نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ ہر دور میں شاہانِ نامدار نے اپنا سرمایۂ افتخار سمجھا کہ آپ اپنی تصانیف کاملہ کو ہمارے ناموں سے معنون فرمائیں۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے تصنیفات و تالیفات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اکثر مورخین و ارباب سیر نے اس کے احاطہ کرنے سے اظہار عجز کیا ہے۔ عربی و فارسی ہندی و بھاشا و سنسکرت و پنجابی وغیرہ کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس میں مستقل طور پر آپ کی تصنیفات نظم و نثر کا کامل ذخیرہ نہ ہو۔ ہم بخوف طوالت نہایت اختصار کے ساتھ اس کا ایک شمہ بیان کرتے ہیں۔

آپ کی مستقل کتب کی مجموعی تعداد بعض نے بانوے ۹۲ اور بعض نے ننانوے ۹۹
اور بعض نے ایک سو ننانوے ۱۹۹ تک بیان کی ہے اور بعض محققین کا بیان ہے کہ آپ کے
مختلف اقسام کے اشعار کی تعداد چار لاکھ اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ ہمارے
نزدیک اگر یہ تعداد اس قدر ہو تو کچھ تعجب نہیں اس وجہ سے کہ آپ مادر زاد شاعر تھے۔
تمام عالم کے علوم و فنون کے آپ ماہر اور بالخصوص علوم ادبیہ نظم و نثر کے
تمام اقسام انشا و اصناف سخن پر قادر تھے۔ قصاید، مثنویات، رباعیات، و
قطعات، مسدس و مثمن وغیرہ میں آپ کو جو ید بیضا حاصل تھا وہ آپ کے مصنفات
پر غور کرنے کے بعد ماہ نیم ماہ سے زیادہ روشن و متجلی نظر آتا ہے۔ علم موسیقی کی طرف
جب آپ نے توجہ فرمائی سلسلۂ ایجاد و اختراع کو آپ نے ختم کر دیا آج تک تمام
دنیا کے گویئے آپ کا نام لے کر گانا شروع کرتے ہیں۔ صنایع و بدایع کی امامت کا
ثبوت پر آپنے خوارق عادات سے اعجاز خسروی کی بین شہادت ایسی قایم کر دی
کہ آیندہ کوئی اس کے خلاف پر دوسری برہان نہیں لا سکتا۔ مطائبات و ظرایف و
لطایف، پہیلیاں، کہہ مکرنیاں، انمل، ڈھکوسلے، زمانہ کے تمام خوش کن وسایل و
ذرائع سے تکمیل فن سخن کو اوج کمال پر پہونچا دیا۔ فن معما میں اساتذہ سابقہ سے پیش قدمی
کرنے کی کوشش کی اور متاخرین کی تقلید کی راہ پر گویا ایک چراغ روشن کر دیا۔
متقدمین اہل کمال کا ہم پایہ مسلم الثبوت شاعر شیریں کلام ہونے پر مولانا نظامی
جیسے پیش رو معجز بیان فصیح اللسان قادر الکلام اہل زبان شاعر کے جواہر خمسہ

کے جواب ایسے پنج گنج معانی کو اپنا یادگار بنایا کہ خود اہل زبان شعرا کو اس کی خوبی و سلاست زبان و فصاحت بیان کا اقرار کرنا پڑا اور آپکے تمام اقسام کلام کا آج تک اہل زمانہ کی زبانوں پر اپنی شیرینی و فصاحت کے اثر سے ہر بار اور ہر دور میں قندِ مکرر کی طرح اپنا مذاق قایم رکھنا اُس کے قبولیت کی خاص دلیل ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے محبوبِ حقیقی شیخ المشائخ نظام الدین الاولیا قدس سرہ العزیز کے انتقال کے چھ مہینے بعد درد فراق و سوزِ ہجر سے نہایت بے قراری کی حالت میں بروز چہارشنبہ ۱۷ یا ۱۸ شوال ۷۲۵ھ میں رحلت فرمائی اور آپ اپنی واقعی تمنا و آرزو کے موافق جس کو آپ بطور پیشین گوئی ظاہر کر چکے تھے ؎

کاشکے اینبار من با نام گیرم | زہے بخت ار تہ پائش بمیرم

اپنے شیخ کی پائیں میں حیاتِ جاودانی حاصل کر کے ہمیشہ کے لیئے راحت گزیں ہوئے اور آپکے وصال کی تاریخوں میں جس طرح (طوطیِ شکر مقال) آپکے حسب حال ہے اسی طرح بلبلِ شیریں کلام آپ کی صفاتِ شاعری کا آئینۂ بے مثال جو فقیر کا نتیجۂ فکر ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

۷۲۵ھ ۷۲۵ھ

(تاریخ وصال آں صاحبِ وجد و حال ہمصفیر طائر سدرہ و ہم زبان مرغ طوبیٰ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ)

خسرو ملک سخن سلطانِ دیں	عین عرفاں خضرِ اربابِ یقیں
جانِ محبوبِ الٰہی محو ذات	اہلِ عشق و حسن را آبِ حیات
خسرو و فرہاد و شیریں و شکر	زندہ جاوید از و با کر و فر
مہرِ اجلال و مہِ اوجِ کمال	شمعِ بزمِ قدس فانوسِ خیال
بہرِ تاریخش اسیر از اہلِ ہوش	بلبلِ شیریں کلام آمد بجوش

۷۲۵ھ

(حصۂ دوم) ریاض الابصار

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

> الٰہی رنگ تاثیرے کرامت کن فغانم را
>
> بموج اشک بلبل آب دہ تیغ زبانم را

قبل اس کے کہ اس مثنوی کے مضامین کے متعلق کوئی بحث کی جائے ہم سب سے پہلے اس شاہانہ بزم سخن کے اُن چند صدر آرا اراکین کا مختصر ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے آیندہ بعض ضروری مقاصد میں بھی مدد ملیگی اور ارباب ذوق اس داستان حسن و عشق کی تاریخی اہمیت کے لطف سے بھی بے حد محظوظ ہونگے کہ شعرا کے لیئے یہ کس درجہ دل کش اور روح افزا نظارہ ہے جس میں اُنھوں نے اپنی طبع نازک کی گلکاریوں سے کیسے کیسے گُل کھلائے ہیں، اور خود اس مثنوی کی اجمالی حالت کی مختصر تفصیل کی بھی ضرورت ہے۔

خسرو پرویز[۱] ابن ہرمز سوم فارس کے مشہور بادشاہ نوشیرواں عادل کا پوتا ساسانی شہزادہ شان و شکوہ مال و متاع شجاعت و دلیری، استقلال و عزم میں مشہور

---

[۱] یوروپین مورخین کی تحقیق کے موافق خسرو پرویز نے سنہ ۵۹۱ء سے سنہ ۶۲۵ء تک ملک ایران میں حکومت کی وہ شہنشاہ روم (Mauricus) مارکس کی مدد سے اپنے باپ ہرمز کا تخت لینا چاہتا تھا۔ ظالم سپہ سالار فوکس (Phocas) پر اُس نے فوج کشی کی عراق شام بیت المقدس مصر ایشیائے کوچک غیرہ تمام ملکوں پر قبضہ کیا خسرو نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے (مرزدہ) (Mardaza) کو اپنا تخت نشین کرے مگر اُس کے دوسرے لڑکے (شیرویہ) (Shirvat or Siroes) نے اس ترکیب کو سمجھ لیا اور خسرو کو قتل کر ڈالا۔

دیار و امصار، حسن پرستی و عاشق مزاجی میں سرمست و مخمور، مذہبی تعصبات
میں مستغرق، احکام نجوم کا دلدادہ، ظلم و ستم کا عادی، مذہب زرتشت کا
پیرو، جو ۵۹۱ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ وہی خسرو پرویز ہے جس نے رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ گرامی کے ساتھ گستاخی کی تھی اور اُسی کی سزا میں
آخرکار وہ اپنے لڑکے شیرویہ کے ہاتھ سے ۳۸ سال سلطنت کرنے کے بعد
سنہ ۷ ہجری میں نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا جس کو مولانا نظامی
علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی خسرو شیریں میں بیان کیا ہے۔ مگر امیر خسرو نے غالباً
اس روایت کو قصہ سے غیر متعلق سمجھ کر ترک کر دیا۔ خسرو کے عہد اور افسانہ
کے متعلق چند چیزیں خصوصیت کے ساتھ تاریخوں میں یاد کی جاتی ہیں اُن میں بعض
کا ذکر ہماری مقصود بالذات تاریخی واقعہ سے بھی متعلق ہے جن کی اجمالی
تفصیل یہ ہے۔

پرویز[1] خسرو کا لقب یا عرف ہے جو اُس کے اصلی نام کا گویا جزو ہو کر بولا جاتا
ہے اور اُس کے معنی مختلف (مظفر و منصور و فتحمند و بزرگ منش و ماہی بزرگ) بیان
کیئے گئے ہیں اور اُس کی وجہ تسمیہ کے ساتھ اور معانی کے سوا آخر معنی بھی مناسب
سمجھے جاتے ہیں اگر بقول بعض اُس کو ماہی دوست فرض کر لیا جائے مگر بعض اقوال
کے موافق پرویز غربال شکر کو کہتے ہیں اور وہ بھی چونکہ شکر لب و شیریں دہن

[1] اسی خسرو پرویز کے عہد میں معجزہ شق القمر اور معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ جو اعظم المعجزات ہے ظہور میں آیا۔

وشکر ریز تھا اس لیئے اسی لحاظ سے اُس کا لقب پرویز ہوا اس معنی کو مولانا نظامی نے پسند فرمایا ہی چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ازاں بدنام آں شہزادہ پرویز
کہ بود در سخن گفتن شکر ریز

طاقدیس، مرصع تخت — یہ تخت اُس کو فریدوں سے وراثتاً پہونچا تھا اُس کا طول (۱۷۰) گز جواہر بے بہا سے مرصع علم نجوم کے موافق بارہ برجوں اور ساتوں سیاروں کی نقشوں سے گویا حکمت کے افلاک کا نمونہ۔

گنجہائے خسرو — خصوصیت کے ساتھ آٹھ خزانے بہت زیادہ مشہور ہیں جن کی تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہی اور بعض کا ذکر اس مثنوی میں بھی آیا ہی مثلاً گنج باد آورد وغیرہ۔

شبستان خسروی کے بارہ ۱۲ ہزار محبوبہ وحسینہ پریزاد — اس تعداد سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ کس طرح معشوقوں میں فنا و محو تھا اور ایسا شخص شعرا کے عالم میں کس درجہ مقبول ہو سکتا ہی۔

شبدیز — خسرو کے بے شمار تازی و عراقی و ترکی گھوڑوں میں اس نام کا ایک خاص مُشکی گھوڑا تھا جو تمام عالم کے گھوڑوں میں بے نظیر سمجھا گیا ہی۔ وہ اور گھوڑوں سے چار بالشت زیادہ بلند کہا گیا ہی اور اُس کے اوصاف ہمارے پیش نظر داستان میں جابجا مذکور ہیں۔ مگر امیر خسرو کے خیال کے

مواق شبدیز شیریں کے گھوڑے کا نام ہے۔

شاپور لغات و اصطلاحات کے معانی مختلفہ کے علاوہ ہماری تحریر کے سلسلہ کی ضرورت کے مواق خسرو کی ایک ندیم خاص اور معزز جلیس کا نام ہے جو بالخصوص فن مصوّری میں یکتا و بے مثل خوش گفت تھا اسی نے اپنی سحر بیانی سے شیریں کے صفات حسن و جمال سنا کر اوّل خسرو کو فرہاد کی طرح مجنوں بنایا اور ثانیاً اپنی مصوّری کی جادو نگاری سے خسرو کی مختلف اوقات کی دل فریب اور پسندیدہ تصویروں کے دل چسپ مرقعہ سے شیریں جیسی عذرا شمائل نازک اندام چمن آرا نو بہار حسن کو وامق سے زیادہ اس بلائے عشق کی بدولت صحرا نورد بنا دیا۔ اُس کا شیریں کے باغ میں جانا، ہر مناسب موقع پر جداگانہ خسرو کی ایک تصویر دکھانا، سہیلیوں کی مخالفت، باغبان کی حفاظت، شاپور کی حکیمانہ چالیں، حسن تدبیر سے سب کی تردید، شیریں پر اُس کے سحر حلال کا پورا اثر، آخر میں نمایاں فتح، سارا قصہ گوہر گوش ہوگا۔

باربد خسرو پرویز کے دربار تقرب کا ایک جلیس و ندیم ایک گویّا ہے جس کا اصلی نام اس لقب کے سوا تحقیق نہیں ہوا۔ یہ شخص قصبہ جہرود اضلاع شیراز میں سے ایک مقام کا رہنے والا تھا۔ فنون موسیقی میں یگانہ اور بالخصوص بربط نوازی کا لاجواب اُستاد تھا۔ سرود مسجع کا بھی موجد ہے دربار خسروی میں اس کی باریابی

---

۱ شبدیز کی مثل شیریں کے دوسرے گھوڑے کا نام گلرنگ یا گلگوں ہے جو ہر صفت میں شبدیز کا جواب تھا۔

کے افسانہ کو آیندہ ہم اس مثنوی منظوم نظر سے انتخاب کرکے پیش کرینگے - علم موسیقی میں اس نے گنج مرصّع نام ایک ایسی کتاب لکھی جس سے وہ تمام عالم میں مشہور ہوگیا -

نکیسا | اس کو بعض محققین نے بکاف فارسی بیان کیا ہے یہ بھی خسرو کے مصاحبین و مقربین مجلس نشاط میں سے تھا اور علم موسیقی کا ماہر کامل اس کو ہنگام جشن مکالمہ کے موقع پر باربد کے مقابل شیریں کی طرف سے نغمہ سرا بنایا گیا ہے -

بہرام چوبیں | دراصل ہرمز سوم پدر خسرو پرویز کا جنرل تھا ہرمز کے بعد اس نے بغاوت کی اور خسرو پرویز نے ماریقوس قیصر روم کی معاونت سے اس کا مقابلہ کیا اور وہ چھ ماہ سلطنت کرکے ۵۹۱ء میں مارا گیا - ایسے واقعات کا ذکر مولنا نظامی نے اپنی مثنوی میں تفصیل سے کیا ہے مگر امیر خسرو نے ایسی چند روایات کو ترک فرما دیا ہے یا مختصراً ذکر کردیتے ہیں اس کے چوبیں کہنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بہ اعتبار جسامت کسی قدر لاغر و ضعیف تھا - محقق طوسی علّامہ فردوسی نے بہرام چوبیں کا حال نہایت توضیح کے ساتھ لکھا ہے اور اس کے مختلف واقعات کا ذکر بجائے خود ایک مستقل تاریخی ناول ہے جس کے اعادہ کا یہ محل نہیں ہے -

مریم | انگریزی محققین کے بیان کے مواقف شیریں معشوقۂ فرہاد و محبوبۂ خسرو پرویز

ہی کا اصلی نام مریم یا ایرین تھا یونانی اُس کو رومی بتاتے ہیں۔ اہل مشرق کا قول ہے کہ وہ مارتقوس قیصر روم کی لڑکی ہے جو رومیوں کا بادشاہ تھا اور اُسی کے ساتھ خسرو پرویز کی شادی ہوئی اور یہی معشوقوں کی دنیا میں شیریں کے نام سے مشہور رہوئی اور اسی کے عشق میں فرہاد نے ایک دلالہ پیرزن عورت کے فریب سے جس کا اصلی بانی خسرو پرویز تھا اپنے آپ کو تیشہ سے ہلاک کیا یا پہاڑ سے گر کر خودکشی کی اور اسی کے جذب محبت صادق کی تاثیر سے بقول بعض اُس نے فرہاد کے لاشہ پر اپنے آپ کو خنجر سے قتل کیا۔ اس کا مذہب عیسائی تھا مگر یہ روایت عام فارسی شعرا اور بالخصوص مولٰنا نظامی اور امیر خسرو اور بعض مورخین کے مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مریم قیصر روم کی ضرور لڑکی تھی اور اُس کی شادی بھی خسرو پرویز سے ہوئی اور اُسی کے باپ کی وجہ سے پرویز بہرام پر غالب ہوا مگر یہ واقعات شیریں کے عقد سے قبل کے ہیں اور شیریں اس مریم کے سوا ایک دوسری مہ پارہ خاتون کا نام ہے جس کا مجمل ذکر اول ہو چکا ہے۔ فردوسی طوسی کی روایت کے موافق خسرو پرویز کا لڑکا شیرویہ جس نے آخر میں پرویز کو قتل کرایا اِسی مریم بنت قیصر روم کے بطن سے پیدا ہوا۔ جب تک مریم زندہ رہی ایوانِ خسرو پرویز میں شیریں

لہ یورپی تحقیق کے موافق یہ وہی ماریکس (Maricus) قیصر روم ہے جو ۵۳۹ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۶۰۲ء میں بمقام چل سیڈن (Chalcedon) واقع ایشیائے کوچک اپنے ظالم سپہ سالار فوکس کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ اُس نے شہنشاہ روم ٹائبیرس کی لڑکی قسطنطین سے شادی کی تھی اور وہ ایک قابل اور زبردست حکمراں تھا۔

کی قدر و منزلت کا کچھ اظہار نہ ہوا۔ فردوسی کا قول ہے کہ قیصر روم نے مریم کو مختلف اقسام کے زر و جواہر و کنیزانِ ماہ رو و غلامانِ پری پیکر و افواج بے شمار کے ساتھ اپنے شجاع و جنگ جو بھائی نیاطوس کے ہمراہ خسرو پرویز کی خدمت میں بطور ہدایا بھیج کر نیاطوس سے درخواست کی تھی کہ لضایح مذکور پر عمل رکھے ؎

نیاطوس جنگی برادرش بود　　بدان فوج سالار لشکرش بود

بدو گفت مریم بجوں خویش نست　　بران برنہادم کہ ہم کیش نست

سپردم بہ تو دختر و خواستہ　　سپاہے برین گونہ آراستہ

شیریں ہماری بزم سخن کا دوسرا صدر آرا شیریں ہے جو شہیرا خاتون مہین بانو ملکہ ارمن کی سلطانہ کی پاک دامن و عصمت شعار بھتیجی تھی جس کا پایہ تخت بروع تھا اور وہ اس محبوبہ مہ جبیں گل اندام لڑکی کو چوں کہ شیرخوارگی کے زمانہ سے غلبۂ محبّت اور پیار کے باعث سے لفظ شیریں کے ساتھ پکارتے تھے اس لیئے وہ اس کا نام ہو گیا۔ بعض محققین نے بیان کیا ہے کہ اس زمانہ کی رسم و رواج کے موافق جن چالیس صفات حسن و جمال و اوصاف دل ربائی و کمال کا ہونا معشوقوں میں ضرور تھا شیریں اُن کی جامع تھی اور انھیں اعتبارات سے اُس کا زیور حُسن خداداد ایام طفولیت سے حمائل گردن آفاق بنا اور تمام دُنیا کے عاشق مزاج شاہزادوں اور حسن پرست نوجوان اُمرا کو اُس نے اپنا والہ و فریفتہ بنا رکھا تھا مگر یہ دولت خسرو کی قسمت میں تھی

جو دشوار گزار مصائب و آلام کے جاں گزا و خوں خوار منازلِ عشق طے کر کے اُس کے وصل سے کامیاب ہوا اور قیامت تک کے لیئے شیریں کے عشق و محبت نے اُس کو معنی طراز و نازک خیال شعرا کی بزم سخن کا شمع انجمن بنا دیا۔ اِسی نغمۂ دل کش و ترانہ ہوش رُبا کو نظامی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے مختلف دُھنوں اور انواع و اقسام کی راگنیوں کی پسندیدہ لَے میں اَلاپا ہی جس کے لذات سے اربابِ ذوق جلد لطف اُٹھانے والے ہیں۔ مگر علامہ فردوسی کے قول کے موافق جب کہ خسرو پرویز شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ بغرض شکار صحرا نوردی کر رہا تھا شیریں اُس کی آمد کی خبر سُن کر خود حاضر خدمت ہوئی اور پہلی ہی نگاہ کے ساتھ باہم بنیاد عشق قایم ہو گئی اور خسرو کے حکم کے موافق شیریں کو محل سرائے خسروی کا شمع انجمن بنا دیا گیا۔ اگرچہ تمام بزرگان ایران اور ارا کین دربار نے مخالفت ظاہر کی مگر خسرو نے اُس کو اپنے عقد کے شرف سے محروم نہ رکھا۔ آخرکار آتش رشک و حسد سے مشتعل ہو کر ایک روز شیریں نے مریم کو شربت زہر پلا کر ہمیشہ کے لیئے سرد کر دیا ؎

چو بشنید شیریں کہ آمد سپاہ ... بہ پیش سپہ آں جہاندار شاہ

از ایوان خرم برآمد بنام ... بروز جوانی ہمہ شاد کام

ہمی بود تا خسرو آں جا رسید ... سر شکش ز مژگان برخ بر چکید

چو روے ورا دید بر پاے خاست ... بہ پرویز بنمود بالائے راست

چو آواز در گوش خسرو رسید | نگہ کرد و رخسار شیریں بدید
فرستاد بالائے زرّیں ستام | زر و می چہل خادم نیک نام
کہ او را بمشکوے زرّیں برند | سوئے خانۂ گوہر آگیں برند
ز مریم ہمی بود شیریں بدرد | ہمیشہ ز رشکش دو رخسار زرد
بفر جام شیریں بدو زہر داد | شد آں دختر خوب قیصر نژاد

ارمن | یا ارمینیا کوہ قاف کے جنوبی سمت میں ملک کا ایک حصہ تھا جو جارجیہ وسر کیشیہ کی طرح حسن خیزی میں مشہور ہے۔ شیریں اسی گل زمین کی ایک نہال تھی

شہیرا یا مہیں بانو | وہی ملک ارمن کی حکمران شیریں کی مربیہ و سرپرست پھوپی یا چچی ہے جس کا ذکر اول بھی ہو چکا ہے۔

مداین | انگریزی تحقیق کے موافق زمانہ قدیم میں دریائے دجلہ پر بغداد سے جانب جنوب ایک مشہور مقام خسرو کا پایۂ تخت تھا جس کو فی الحال لٹی نان کہتے ہیں۔ مگر مداین دراصل جمع مدینہ ہے۔ چونکہ ابتداءً اس مقام پر بفاصلہ دور و نزدیک چند شہر آباد تھے جن کی تعداد سات بیان کی گئی ہے اور ہر شہر عراق عرب کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا اس لیئے فی الحال انھیں ویران شہروں میں سے ایک شہر پر لفظ مداین کا اطلاق کیا جاتا ہے جس کا اصلی نام طیسفون تھا اور اس شہر کی عمدہ عمدہ عمارات عالیہ میں سے ایک خاص عمارت طاق کسریٰ تھی جس کو ایوان کسریٰ بھی کہتے ہیں۔ اس محل میں نوشیروان

عادل نے ایک ناقوس کلاں زنجیر میں اس طرح آویزاں کیا تھا کہ اُس کے ذریعہ
سے ہر داد خواہ ضرورت کے وقت دربار کسریٰ میں بلا واسطہ حاضر ہو کر اپنا
عرض حال کر سکے اُس کی تعمیر کے عجائب و غرائب حالات کتب تواریخ میں
مذکور ہیں چنانچہ اس کا طول یک صد و ہشتاد قدم اور ارتفاع ہشتاد قدم بیان کیا
گیا ہے۔ اور ولادت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال و شکوہ اقبال کے
اثر سے یہی محل شق ہو گیا تھا جس کا ذکر صاحب قصیدہ بردہ نے کیا ہے ؎

وبات ایوان کسریٰ وھو منصدع
کشمل اصحاب کسریٰ غیر ملتئم

بعض محققین ارباب سیر کا قول ہے کہ اسی خسرو پرویز کے عہد میں جو ہمارے
بزم سخن کا شمع انجمن ہے وہ محل آسمان پایہ مختلف قسم کے پردہائے مرصع و زر و
جواہر متنوعہ و فروش ابریشمی سے آراستہ تھا۔ چنانچہ اُس کا ایک بساط زریں
وطلاکار ابریشمی جو شصت در شصت دسع مربع اور مختلف الالوان جواہر سے
مُزین تھا زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں حضرت سعد وقاص رضی اللہ
عنہ کی فتح کرنے کے وقت جب دیگر اموال غنایم کے ساتھ مسلمانوں میں باہم
پارہ پارہ ہو کر تقسیم ہوا تو اُس کے ایک بالشت مربع ٹکڑے کی قیمت جو حضرت
مولی علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا آٹھ ہزار درہم یا دینار
با ختلاف روایت بیان کی گئی ہے جس کو آپ نے بعد فروخت مساکین میں تقسیم کر دیا۔

مداین سال چہار دہم ہجری وسال دوم خلافت فاروقی میں فتح ہوا اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ اس کے فاتح و والی قرار پائے آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنا قایم مقام بنایا حضرت سلمان نے وہیں وفات پائی آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ عالم ہے اور حضرت حذیفہ بن الیمان انصاری اور عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی مداین میں ہیں۔

مداین، یہ وہی شہر عبرت انگیز ہے جس کی عمارت کی شکستہ حالی پر حکیم خاقانی سا مستقل مزاج قدیم شاعر کس کس افسوس کے ساتھ آنسو بہاتا ہے ؎

ہاں اے دلِ عبرت بیں از دیدہ نظر کن ہاں	ایوانِ مداین را آئینۂ عبرت داں
یک رہ ز رہِ دجلہ منزل بہ مداین کن	وز دیدہ دوم دجلہ بر خاک مداین راں
کسریٰ و ترنج زر پرویز و بہ زرین	بر باد شدہ یکسر با خاک شدہ یکساں
پرویز بہر خوانے زرّیں ترہ بنہادے	کردے ز بساطِ زر زرّیں ترہ را بستاں
پرویز کنوں گم شد زاں گم شدہ کمتر گو	زرّیں ترہ کو بر خواں رو کم ترکوا برخواں
خونِ دلِ شیریں ست ایں مے کہ دہد رزبن	ز آب و گل پرویز ست ایں خم کہ نہد دہقاں

(آثار عجم مرزا فرصت شیرازی)

جوئے شیر | یہ وہی نہر ہے جس کو فرہاد کوہکن کی عاشقانہ کوشش کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے اور وہ شیریں کے خوش کرنے کی غرض سے کھودی گئی تھی تاکہ وہ بیستون کی چراگاہوں سے مویشی کا تازہ دودھ شیریں تک پہنچ سکے۔ مگر بعض انگریزی

مورخین نے اس کے وجود سے انکار کیا ہے اُن کا قول ہے کہ دراصل یہ پانی کی نہر
تھی ہمارے نزدیک اگر یہ روایت صحیح ہے تو غالباً اُس کے پانی کے صاف و شفاف
ہونے کی وجہ سے اُس کو جوئے شیر سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

کوہکن فرہاد ایک راستباز صادق الوداد عاشق جانباز کا نام ہے جس نے
اپنے سچے جذبۂ عشق کی وجہ سے اپنے نام کو تمام عالم کے مشہور عشاق کے
مجمع میں انتخاب کا شرف حاصل کرکے ارباب سخن کی زبانوں کا ورد بنایا اور اسی
کی بے لوث پاک محبت کی بدولت جس کا سلسلہ شیریں کے ساتھ وابستہ تھا خسرو
کے تاج حکومت پر شہرت کا طرّہ لگا ورنہ وہ اس درجہ اہل کمال کی نمائش گاہوں
کی مجالس کا فانوس خیال بننے کی قابلیت نہ رکھتا تھا جس طرح شیریں عرب کی
مشہور دل ستاں محبوبہ لیلیٰ سے مقدم ہے اسی طرح فرہاد اپنے حریف عشق قیس
سے پیش رو وہ شاپور ندیم خاص خسرو و مشہور حکیم و مصوّر ایرانی کا ہم مکتب و
ہم سبق اور بالخصوص علم ہندسہ و سنگ تراشی میں بے نظیر بیان کیا گیا ہے شاپور
اگر قلم صنعت سے صفحۂ قرطاس کو رشک چمن بنا سکتا تھا تو وہ اپنی سحر کاری و
حکمت آذری سے پتھروں کو گویا حیوان ناطق کا جامہ پہنانے میں کمال رکھتا
تھا۔ باختلاف روایت اُس نے شاپور کے مشورے یا محض عشق ازلی شیریں
کی مجرّد تحریک پر حصول وصل محبوب کا ذریعہ سمجھ کر خسرو کے دھوکہ سے جو بظاہر
اوج وصال کی معراج معلوم ہوتا تھا شیریں پر عاشق ہو جانے کے بعد کوہ بیستون

سے جوئے شیر لانے کی نمایاں کوشش کی کیونکہ جب سے شیریں مداین میں جاگزیں
تھی اس کو شیر تازہ نہ ملنے سے گونہ انتشار رہتا تھا اسی بنا پر ایک ایسی نہر نما
نالی کی ضرورت ہوئی کہ وہ شیریں کے حوض باغ سے باہم شیر و شکر ہو کر
کوہ بیستون کی چراگاہ کی مویشی کے تازہ دودھ سے شیریں کو شیریں کام بنا سکے
شیریں جس سے فطرتاً شوق رکھتی تھی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اور اسی
کوہکنی کی وجہ سے فرہاد نے کوہکن کا لقب حاصل کیا۔

فرہاد کا کوہ بیستون پر شیریں کو اس وقت دیکھ کر از خود رفتہ ہونا کہ جب
شیریں عشق خسرو کے اثر سے بے سروپا مسافرانہ وطن سے دور مداین کی طرف
صحرا نوردی کرتی ہوئی اس پہاڑ پر اتفاق سے گزری تھی یا خسرو سے پوشیدہ
شاپور نے بہ نظر ہمدردی شیریں جب کہ فرہاد کو اس کے پاس اس کی مخلصی اس لیے
پہونچا دیا تھا کہ وہ تازہ دودھ کے بہم پہونچانے میں شیریں کا معین و مددگار ہوگا،
اختلافی مسئلہ ہے مگر بزم تحقیق کے شمع انجمن اول صورت پر روشنی ڈالتے ہیں۔
اکثر اہل تحقیق اس کو چین کے شاہی خاندان سے بیان کرتے ہیں اور ان کا قول
ہے کہ اس نے فن مصوری اور سنگ تراشی کے شوق میں ریاست و امارت کی
کچھ پرواہ نہ کی اور آخر کار اسی خیال میں ہلاک ہو گیا۔

جوئے شیر کی حقیقت سے اگرچہ بعض مورخین نے انکار کیا ہے اور اس کی
نسبت مختلف تاویلیں بیان کی ہیں لیکن فرہاد کی کوہکنی، جوئے شیر کی دقت و پر لطف

روانی، تیشۂ فرہاد کے جوہر، تصویرِ شیریں کی پتھر پر جلوہ آرائی، فرہاد کے لیے اس کا محرّک ہونا، پیرزال کے مکر و فریب سے مرگ شیریں کی خبر سن کر اس عاشق ناکام کا تیشہ مار کر خود کشی کرنا، اس کے غم میں شیریں کی نالہ و زاری۔ یہ سب وسیع میدان شعرا سخن سنج کے وہ دل کش مناظر ہیں جن میں ہر ایک نے اپنی طبع رسا کے جوہر دکھائے ہیں اور بالخصوص امیر خسرو اس کے مرد میدان ہیں ؎

آصفی

کام خسرو از لبِ شیریں شور انگیز یافت   کوہ را فرہاد کند و لعل را پرویز یافت

ثابت

نیست کارے با سرِ دستار عاشق پیشہ را   می زند چوں گل بسر فرہاد زخم تیشہ را

مظہر

دید چوں خوش کاریم در کندنِ جاں کوہکن   از زبانِ تیشہ کرد اقرار استادی مرا

بابا فغانی

ملامت ہیں کہ ہر سنگے کہ جست از تیشۂ فرہاد   ہوا می گیرد و ہم بر سرِ فرہاد می آرد

دیگر

فرہاد رفت و کوہ ملامت بجا گذاشت   کاشے تمام ناشدہ در پیش پا گذاشت

لہ امیر خسرو کی تحقیق کے مطابق فرہاد ناشاد کا اصلی قاتل ایک زنگی سیہ کار تھا جس نے خسرو پرویز کے حکم کے موافق اپنی مکر و فریب سے فرہاد کو یقین کرا دیا تھا کہ شیریں کا انتقال ہو گیا اور اس نے غلبۂ جوش عشق کے اثر سے اپنے آپ کو کوہ بیستوں سے گرا کر ہلاک کیا۔ مولانا نظامی کا قول بھی باعتبار نتیجہ اسی کے قریب ہے۔

نظامی

چو آگه گشت ازاں اندیشہ فرہاد — نہاد آں حکم را بر دیدہ بنیاد
چناں از ہم درید اندام آں بوم — کہ می شد زیر زخمش سنگ چوں موم
ز تیشہ روے خارا می خراشید — چو بید از سنگ حجری می تراشید
چناں ترتیب کرد از سنگ جوے — کہ در درزش نمی گنجید موے

ولہ

مہندس کارے فرہاد مسکیں — نشانِ جوے شیر و قصرِ شیریں
اساسِ بیستون و شکلِ شبدیز — نشانِ قصر و آں جوے دلاویز

ولہ

بہشتی پیکر آمد سوے آں دشت — بگرد جوے شیر و حوض می گشت

ولہ

نخست آزرم کرسی را نگہ داشت — برو تمثالہاے نغز بنگاشت
پس آں گہ از سنانِ تیشۂ تیز — گزارش کرد شکلے شاہ و شبدیز
بہ تیشہ صورتِ شیریں بر آں سنگ — چناں بر زد کہ مانی نقش ارژنگ
شدے نزدیک آں صورت زمانے — وزاں سنگ از گہر جستی نشانے

ولہ

زدی بر پاے آں صورت بسی بوس — بر آوردے ز عشقش نالہ چوں کوس
کہ اے محرابِ چشمِ نقشبنداں — دوا بخشِ درونِ دردمنداں

غالب

کاوکاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

ایضاً

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسد
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ایضاً

عشق و مزدوریِ عشرت گہِ خسرو کیا خوب
ہم کو تسلیم نکونامیِ فرہاد نہیں

ایضاً

دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کے پاؤں
ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پاؤں

ایضاً

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں آخر
ہنوز اس خستہ کے نیروئے تن کی آزمائش ہے

ایضاً

کوہکن گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب
بیستوں آئینۂ خوابِ گرانِ شیریں

ایضاً

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

ایضاً

پیشے میں عیب نہیں رکھیئے نہ فرہاد کو نام
ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا

عرفی شیرازی

بنوش آں مے کہ گر بر صورتِ شیریں برافشانی
بروں آرد ز سنگِ بیستوں سر مست و رقصانش

سائلۂ ایران

نہ چو فرہاد بود کوہ کنی پیشۂ ما — کوہِ ما سینۂ ما ناخنِ ما تیشۂ ما

بیستون | بعض عجمی مورخین کی تحقیق کے موافق وہ ایک پہاڑ ہے کرمان شاہاں سے اٹھارہ میل کوہ طاق بستان سے ملا ہوا۔ اس کی بلندی ایک ہزار پانسو فیٹ اس کے دامن میں ایک چشمہ نہایت صاف جاری ہے جو باہر نکل کر رود خانہ سے مل جاتا ہے، اس پہاڑ کو ایسا ہموار و خوش قطع بیان کیا گیا ہے کہ گویا کسی صناع و چابک دست کے ہاتھ کا تراشا ہوا ہے اسی پہاڑ کے ایک موقع پر ایک خوبصورت رعنا قد نوجوان ساسانی شاہزادی کی تصویر لباس جواہر نگار سے آراستہ شمشیر بلند ہاتھ میں اور تاج مرصع زیب سر اور اس کے مقابل میں ایک محبوبہ حسینہ عورت کی تصویر نظر آتی ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ دونوں تصویریں غالباً خسرو پرویز اور شیریں کی ہیں اور اس کے دوسری سمت میں پرویز کے گھوڑے شبدیز کی تصویر ہے۔

دوسرے موقع پر ایک اور مرقع ہے جس میں اکثر پیادہ و سوار فوجی جماعت کی مٹی ہوئی تصویریں پائی جاتی ہیں اور ان تصویروں پر میخی خط میں کچھ الفاظ

کندہ ہیں جو پڑھے نہیں جاتے۔ مگر بعض نے قطرزس کا نام بعض جگہ پر پڑھا ہے جو اسکندر رومی کے بعد اُس نواح میں حکمراں تھا۔

اِسی پہاڑ کے دامن میں ایک مرتفع اور وسیع حصّہ زمین پر ایک جلسۂ خاص کا مرقع ہے جس میں اکثر اشخاص محبوس و مقید ہیں اکثر کا لباس مختلف و جُداگانہ وضع کا اور بعض سر برہنہ و سراسیمہ حال اور اُن سب کے مقابل ایک بادشاہ تاج برسر و کمان در دست اور کمان پر ٹیک لگائے کھڑا ہے اور بادشاہ کے پیر ایک اوفتادہ شخص کے سینہ پر ہیں جو الحاح و زاری کر رہا ہے۔ بعض سیّاحوں نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ وہ تصویر بادشاہ داریوس اوّل کی ہے جس کو دارائے اوّل کہتے ہیں اور بعض محققین اُس کو کلدانی نسل کا حکمراں کہتے ہیں جو لہراسپ کے ورثہ میں تھا اور اُس نے خود یہ مرقع تیار کرایا تھا۔ بعض مورخین متاخرین کا خیال ہے کہ کوہِ بیستون کی تمام صورت نگاری اسی فرہاد ناشاد کوہکن جاں باز کے خامہ آذری کی سحر کاری کا نمونہ ہے جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن آرا ہے۔ فافہم۔

شکر بکاف فارسی مخفف و مشدّد و محاورات و مصطلحاتِ اہلِ لغت کے موافق مختلف معانی میں مستعمل ہے جس کی تحقیق کا یہ موقع نہیں ہے مگر ہمارے مدِّ نظر افسانے کی اعتبار پر اصفہان کی ایک جہانِ آرا حسینہ و جمیلہ مہروش شاہزادی کا نام ہے جس پر خسرو نے فریفتگی ظاہر کرکے شیریں کی مخلصانہ حقیقت بیں نظر میں اپنے آپ کو بے اعتبار ثابت کیا۔ وہ اپنے محبوبانہ نازو ادا و دل ربایانہ شان و شکوہ میں

اپنے نام کی طرح شیریں کے ہم پایہ بھی اسی لحاظ سے اُس کا ذکر شیریں کے تذکرہ کے ساتھ بہت زیادہ پُر لطف ہی۔ اگرچہ خسرو کچھ زمانہ کے لیئے اُس کی ہمکنار ہی سے شیریں کام ہوا مگر جس طرح خسرو نے رشک وحسد کی وجہ سے ایک سچے اخلاص مند بے گناہ عاشق فرہاد کے خون سے ہمیشہ کے لیئے اپنے نیک نامی کے دفتر کو سیاہ کیا اسی طرح شیریں نے بھی رقیبانہ آتش غیظ وغضب سے مشتعل ہو کر اُس شاخ گل کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دیا۔ مولنا نظامی نے اس روایت کو بہت اختصار سے اور امیر خسرو نے نہایت پر لطف تشریح کے ساتھ بیان کیا ہی۔

مثنوی شیریں و خسرو

جس طرح جواہر خمسہ نظامی کی سلک مسلسل سے یہ مثنوی دوسرا جوہر ہی، اسی طرح پنج گنج خسروی سے اس گنج معانی کو بازار شمار میں دوسرا نمبر حاصل ہی۔ مولنا نظامی نے اس مثنوی کو ۵۷۱ھ میں اہل نظر کے ہاتوں کا دستنبو بنایا اور اُس میں چھ ہزار تین سو چھیاسٹھ اشعار آبدار کی تجلیات سے ہر صفحہ کتاب کو ورق زر سے زیادہ روشن فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

گذشت از پانصد و ہفتاد و یک سال	نزد بر خط خوباں کس چنیں خال
شود پیدا اکنوں گر باز دانی	ترا اعداد ایں در معانی
در غلطاں کہ صحیح از عقد بگسست	شش ہست و شش ہزار و سی صد و شصت

مگر اس وقت مولنا نظامی کی اس مثنوی کے جو دو نسخے ہمارے پیش نظر

ہیں ایک مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ جو دراصل کاتبوں کے قلم نسخ سے اس درجہ مسخ ہو گیا ہے کہ اکثر مقام پر معانی و مطالب کی وقت کے سوا قصہ کا سلسلہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور دوسرا نسخہ قلمی خوش خط عمدہ کاغذ پر قدیم طریقہ کے موافق بہت صاف لکھا ہوا جو نواب صاحب ممدوح کے لطف و عنایت سے امیر خسرو کے شیریں خسرو کے ساتھ ہمارے پاس پہونچا ہے اُن کو جب ہم کوشش کی نظر سے دیکھتے ہیں تو مطبوعہ نسخہ میں اشعار کا شمار (۷۱۰۱) ہے اور دستی لکھے ہوئے نسخہ کی اشعار کی تعداد (۷۱۰۳) نظر آتی ہے دونوں نسخوں میں باہمی تفاوت صرف دو شعر کا ہوتا ہے جو کسی طرح قابل لحاظ نہیں مگر مولانا نظامی کے اشعار کا اگر یہی مطلب ہے جو بظاہر الفاظ سے متبادر ہے تو دُور از عقل اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ مصنف کے خود بیان کیئے ہوئے اشعار سے (۷۳۵) شعر اور بڑھ جاتے ہیں اور اگر لفظ رسی صد، کے لکھے ہوئے املا کے رسم خط کے موافق جیسا کہ دونوں نسخوں میں یاے تحتانی معروف کے ساتھ تحریر ہے رسی صد ہے کے معنی تین ہزار کے لیئے جاتے ہیں تو کل اشعار کی تعداد (۹۰۶۶) ہوتی ہے اور ایسی حالت میں (۹۶۵) اشعار کی کمی ہو گی۔

بہر حال ہم اس وقت اس تحقیقات کو نظر انداز کرتے ہیں کیوں کہ وہ ہمارے اُن فرائض میں داخل نہیں جن کی پابندی ہم پر واجب ہے۔ صرف اس قدر عرض کرنا ضرور ہے کہ اس روانی کے ساتھ بھی مولانا کا پانچواں شعر دراصل

موتیوں کی ایک لڑی ہو اور صبح کا اپنے عقد سے در غلطاں کا جدا کرنا کس قدر بلیغ استعارہ ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنی اس مثنوی کو مطلع الانوار کے بعد ماہ مبارک رجب ۶۹۸ھ ہجری میں بزمِ ارباب کمال کا فانوس خیال بنایا اور شیرین و خسرو کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پس از کلکم چکید آں شربتِ نو — کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

اس مثنوی میں آپ کے فخریہ ارشاد کے مطابق (۴۱۲۴) اشعار کے جواہر درخشاں جلوہ گر ہیں جس کی شہادت حاضر ہے اور اسی سلسلہ میں آپ نے مثنوی کا زمانۂ تصنیف بھی بیان کر دیا ہے ؎

نظامی کابِ حیواں ریخت از حرف — ہمہ عمرش درآں سرمایہ شد صرف

چناں زخمہ دادِ اندیشہ را داد — کہ در سبع شد اوش بست بنیاد

دلم دیر است کیں سودا بسر داشت — کہ گل چینم زباغے کو گزر داشت

ولے ترسیدم از گل خندۂ باغ — کہ دانم رقص کبک از جستن زاغ

تگ تیزی بود یا گاو نیلی را — کشد چوں بوم بلبل را از سیلی

فراغِ دل مرا از صد یکے بود — ہوس بسیار و فرصت اندکے بود

چو بازارِ تمنا گرم تر گشت — دل از اندیشۂ بے آزرم تر گشت

میان رستم و جستم بزاری — زبازوئے توکل دست یاری

بدیں ابجد کہ طفلاں را کند شاد | مثالے جستم از تعلیم اُستاد
گرت شیریں نہ خوانی بار بد ہست | وگر جاں نیست بارے کالبد ہست
گرم فرصت دہد لطف خداوند | کنم حلوائے او را تازہ زیں قند
گشادہ او پنج گنج از گنجۂ خویش | بداں پنج آزمایم پنجۂ خویش
فرو گویم ز شیریں تر زبانے | بعرض داستانے داستانے
کہ تا گوید مرا عقل گرامی | زہے شایستہ فرزند نظامی
نخست از پردۂ ایں صبح سوزم | نمود از مطلع الانوار نورم
پس از کلکم چکید آں شربت نو | کہ نامش کردہ شد شیریں و خسرو
بقا را گر الٰہی ناید خزینہ | سہ گنج دیگر افشانم ز سینہ
در آغاز رجب شد فتح ایں فال | ز ہجرت شش صد و ہشت و نود سال ۶۹۸
وگر پرسی کہ بیتش را عدد چیست | چہار الف و چہار است و صد و بیست ۴۱۲۴

اگرچہ بعض ارباب سیر کے خیال کے موافق امیر خسرو کی یہ مثنوی نایاب ہوگئی اور اس کس مپرسی کے عالم میں کہ زمانہ نے ارباب کمال کو مٹا دیا اور وہ اُن کے آثار اور یادگاروں کو فنا کر رہا ہے اُس کے شوق میں مشتاقوں کی نگاہیں رُبع مسکوں کے چاروں سمت کا دورہ کر رہی ہیں مگر پھر بھی ادیب لبیب شفار الملک سخن جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ناظم کالج علی گڑھ دام فیضہٗ کی علم دوستی و ہنر پروری ہے جن کو حقیقتاً امیر خسرو کی حیات جاودانی

کے لیئے عالم سخن کا خضر طریق سمجھنا چاہیئے اس وقت میں چار نسخے ہماری
آنکھوں کو روشن کر رہے ہیں۔ اُن میں ایک نسخہ پانچوں خزانوں کا مجموعہ جو
واقعی دولت خانہ انعامات اسحاقی کا پنج گنج ہی اور سنہ ۹۸۴ھ کا لکھا ہوا قدیم شاہانہ
طرز کا مطلّا و مذہب ہی اور دوسرا دار الحبیب حبیب گنج کا شروانی جوہر فرد
اور تیسرا نسخہ علمی خزانہ آصفیہ کا دُرِ بے بہا جو اوّل سے آخر تک دوسرے
نسخہ کی مثل ہی۔ اس کے علاوہ ایک اور مسودہ تھا پہلے اور دوسرے اور
تیسرے نسخہ دشفاء نے اگرچہ غلطی اور تحریف کے اکثر امراض مزمنہ و اسقام کہنہ
کے دُور کرنے میں باوصف اپنی بے حد پیچیدہ نقایص کے ایک طبیب حاذق
کا کام دیا ہی مگر پھر بھی اکثر شکایتیں باقی ہیں۔ اشعار کی تعداد کی صحت کی غرض
سے ہم نے اپنی کوشش کے سوا اور بعض احباب سے بھی مدد لی مگر پھر بھی پہلے
اور چوتھے نسخوں کے اشعار کے نجوم باہم موافقت کے ساتھ (۳۹۴۵)
اور تیسرے اور دوسرے نسخہ کے ابیات کے انجم (۴۱۰۹) جلوہ افروز
ہوئے مگر ہم نے خود جو نسخہ کمال عرق ریزی سے صحت کے ساتھ مرتب کیا
ہی اس میں کل اشعار کا شمار حقیقتاً ۴۱۲۰ ہی۔ بہر حال پھر بھی اہل زمانہ کی دہبری
کی دست برد اور اصحاب علم کی بے توجہی کے صدمات سے چار شعروں کی
کمی ہو گئی اور اس نقصان مایہ کا صدمہ اُس مرصّع کار تاجر سے دریافت کرنا چاہیئے
جس نے ایک ایک جواہر گراں قدر کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا ہو ؎

خراب آں کو زچندیں بیت معمور کند بیتے زجائے خویشتن دور

ہم کو اس مثنوی کی صحت و تکمیل میں سب سے زیادہ دشواری اس وجہ سے واقع ہوئی
کہ جو دو نسخے مستقل دیئیے گئے اُن میں نسخہ جہاں گیری سے جو نسخہ نقل کیا گیا تھا
اُس میں اشعار کی بہت کمی تھی اور جا بجا کثرت سے الفاظ غلط تھے دوسرا
نسخہ حبیب اگرچہ اشعار کی کمی کا نقصان کم رکھتا تھا لیکن اُس کے صفحات کے ہندسے
غلط اور اوراق کی جزبندی کے غلط ہونے کے ساتھ اُس کا رسم خط سراسر
غلط پایا گیا مگر بہر حال امکانی کوشش کر کے مذکورہ نقص دور کیا گیا ہے۔ اور تیسرا
حیدرآبادی نسخہ بعینہٖ نسخہ حبیب کی مثل تھا۔

امیر خسرو کے اس مجموعہ پنج گنج فصاحت کے اشعار کی کمی کی خاص وجہ بظاہر
یہی معلوم ہوتی ہے کہ مولانا نظامی نے نفس قصّہ شیریں و خسرو کے علاوہ اُس کے
متعلق اکثر تاریخی واقعات ایسے نظم کر دیئیے ہیں جو غالباً امیر خسرو کی نظر غائر میں
قصّہ کی نسبت سے نہ ضروری نہ سمجھے گئے ہونگے اور اس روش پسندیدہ کو
آپ نے اپنے پنج گنج میں خصوصیت کے ساتھ مدِّ نظر رکھا ہے کیونکہ عادتاً آپ ہر داستان
اور ہر واقعہ کی تحقیق و تنقیح میں اُس کی اِغلاقات اور پیچیدگیوں کے صاف
کرنے کی بے حد کوشش کرتے ہیں چنانچہ اس امر خاص کے متعلق اسی مثنوی
شیریں و خسرو میں فرماتے ہیں ؎

ورق در پیچم از بسیار گفتن کہ دُر سفتن بہ از بسیار گفتن

نہ خواہم دل کہ بیش اندیش باشد — کہ در بیشی خصومت بیش باشد
چو بازاں شو بہ کم گوئی فسانہ — مگو بسیار چوں گنجشک خانہ
نظامی چوں سخن ناگفتہ نگزاشت — زخوبی گوہری ناسفتہ نگزاشت
دراں گنجے کہ بست از گنجہ بنیاد — دگر گوں کرد گنجور در گر باد
من از رُوے چیدہ ام پیرائہ چند — دریں گنجینہ خواہم کرد نقش بند

اس مثنوی کے صفات شاعرانہ و خصوصیات سخنورانہ کی نسبت متقدمین و متاخرین نقادانِ فن کی جو رائے ہے اُس کا خلاصہ امام المورخین صاحب منتخب التواریخ کا یہ قول ہے جو فی الحقیقت قابل قدر ہے جو آپ نے ابوالفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کی تعریف میں فرمایا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ ایسی مثنوی اس تین سو سال کی مدت میں امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیریں و خسرو کے بعد ہندوستان میں شاید ہی کسی نے تصنیف کی ہو۔ ہمارے نزدیک یہ تحریر امیر خسرو کی مثنوی کی مدح کا پورا مرقع ہے جس کے ضمن میں نلدمن کی ثنا بھی پائی جاتی ہے۔

بعض شاعرانہ خصوصیات و اقسام مثنوی کے ساتھ اُس کی معنوی اہمیت

اگرچہ نظم سخن کے اقسام معنوی بے شمار ہیں لیکن اس جگہ صرف اُن خاص خاص قسموں کا ذکر کیا جائیگا جن پر شعرا کے کلام کا کمال منحصر ہے۔

کلام رزمیہ، بزم آرائی، تذکرۂ حسن و عشق، فلسفیانہ شاعری، اخلاقی نظم، جذبات انسانی کا اظہار، مناظر قدرت کا نظارہ، سوز و گداز کا التزام، متکلمانہ استدلالات، صوفیانہ رنگ، درد و غم رنج و الم، عاشقانہ مناجات اور ہر قسم کی شاعری کے لیئے جن جن خصوصیات کی ضرورت ہے وہ اجمالاً حسب ذیل ہیں اور اُن کا ذکر مقامات مختلفہ پر جداگانہ طور پر بھی کیا گیا ہے۔

جامعیت، ایجاد و اختراع استعارات و تشبیہات، صنائع و بدائع، واقعہ نویسی، قوت تخئیل، سلاست و قوت کلام، فصاحت و بلاغت، جدت اسلوب

اب ہم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ مثنوی تمام اقسام شاعری و محاسن نظم کی جامع ہے۔

کلام رزمیہ میدان جنگ کا خاکہ اور معرکۂ حرب کی تصویر۔ فردوسی اس فن کا مرد میدان ہے اور نظامی نے اپنی نئی نئی شگوفہ کاریوں سے اُس کو چمن ہمیشہ بہار بنا دیا۔ امیر خسرو اُس کے گلچیں ہیں اور بہار آرا۔ دیکھو داستان جنگ خسرو و بہرام چوبیں۔

بزم آرائی سامان نغمہ و سرود کا مرقعہ اور رباب و جام کے دور کا نقشہ۔ نظامی خاص طور پر اُس کے صدر آرا سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو نے اُس کو ہفت کرکے اہل نظر کو ششدر بنا دیا ہے۔ دیکھو داستان بہانۂ مشعر خسرو و شیریں کی بزم آرائی۔

تذکرۂ حسن و عشق | ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی اساس اسی مضمون کے ساتھ وابستہ ہے اور تمام شعرا اسی وادی کے قافلہ سالار ہونے کے ساعی رہے ہیں۔ امیر خسرو خصوصیت کے ساتھ اس میدان کے خضر طریق ہیں۔ کل مثنوی اس نقد گراں مایہ کا گنجینہ ہے۔

فلسفیانہ شاعری | حکیم ناصر خسرو و سنائی میں سے اس طرز خاص کا ہر ایک امام ہے اور مولٰنا نظامی نے اس فن خاص میں بہت ترقی کی اور بحری سکندر نامہ میں اس کے اکثر پیچیدہ مسائل کو نہایت خوبی سے حل کیا مگر امیر خسرو بھی جابجا مراحل مختلفہ میں اُن کے ہمقدم ہیں۔ ملاحظہ ہو مکالمہ و مناظرہ خسرو و حکیم بزرگ امید۔ قابل دید۔

اخلاقی نظم | متأخرین نے اس قسم کو اپنا مطمح نظر بنا کر اس میں بہت ترقی کی لیکن یہ سب متقدمین کی تقلید کا اثر ہے اس وجہ سے کہ نظامی اُس کے کامل الفن اُستاد مانے گئے ہیں بعدہ امیر خسرو کے جدّت پسند طبیعت نے اپنی نئی نئی گل کاریوں سے اُس کی پامال سرزمین کو گلزمین بنا دیا ہے۔ اکثر داستانہائے حسن و عشق کے ضمن میں جب وہ متکلمانہ اور حکیمانہ نتائج بیان کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فصیح و بلیغ متکلّم و عالم دنیا کی بے ثباتی، عالم کے انقلابات طرز معاشرت کے آداب، درستی اخلاق وغیرہ وغیرہ مسایل اخلاقی پر تقریر کر رہا ہے۔

جذبات انسانی کا اظہار

فردوسی اُس کا حاکم ہے اور نظامی اُس کے زیور کے مرصّع کار جوہری اور خسرو اس متاع سنجیدہ کے گراں بہا بنانے والے قدر افزا سوداگر۔

مثلاً شیریں جب خسرو کو دروازہ قصر پر چھوڑ کر بام ایوان پر چلی جاتی ہے اور خسرو پرویز پر رسائی کا دروازہ بند ہے اُس وقت خسرو پرویز باوصف عشق کی ازخود رفتگی کے اپنے حفظ مراتب کے ساتھ جس جس طرح سے اپنے جذبات کو ظاہر کر رہا ہے یا شیریں اُس کے جواب میں اپنی شانِ محبوبی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جس جس ادا سے اپنے دلی خیالات کو ظاہر کر رہی ہے اور وہ بھی مولنا نظامی کے مقابل یہ سب امیر خسرو ہی کا کمال شاعری ہے۔

مناظرِ قدرت

شاعری کے مختلف مناظر میں یہ ایک خاص دل کش اور پُرفضا منظر ہے اس پر شعرا نے طرح طرح سے موشگافیاں کی ہیں اس کے موضوعات خاصہ میں سے باغ و بہار آفتاب و ماہتاب کا طلوع و غروب، صبح و شام کا جلوہ بعض قدرتی اشیا کا بیان وغیرہ ہیں۔ اس میں نظامی نے جس قدر جدتیں کیں تھیں امیر خسرو نے اُس کی تکمیل کر دی۔ دیکھو مختلف مقامات پر مختلف داستانوں میں مہر و ماہ کا طلوع و غروب اور صبح شام کے جلوے۔

سوز و گداز

ہر شاعری کا لطف اسی پر موقوف ہے۔ جب تک کلام میں سوز و گداز

نہ ہو وہ کچھ وقعت نہیں رکھتا نظامی نے اگرچہ اس مضمون کو عروج کمال پر پہونچا دیا تھا مگر امیر خسرو نے اپنے دم مسیحائی سے دبی ہوئی آتش مردہ کو از سرِ نو بھڑکا دیا۔

مثلاً داستان نمبر ۴۴ میں شیریں اپنا سوز و گداز ظاہر کرتی ہے جس سے ارباب سماع کے کانوں کے پردے جل اٹھتے ہیں۔ گرم آنسو مژگاں کو جلائے دیتے ہیں یا مثلاً داستان نمبر ۳۲ میں فرہاد کا سوز و گداز وغیرہ۔

متکلمانہ استدلالات

شعرا کا کمال سخن متکلمانہ شاعری پر غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ مولٰنا روم علیہ الرحمۃ امام المتکلمین سمجھے گئے ہیں۔ امیر خسرو بھی کسی طرح ان سے عموماً پیچھے نہیں ہیں۔ کوئی داستان نہیں جو اس کمال سے خالی ہو۔ خصوصاً ابتدائی داستان میں حمد و نعت قابل دید ہیں۔

صوفیانہ رنگ

حقیقتاً شاہد سخن کے عارض گل رنگ کا غازہ بھی صفت ہے متقدمین شعرا میں اس کا خیال پیدا ہو گیا تھا اور مولٰنا نظامی نے خصوصیت کے ساتھ اس رنگ کو بہت شوخ کر دیا۔ لیکن امیر خسرو نے اس کی رنگینی کو ایسا چمکا دیا کہ اہل نظر کی مشتاق نگاہیں اس کی منتظر رہتی ہیں۔ بالخصوص داستان نمبر ۴ و ۵ ہمارے اس دعوے کے شاہد ہیں۔

درد و غم رنج و الم

شاعری کا دوسرا رخ یہی مضمون ہے جس سے شاعر کی جامعیت کا اندازہ ہو سکتا ہے امیر خسرو ہر قسم کی تصویر کھینچنے میں بے مثل مصوّر ہیں۔ دیکھو

باہمی مراسلت کی داستانوں میں شیریں وخسرو کی اندوہگیں حالت۔

عاشقانہ دعا ومناجات

مولانا نظامی نے اس خاص گلزمین میں ایسے نونہال لگائے تھے کہ اُس کے مقابل دوسروں کی چمن آرائی دشوار معلوم ہوتی تھی امیر خسرو نے اُس کو اپنا گلگشت بنا کر ثابت کر دیا کہ وہ کسی کی خاص جاگیر نہیں ہے۔

مثنوی کے بعض اقسام شاعری کی ذکر کرنے کے بعد ضرور ہے کہ اجمالاً اُس کی بعض خوبیوں کو بھی بیان کر دیا جائے۔

جامعیت

متکلّم اور کلام دونوں کی صفات میں اس خاص وصف کو شمار کیا جاتا ہے چنانچہ مختلف علوم وفنون واکثر السنۂ متنوّعہ کے واقف وماہر کو عالم وادیب جامع کہتے ہیں اور امیر خسرو اس خلعتِ فاخرہ کے شرف سے بھی ممتاز ہیں جس کی تفصیل ہو چکی ہے۔ اور جس کلام میں تمام خوبیاں اور اقسام محاسن نظم پائے جائیں وہ کلام جامع ہے جس کی بے مثل مثال موجودہ مثنوی ہے، اور بیان صدر وذیل اس دعوے کے اثبات صدق پر قطعی برہان۔

اختراع استعارات وایجاد تشبیہات

سب سے پہلے شعرا میں مولانا نظامی نے اس کی ترقی کے میدان میں قدم رکھا اور امیر خسرو نے اُس کی کمی پورا کر کے تکمیل کر دی اس مضمون کو مواقع مختلفہ پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

صنائع و بدائع | ہر کلام نظم و نثر کی علم معانی و بیان کے اعتبار سے اصلی وقعت اس مضمون کی پابندی پر موقوف ہے مگر امیر خسرو اس فن کے متفق علیہ امام الائمہ ہیں اور اعجاز خسروی آپ کے اعجاز سخن پر گویا ایک روشن دلیل ہے اس کے علاوہ موجودہ مثنوی کو بھی اس گنج معنوی سے جس قدر سرمایہ حاصل ہے من وجہ اُس کا تذکرہ ہو چکا اور آئندہ ہوگا۔

واقعہ نویسی | عشق و محبت اور وصل و فراق کی دُنیا میں جو واقعات و معاملات واقع ہوتے ہیں اُن کی واقفیت کے ظاہر کرنے کو واقعہ نویسی یا معاملہ نویسی کہتے ہیں اور کسی خاص طرز ادا سے اُس کا بیان کرنا واقعہ نویسی کا کمال ہے۔

حضرت آزاد بلگرامی کے قول کے موافق امیر خسرو اس کے موجد اور پورا کرنے والے ہیں۔ اور بالخصوص مثنوی کی نظم اس متاع گراں بہا کے لیے گویا بازار مصر ہے شیریں و خسرو کی باہم مراسلت کے متعلق تمام داستانیں اور بار بد و نکیسا کی زبان سے دونوں کی واقعات مختلفہ کا بیان قابل لحاظ ہے۔

قوتِ تخئیل | ہر قسم کی شاعری کی رنگینی مضامین کی موشگافی جدت طرازی کی خوبی استعارات و تشبیہات کی نزاکت وغیرہ شاعر کی اسی قوت پر منحصر ہے۔ مولانا نظامی نے قوت تخئیل سے جس قدر کام لیا تھا وہ گویا اُن کا حصہ معلوم ہوتا تھا لیکن امیر خسرو نے اپنی قوتِ تخئیل کے اظہار کمال سے ثابت کر دیا کہ دراصل

یہ وہی دولت ہے مبدءِ فیاض کے غیبی خزانے سے جس قدر حصہ جس کو مل جائے وہ اُس کا گنجور سمجھا جاتا ہے۔ تمام مثنوی اس نوائے دل کش کا پردۂ راز ہے۔

سلاست و قوتِ کلام | کسی سادہ اور سلیس مضمون کو چسپت بندش اور پرشکوہ الفاظ میں ایسی شان و شوکت کے ساتھ بیان کرنا کہ مضمون میں علو پیدا ہو جائے اور سننے والوں کے دلوں پر اُس کا ایک خاص اثر پیدا ہو۔ نظامی نے اِس امر میں جس قدر ترقی کی وہ اُن کے اکثر کلام سے ظاہر ہے۔ مگر امیر خسرو نے با وصف تقلید اُس کو بجائے خود اپنا خاصہ طبعی بنا دیا۔
مثلاً شیریں و خسرو کے باہمی نامہ و پیام میں خودداری و شان و شکوہ کا دونوں کی زبان سے اظہار وغیرہ۔

فصاحت و بلاغت | ہر نظم کا واقعی زیور یہی خاص صفت ہے۔ ہر دور کے شعرا نے پوری قوت کے ساتھ اس میں اپنا کمال دکھایا ہے لیکن امیر خسرو اس بزم میں صدر آرا سمجھے جاتے ہیں۔ مختلف مقاموں پر آپ کے اس وصف خاص کو دکھایا گیا ہے۔

جدتِ اسلوب | و اختراع و ایجادِ استعارات و تشبیہات میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ غزل کی شاعری کے ساتھ متقدمین نے اس صفت کو وابستہ

کر دیا تھا مگر امیر خسرو نے اُس کو دربارِ عام میں قبولِ عام کے زیور سے مرصع کرکے مردم دیدۂ عوام و خواص بنا دیا۔ تمام مثنوی اُس کی تجلّیات سے متجلّی ہے اکثر داستانوں میں اُس کی تمام عالم افروز شعاعیں جلوہ آرا نظر آتی ہیں۔ دیکھیے داستان نمبر ۱۳ میں شیریں کی بعض صفات ناوک زنی و تیر اندازی وغیرہ کا ذکر یا داستان نمبر ۲۱ کی تمہید میں سوادِ شب کی حجلہ آرائی یا داستان نمبر ۲۲ میں شکر کا تذکرہ۔

مثنوی کے بعض صنائع و بدائع

اگرچہ اس مضمون کو جداگانہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی، اس وجہ سے کہ تمام اربابِ فن جانتے ہیں کہ امیر خسرو اس علم کے امام و مجتہد وقت ہیں اور آپ کی کتاب اعجازِ خسروی اس دعوے کی شاہد عادل ہے اور بالخصوص بعض صنائع کا ذکر بھی بعض اشعار کے ساتھ کر دیا گیا ہے مگر مختصراً ایک جگہ پر اُس کا تحریر کر دینا اس غرض سے مناسب سمجھا جاتا ہے کہ مثنوی کے پڑھنے سے قبل اہلِ نظر خیال کر سکیں کہ ہر اعتبار سے یہ مثنوی کس قدر وقعت رکھتی ہے۔

استعارہ

کسی چیز کو بطورِ عاریت مانگنا اور اہلِ معنی کی اصطلاح میں وہ مجاز کی ایک خاص قسم ہے کیونکہ جب کسی لفظ کو کسی جگہ اُس کے اصلی معنی سے نقل کرکے عاریتاً کسی دوسرے معنی میں بعلاقہ تشبیہ استعمال کیا جائے تو یہی دراصل مطلقاً استعارہ ہے۔ مثلاً نرگس و سنبل مستعار منہ کو بجائے چشم و زلف

یا ذکر یا اور مستعار لہ کا ذکر نہ ہو اور اس کے اقسام مختلف ہیں۔

استعارہ بالکنایہ — مستعار لہ کو ذہن میں کوئی شے فرض کر کے صرف اُس کے
استعارہ تخییلیہ
استعارہ ترشیحیہ — لوازم کا ذکر تخئیل اور مناسبات کا ذکر ترشیح ہے اس صنعت خاص
میں امیر خسرو نے جس قدر ابداع و اختراع سے کام لیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے اور
آپ کی نظم میں جس جگہ دیکھو ہر جگہ موجود ہے

حمد

خداوندا دلم را چشم بکشاے — بمعراج یقینم راہ بنماے

نعت

کشادہ بندِ نعلینِ فلک مال — از و در ساقِ عرش افگندہ خلخال

مجازِ مرسل — کسی شے کو اصل معنی سے جدا سمجھ کر تشبیہ کے علاقہ کے سوا کسی اور
دوسرے علاقہ کلیت و جزویت یا علاقہ ظرفیت و سببیت وغیرہ کے لحاظ سے
غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کرنا جو در اصل استعارہ ہی کے اقسام میں داخل
ہے۔ تمام مثنوی اس صفت سے دوسری خوبیوں کے ساتھ پر ہے۔

حمد

چو گرد نقشِ این دیبا مکمل — بعتق النار کن آنرا مسجل

نعت

بنا نش حسن بینِ مہ کردہ جو جو — زمیم معجزش نیمہ مہ نو ۱۱

تشبیہات شاہد نظم کے عارض کا غازہ اور عروس سخن کا زیور یہی استعارات و تشبیہات ہیں جن کا وجود قدیم ہے اہل عرب اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ کلام ایسی خوبیوں سے آراستہ ہو جب آفتاب اسلام کی شعاعوں نے تمام عالم کو منور کیا سارے علوم و فنون کے چشمے جاری ہو گئے۔ قرآن مجید و احادیث حمید انا افصح العرب و العجم نے سب کے سر نیچے کر دیئے جس قدر صنائع بدائع ایجاد ہوئے یا آئندہ ہونے والے فرض کیئے جائیں کلام الٰہی و احادیث رسالت پناہی اس کے جامع ہیں۔ ایرانیوں نے باوجودے کہ وہ اپنی زبان پر نازاں تھے اسلام ہی کے برکات کے آثار سے خصوصیت کے ساتھ ادبیات میں بہت ترقی کی مگر متقدمین شعرائے فارس جن تشبیہات و استعارات کا استعمال کرتے تھے وہ سادے اور آسان ہوتے تھے۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا گیا ادراکات و احساسات میں نازک خیالی کی لطافت بڑھتی گئی یہاں تک کہ مولانا نظامی نے اس میدان کے محدود دائرہ کو اپنی فکر کی آبیاری سے وسعت دے کر چمن ہمیشہ بہار بنا دیا ایک مدت دراز کے بعد امیر خسرو نے اپنی خداداد جدت اور قدرتی ذہانت سے ایسے نئے گل کھلائے اور نو بنو نونہال اگائے کہ اہل نظر کی نگاہیں ان کی جس روش پر جاتی ہیں دامن گل چیں سے زیادہ پر گل نظر آتی ہیں۔ آپ نے اس فن کی تکمیل کے کمال کو انتہا پر پہونچا دیا۔ چنانچہ آپ کی یہ مثنوی ہمارے اس دعوے کے اثبات کے لیئے برہان قطعی ہو جس جگہ نظر کی جائے

نئے جلوے نظر آتے ہیں۔ ہم اس وقت حتی الامکان صرف حمد و نعت وغیرہ کی ہی چند ابتدائی داستانوں پر نظر رکھتے ہیں ورنہ مثنوی کا ہر حصہ اور ہر جزو کلیتاً تمام خوبیوں کے جواہر کا گنجینہ ہے۔

حمد

اُمیدم را بجائے کُش عماری — کہ باشد پیش گاہ رستگاری
برافروز این زیارت خانۂ خاک — بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک

نعت

بنامِ احمد اندر سجدہ نہ بام — مگر خم سجدہ ست اندران بام
ملایک خواندہ شمع آسمانش — دخان و نور روشن از زبانش

تنسیق الصفات | ممدوح واحد کے چند صفات کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنعِ او یک گل ز باغے — ز ملکش نہ فلک دو دِ چراغے
رموز آموزِ عقلِ نکتہ پیوند — شناسائی دہ جانِ خرد مند

نعت

مسیحا از دمِ خود رفتہ جانش — خضر از آبِ حیوان تشنہ بانش
بر اہلِ اُقتلوا راندہ غضب را — بلوحِ فاستقم خواندہ ادب را

تضاد | باہم مخالف المعنی الفاظ کا ذکر۔

حمد و دعا

درآسایم شکر اندیش گرداں   بدشواری سپاسم بیش گرداں

نعت

چراغ روشن از نورِ خدائی   جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

تقابل | باہم متقابل المعنی الفاظ کا ذکر جن میں تخالف و تضاد طبعی نہ ہو۔ مثلاً بندگی و خواجگی۔ زندہ و قربان وغیرہ۔

حمد

چو بہر زندگی بخشید ہر چیز   کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

نعت

دو قرباں یافتہ زو زندگانی   دو زندہ گشتہ از وے جاودانی

سیاقتہ الاعداد | بہ ترتیب یا بغیر ترتیب چند اعداد کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنع او یک گل ز باغے   ز ملکش نہ فلک دو دو چراغے

نعت

ندارد ہفت مرد و چار زن نام   مگر زاں شاہ ہفت ایوان و نہ طاقِ

تلمیح | کسی قصہ یا خاص واقعہ کی طرف اشارہ۔

حمد

بشکرش ہر گلوخے را زبانی ست   وزاں ہر ذرّہ تسبیح خوانی ست

نعت

ز حکمت نامۂ اوحی کلامش   باعلیٰ پایۂ ادنیٰ مقامش

ایہام | ایسے لفظ کا ذکر کرنا جس کے دو معنی ہوں اور کبھی اُس کے بعید معنی مراد ہوں اور قریب معنی کے مناسب اور الفاظ مذکور ہوں اور کبھی اس کا عکس چونکہ یہ صنعت خصوصیت کے ساتھ استعارہ کی خوبی کو دوچند کر دیتی ہے اس لیئے تمام اساتذہ عموماً اور خسرو خصوصاً اس صنعت کا استعمال اپنے ہر کلام میں بہت کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ مثنوی بھی اُس کا گنجینہ ہے۔

نعت

نوشتہ از دخاں بر نور منشور   دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور

رجوع یا رد و اضراب | کسی صفت کو بیان کرنے کے بعد اُس کی تردید اس طرح کرنا کہ پہلے مضمون پر اور ترقی ہو جائے۔

معراج

نہ اختر لیک اختر پاک جان تر   نہ گردوں لیک از گردوں روان تر

ذو قافیتین | ایک شعر میں دو قافیوں کا ذکر۔

نعت

بموکب زو ارش ناموس اکبر   خراماں گشتہ چوں طاؤس اخضر

گریز | تشبیب کے بعد اصل مقصود کی طرف عمدہ طریق سے رجوع۔ یہ صنعت اگرچہ قصیدہ کے ساتھ خاص ہے مگر امیر خسرو نے مولانا نظامی کی تقلید کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس مثنوی میں بھی بعض مواقع پر اس کا التزام کیا ہے۔

از حمد بہ نعت

امیدم را برانگیزکن حوالت   کہ باشم پیرو ختم رسالت

تجنیس تام | ایسے لفظ کا دوبارہ لانا جو دو معنی رکھتا ہو۔

نعت

نخست از بیتِ اقصیٰ در کشودہ   باقصیٰ قبلۂ دیگر نمودہ

تجنیس ناقص | ایسے دو متجانس الفاظ کہ جن کا رسم خط یکساں ہو۔

نعت

براتِ رحمت از عیب انس و جان را   خطِ آزادی آتش جہان را

تجنیس خطی | ایسے دو متجانس الفاظ جن میں صرف حرکات یا نقاط کا فرق ہو

نعت

بخوابِ غفلتم مگذار زیں بیش   مرا خود خوابِ غفلت ہست در پیش

تجنیس زائد بہ اول | ایسے دو متجانس الفاظ کہ ایک میں ابتدا اگر کوئی حرف زائد ہو۔

نعت

محمد کاصل ہستی شد وجودش　　جہاں گردے ز نشاد روان جودش

تجنیس زائد باوسط | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے وسط میں کوئی حرف زائد ہو

نعت

در احمد از احد کامل جمالیست　　جو احمد بے احد شد صفر خالیست

تجنیس زائد بآخر | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے آخر میں کچھ زیادتی ہو۔

حمد

جواہر بند ناہید از ثریا　　چراغ افروز دُر در قعر دریا

تجنیس مطرف | ایسے ایک قسم کے چند الفاظ جن کے حروف ردی یکساں ہوں۔

نعت

سیاست در کف بہرام داده　　سعادت مشتری را در آہم داده

اشتقاق | ایسے متجانس الفاظ کا ذکر جن کا مادّہ واحد ہو۔

منقبت

بسیر طیبہ ہمّت کرده در گاہ　　کہ در سیر او وہم در طیر طیّار

ردالعجز علی الصدر | شعرا کے اصطلاح کے موافق رکن اوّل مصرعہ اول کو صدر
اور رکن آخر مصرعہ اوّل کو عروض، اور رکن اوّل مصرعہ دوم کو ابتدا اور

رکن آخر مصرعۂ دوم کو عجز اور ہر دو رکنوں کی درمیانی الفاظ کو حشو کہتے ہیں
پس رد العجز علی الصدر وہ صنعت ہے کہ شاعر جس لفظ کو آخر بیت میں ذکر
کرے اسی کو اوّل بیت میں لاوے۔

حمد

رقم کو باز نشناسد قلم را　　　　چو داند باز نقاش رقم را

ردالابتدا علی الصدر | جو لفظ مصرعۂ دوم کے ابتدا میں ہو وہی مصرعہ اوّل کے
شروع میں لایا جائے۔

نعت

ولایت داری از توقیع درگاہ　　　　ولایت نامۂ اولی مع اللہ

ردالعجز علی العروض | جو لفظ مصرعۂ دوم کے آخر میں ہو وہی مصرعہ اوّل کے آخر
میں لایا جائے۔

نعت

ہمیں او را بگویم سایہ یار است　　　　دگر ہر کس کہ بینی سایہ دار است

رد الحشو علی الصدر | جو لفظ درمیان مصرعہ ہو وہ ابتدا مصرعہ اوّل میں لایا جائے۔

مناجات

بخواب غفلتم مگذار زیں بیش　　　　مرا خود خواب غفلت ہست در پیش

ردالحشو علی الحشو | ایک لفظ ہر مصرعہ کے درمیان لانا۔

مناجات

چراغم را چو خود بخشیدۂ نور — مکن بخشیدۂ خود را ز من دور

ردالابتدا علی الحشو الاول | جو لفظ مصرعہ دوم کے اوّل ہووے وہی لفظ مصرعہ اوّل کے درمیان آوے۔

نعت

نوشتہ از دخان پُر نور منشور — دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور

مراعات النظیر | باہم متناسب الفاظ کا ذکر۔ مثلاً چراغ، روشن، نور، ظلمت وغیرہ موجودہ مثنوی اس صنعت کا گویا مرقعہ ہے۔

نعت

چراغِ روشن از نورِ خدائی — جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

حسن التعلیل | کسی دعوے فرضی یا واقعی کے اثبات پر ایسے برہان قائم کرنا کہ بہ اعتبار واقع وہ دلیل نہ ہو مگر تمثیلاً بحیثیت برہان دعوے کو ثابت کر دے مثلاً نبیِ کریم کے اتحاد ذاتی پر حضور کے نام کی صوری ترکیب کو برہانِ قطعی بتانا۔ یہ صنعت بھی اس مثنوی کا جزو لازمی ہے نعت

بہ انساں گشتہ در وحدت یگانہ — کہ نا گنجید خود ہم در میانہ

در احمد از احد کامل جمالی ست — چو احمد بے احد شد صفر خالی ست

مذہب الکلامی — کلام کا اکثر حصہ جو دلائل و براہین پر مبنی ہو۔ امیر خسرو کا اکثر حصۂ کلام اس صنعت کے محیط کا مرکز ہے۔

نعت

دل خصماں گواہ صدق ایش — گواہی دادہ سنگ از معجز ایش

لف و نشر مرتب، لف و نشر غیر مرتب — اوّل مصرعہ یا فقرہ میں چند اشیاء کا ذکر کرنے کے بعد دوسرے مصرعہ یا فقرہ میں اور ایسے چند اشیاء کا ذکر کرنا کہ بہ ترتیب یا بغیر ترتیب باہمد گر کسی قسم کے تعلق رکھتے ہوں۔

حمد

نہ دانا ز خبر دار نہ آویش — کہ حرباً نسر کورم امد چخفاش

نہ دریا گنجد اسرار الٰہی — نہ دریا گنجد اندر گوش ماہی

مبالغہ، تبلیغ، غلو، اغراق — مطلق کسی کام میں حد سے زیادہ کوشش۔ اور اس کی تین قسمیں ہیں اگر صفات محمودہ یا مذمومہ میں ایسی زیادتی کی جائے کہ بظاہر مستبعد یا محال معلوم ہو عقلاً ممکن ہو تو مبالغہ تبلیغ ہے اور اگر بہ اعتبار عقل ممکن اور بہ اعتبار عادت غیر ممکن ہو تو مبالغہ (غلو) ہے اور اگر عقلاً و عادتاً ہر طرح غیر ممکن ہو تو مبالغہ اغراق ہے چونکہ ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی بنیاد اسی صفت مبالغہ پر قایم کی گئی تھی اس لیئے ہر طبقہ کے شعرا ہر دور اور ہر زمانہ میں اس شاہد رعنا کی غازہ طرازی میں ہمیشہ ترقی کرتے رہے۔

اسی بنا پر امیر خسرو نے اس کو سب سے زیادہ اوجِ کمال پر پہونچا دیا ہے۔ چنانچہ موجودہ مثنوی میں بھی اس کی تجلّیات کی ہر جگہ جلوہ افروزی ہے۔

اول مدح شیخ

بتقفش کردہ جبریل آشیانہ　　فلک در صحنِ او کنجشک خانہ

دوم مدح سلطان

ستارہ را بتیغش اختہ در زیر　　فلک با حملۂ او کند شمشیر

سوم مدح سلطان

فلک اکرد محش ہفت جا جیج　　جہت را دادہ پیدا نشش دنشش طرح

سجع موازنہ | ایسے چند الفاظ کا ذکر جو وزن میں اکثر موافق ہوں۔

معراج

گریبانِ جہت را پارہ کردہ　　جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

التفات | کسی ممدوح کی مدح کے وقت کبھی ضمیر غائب اور کبھی ضمیر حاضر سے اس کو یاد کرنا۔ اگرچہ اس صنعت کو قصائد کے ساتھ مخصوص سمجھا گیا ہے مگر مثنوی میں بھی اس کا التزام موجود ہے۔ اوّل مناجات و دوم توحید و سوم پھر مناجات کا سلسلہ اس کا شاہد ہے۔

مُعمّا | کسی خاص خوبی کے ساتھ بقاعدۂ ریاضی وغیرہ کسی شعر سے کوئی نام پیدا کرنا، امیر خسرو نے اس فن میں بھی اپنی جدّت طرازی کو اوجِ کمال پر

پہونچا دیا ہی جس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہی۔ اس مثنوی میں بھی آپ نے ایک موقع پر اپنے فکرِ بلند پرواز کے جوہر دکھائے ہیں جس کا اجمالاً صرف نشان بتا دینا کافی ہی تاکہ حمد و نعت کا سلسلہ باقی رہے اور خلاف ذکر صنائع الٰہیہ و محاسن رسالت پناہیہ دوسرا ترانہ زبان پر نہ آئے۔

وصل الحرفین | ایسے الفاظ لانا جو زیادہ تر ل کر لکھے جاتے ہیں۔

نعت

ریاحین بخشِ باغِ صبح گاہی ۔۔۔ کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

نتائج کے اعتبار سے مثنوی کی روحانی عظمت

انگریزی تحقیق کے موافق تمام اقسام کے قصے اور افسانے دو قسم پر منقسم ہیں ۱۔ ناول ۲۔ ڈراما اور ان میں باہم فرق یہ ہی کہ کسی واقعہ حسن و عشق کو صرف زبان سے نثر میں بیان کرنا ناول ہی اور اس کو عملی صورت میں مختلف طریقوں سے دلچسپ بنانے کے لیئے نظم میں دکھانا ڈراما اور پھر اس کی دو قسمیں ہیں (کامیڈی) اور (ٹریجڈی) ڈراما کو سب سے پہلے تو یونانیوں نے اختیار کیا مگر اہلِ یونان کی عورتیں ایسے تماشاؤں میں شریک نہیں ہوتی تھیں۔ حضرت عیسےٰ؈ سے صدہا سال قبل اہلِ ہند نے اس تماشہ کو دلکش بنانے کے لیئے

پردے ایجاد کئے اور اُن کی عورتوں نے اپنے گانے بجانے اور خوشنما نقلوں سے اس کوشش کو بار آور بنا دیا چنانچہ والمیک نے بیان کیا ہے کہ اجودھیا میں چار ہزار (نٹنی) عورتیں موجود تھیں۔ بعدہٗ یونان سے روم میں اور روم سے باقی یورپ میں اُس کا رواج ہوا اور ناچنے گانے میں ایسی ترقی ہوئی کہ جو اسٹیج ڈراما کے لیئے بنائے گئے وہ اس قدر وسیع ہوتے تھے کہ دو دو لاکھ آدمی اُن میں بہ آسانی آجاتے تھے۔ پھر اہلِ جرمن و فرانس وغیرہ نے اُس میں ترقی کی چونکہ اسلام اخلاقی و مذہبی اعتبار سے اُس کا مخالف تھا عرب ایران وغیرہ ممالک میں اُس کا رواج اُس حد تک نہیں ہوا کہ جیسا دوسرے ملکوں میں عملاً تھا۔ بالجملہ شیکسپیر نے کچھ ترمیم کے ساتھ ڈراما کو ایسی ترقی دی کہ آج زمانہ اُس کا فریفتہ ہے مگر وہ (ٹریجڈی) قصّوں کو جس کا ترجمہ (غم انجام) ہے بمقابل (کامیڈی) افسانوں کے زیادہ پسند کرتا ہے جس کے معنی (مسرّت انجام) ہیں۔

اب ہم اپنی پیش نظر مقصود بالذات مثنوی کو پیش کر کے یہ امر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ فی الواقع یہ قصّہ بھی کس قدر دل چسپ (ٹریجڈی) ڈراما ہے اور کس مرتبہ کا دل کش افسانہ اور امیر خسرو نے (ٹریجڈی) ڈراماؤں کی ضروری باتوں[۱]

---

[۱] ڈراما کے وہ بعض ضروری خصوصیات جن کی پابندی نے شیکسپیر کے سب سے بہترین ٹریجڈی ڈراما (Macbeth) (میکبتھ) کو قبول عام اور شہرت دوام کے فلک الافلاک کا مہر عالم تاب بنا دیا ہے حسب ذیل ہیں۔
انسانی زندگی کے اہم اور خطرناک حالات سے بحث۔ روحانی جذبات پر خاص قسم کا اثر۔ معانی کی قدرتی آمد۔ گہری اور سنجیدہ سبقوں کی تعلیم۔ انسانی ہمدردی۔ کبھی غیر معمولی اور خلاف فطرت واقعات کا ذکر۔ اور کبھی سنجیدہ ظرافت و تمسخر۔ خیالات کا علو۔ مضامین کا تسلسل۔ شاعرانہ نازک خیالی۔ کسی خاص زمانہ کے خاص خاص اشخاص کے واقعات کا خوبی کے ساتھ بیان۔ خوفناک اور درد انگیز واقعات کا پُر اثر الفاظ میں تذکرہ اور موجودہ مثنوی امیر خسرو ان تمام خوبیوں کے ساتھ کل صفات کی جامع ہے۔

کو ایسا پورا کیا ہے کہ شیکسپیر کے ایجاد و اختراع بہ نظر تحقیق گویا اُنھیں خوبیوں کا
ایک پردہ ہیں اور اگر اس کو عملی ڈراما بنایا جائے تو وہ بھی کسی طرح شیکسپیر کے
منتخب اور مشہور ڈراما سے کم حیرت افزا ثابت نہ ہوگا اس کی ترتیب کا پورا لطف
اُس وقت حاصل ہو سکتا ہے کہ اس کی مختصر خلاصہ کو بہ نظر غور دیکھا جائے اور
شیکسپیر کے کسی پسندیدہ ٹریجڈی ڈراما سے اس کا مقابلہ کیا جاے یا ابن حج
امیر خسرو کی سخن طرازی کا اعجاز یہ ہے کہ آپ نے ایک ٹریجڈی ڈراما کو اپنی جدت
پسند طبیعت کی بزم و رقوت کے اثر سے ایسا اخلاقی پند نامہ اور ادبی گنجینہ بنادیا
ہے کہ اوّل سے آخر تک ہر داستان کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کا
انقلاب، حکیمانہ نصائح، صوفیانہ مواعظ، متکلمانہ مباحث، شراب کے نقایص
ہوا و ہوس کی تنقیص، حکمرانی کے اصول، معاشرت کے قواعد، منہیات سے
اجتناب، عدل و داد کے فضایل، جور و جفا کے قبائح، عبادت الٰہی کی تاکید
اسلام کی خوبیاں، مذہب کی ضرورت وغیرہ وغیرہ جلوہ آرا ہیں۔

اجمالی طور پر قصہ کا اختصار

شاہزادہ ساسانی خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں اپنے باپ ہرمزد
کے قتل کے بعد تخت نشین ہوتا ہے اور سب سے اوّل اپنے باپ کے سپہ سالار بہرام
چوبین پر حملہ کرتا ہے جو شہر مداین پر حکمراں تھا آخر کار غلبہ خصم کی وجہ سے اس کو

شہر مداین چھوڑنا پڑتا ہے۔ اُس کا ندیم و رفیق شاپور سفر میں بھی اُس کا ہمرکاب ہے وہ اُس کی تفریح طبع کی غرض سے سفر کے مختلف واقعات و عجائبات سنانے کے ضمن میں شیریں کی تصویر بھی خسرو کو دکھا دیتا ہے۔ جو ارمن کی ملکہ مہین بانو کی عصمت شعار بھتیجی تھی۔ خسرو یکایک خود رفتہ ہو کر شاپور سے تدبیر وصل دریافت کرتا ہے اور اُس کے مشورہ کے مواقف بحیلۂ شکار ارمن کی طرف قصد سفر کرتا ہے۔ حُسنِ اتفاق شیریں بھی اُسی شکار گاہ میں جلوہ آرا ہے جہاں خسرو کا قیام ہے۔ شیریں اپنی ایک کلبدن کنیز کو سفیر بنا کر استفسار حال کرتی ہے۔ شاپور حُسنِ تدبیر سے جواب کو خود شیریں کے دریافت کرنے پر موقوف رکھتا ہے اور شیریں کے طلب پر شاپور حاضر دربار ہوتا ہے اور بعد اصرار خسرو پرویز کا نسب نامہ سُنا کر شیریں کو اُس کا غائبانہ مشتاق بنا دیتا ہے۔ شیریں اپنے جذبِ شوق کی بے اختیاری سے مجبور ہو کر بزم خسرو میں پہونچ جاتی ہے۔ خسرو اظہار تمنائے ملاقات کے ساتھ اپنے قصد سفر سے شیریں کو مضطرب الحال بنا دیتا ہے اور افسوں گری کی تاثیر سے واقف ہو جانے پر لطف تقریر سے اُس کو اطمینان دلاتا ہے کہ ایسا ارادہ محض بطریق امتحان تھا۔ شیریں کے اصرار پر خسرو پرویز اُس کا مہمان ہوتا ہے اور ملکہ مہین بانو اُس کے آنے پر شاہانہ طور پر سامانِ ضیافت بہم پہونچانے میں مبالغہ کرتی ہے۔ بزم نشاط گرم ہے، شراب کے دور چل رہے ہیں۔ خسرو جوشِ نشہ و سرور سے مست ہو کر اظہار تمنا پر مجبور ہے مگر شیریں اپنی سچی عصمت شعاری سے ہر موقع پر اپنے آپ کو

محفوظ رکھنے میں کامیاب ہے۔ کچھ مدت کے بعد خسرو شیریں سے اجازت لے کر
قیصر روم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے شیریں کے پیش کئے ہوئے دونوں صبا
رفتار گھوڑے شبدیز و گلگوں اُس کے ہمراہ ہیں۔ قیصر اپنا تاج و تخت اُس کو
دے کر اپنی مہ پارہ لڑکی مریم سے اُس کا عقد کر دیتا ہے اور بے شمار خزاین و
افواج سے اُس کا معین و مددگار ہو جاتا ہے اور خسرو اپنی مخالف قدیم بہرام
چوبیں پر دوبارہ بمقام مداین سخت حملہ کرتا ہے جنگِ شدید کے بعد بہرام شکست
کھا کر بھاگ جاتا ہے اور خسرو اُس وقت اطمینان کے ساتھ حکمران ہو جاتا ہے اور
طالع کی یاوری سے قیصر روم کے بہت سے خزانے گھر بیٹھے خسرو پرویز کے ہاتھ
آجاتے ہیں، اور خسرو آزادی سے زر بخشی اور بزم آرائی میں مشغول ہے۔ ایک
مدت کے بعد مریم ملکہ جہاں رشکِ شیریں سے گھٹ گھٹ کر جان دیدیتی ہے اور
خسرو اُس کے غم و الم فراق کا حیلہ کر کے شیریں کے خیال میں پھر سفر کرتا ہے،
اور شیریں سے مِل کر بزم نشاط گرم کرتا ہے۔ خسرو ہر چند شیریں کے ساتھ ہمکناری
کا قصد کرتا ہے مگر وہ ہر حالت میں اپنی عفت و عصمت کی پاسبان ہے۔ خسرو نے
ایک اور حیلہ پیدا کیا ہے کہ تمام ماہرو کنیزوں کا عقد اُن کے خواستگار مہ جبیں غلاموں
کے ساتھ ہو جائے اور پھر بھی وہ اپنے حصول مقصود میں کامیاب نہیں اور
شیریں ابھی تک اُس سے دُور ہے۔ شاپور خسرو کی حالتِ تباہ دیکھ کر طرح طرح سے
اُس کو شیریں کی طرف سے بے نیازی کے خیال پر آمادہ کرتا ہے مگر اُس پر کچھ اثر

نہیں ہے۔ آخر کار شکر ملکہ اصفہان کی حُسن جہاں گیری کی ثنا و صفت سنا کر
خسرو کو شکر کا دلدادہ بنا کر سفر اصفہان پر تیار کر دیتا ہے۔ خسرو اپنی طبعی عیش
پرستی سے مجبور ہو کر اصفہان پہونچتا ہے اور شکر سے اُس کا عقد ہو جاتا ہے۔
جب شیریں کو یہ واقعہ معلوم ہوتا ہے وہ آتشِ رشک سے سوختہ جگر ہو جاتی
ہے اور شب و روز گریہ و زاری کے ساتھ مناجات میں مشغول ہے اور کبھی کبھی
سیر و شکار سے دل بہلاتی ہے۔ ایک روز کوہ بیستون پر اُس کا گزر ہوتا ہے اور
فرہاد کوہکن کو دیکھ کر اُس سے ہم کلام ہوتی ہے وہ نظرِ اوّل میں اُس کا دلدادہ
ہو جاتا ہے۔ شیریں اُس سے جوئے شیر کھودنے کی فرمایش کرتی ہے کہ جس سے
تازہ دودھ بہم پہونچنے میں آسانی ہو وہ بہ عوض وعدۂ دیدار اس کام پر
آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کوشش میں کامیابی کا اُمیدوار ہے مگر آتشِ عشق
نے اُس کا کام تمام کر دیا ہے۔

جب خسرو پرویز اس خبرِ جاں کاہ کو سنتا ہے رشکِ رقابت سے جل جاتا ہے
اور طرح طرح سے اپنے حصول مقصود کے لیئے چارہ جو ہے شاپور اُس کا ندیم خاص
خسرو پرویز کو شیریں کے نام خط لکھنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ باہمی خط و کتابت کے
بعد خسرو اصفہان سے چل دیتا ہے اور ایک خواب دیکھتا ہے جس کی تعبیر حصولِ مدعا
ہے۔ بعدہٗ خسرو تبدیل لباس کے ساتھ فرہاد کے پاس پہونچتا ہے اور اُس سے
بطور تجاہل مناظرہ کرتا ہے۔ خسرو کی تمام کوشش یہ ہے کہ فرہاد خیال شیریں سے

باز رہے مگر اُس کا جوش و خروش دو نا ہوتا جاتا ہے۔ خسرو مجبور ہو کر ایک زنگی سیہ کار کو مامور کرتا ہے اور وہ کوہ بیستون پر پہونچکر شیریں کے مرجانے کی غلط خبر سنا کر فرہاد کو یقین دلا دیتا ہے کہ شیریں مرگئی یہاں تک کہ وہ اسی صدمۂ فراق کے باعث پہاڑ سے گر کر اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ شیریں اس دل خراش خبر کو سن کر بے اختیار ہو جاتی ہے اور گریہ و بکا و آہ و زاری کے بعد مراسم تعزیت بجا لاتی ہے اور شاہانہ طور پر اُس کی تجہیز و تکفین کر کے اُس کو دفن کر دیتی ہے۔ مگر اُس کو کسی طرح صبر نہیں آتا وہ اُس کے عوض ایک دلالہ پیرزن بدخصال کو مقرر کرتی ہے کہ اُس کی حریف شکر ملکۂ اصفہان کا کام تمام کرے۔ وہ اصفہان پہونچکر اپنے مکر و فریب سے اُس کے محل میں داخل ہو جاتی ہے اور اُس کی منھ بولی ماں بن کر فرصت کے وقت اُس کو زہر سے ہلاک کر دیتی ہے اور محل شیریں میں واپس آ کر اپنی اس ظالمانہ کارروائی کی داد چاہتی ہے۔ شیریں خسرو کی طرح اپنی اس بے گناہ کشی پر نادم ہے۔ خسرو اس خبر کو سن کر سمجھ لیتا ہے کہ فی الواقع میرے اُس گناہ کا عوض یہی ہونا چاہیئے تھا۔ اب خسرو قصر شیریں پر حاضر ہے۔ مگر شیریں دروازہ بند کر کے محل کی چھت پر چلی گئی ہے اور وہیں سے فیمابین مکالمہ ہو رہا ہے۔ بہت سے سوالات و جوابات کے بعد شیریں اپنے دلدادہ خسرو کو محل میں بلا لیتی ہے اور پھر بزم نشاط گرم ہوتی ہے اور باربد خسرو کی طرف سے اور نکیسا شیریں کا ہم زبان بن کر غزل سرائی سے بزم آرا ہیں۔ بالجملہ منگنی

کے مراسم ادا ہونے کے بعد خسرو و شیریں کا باہم عقد ہو جاتا ہے اور وہ دونوں مغموم و مہجور عیش و عشرت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بایں ہمہ خسرو حکما کے ساتھ بزم آرا ہے اور اُن کی حکیمانہ پند و نصایح و فلسفیانہ مسائل حکمیہ کے بیان سے ہر دم مستفید ہوتا ہے۔ آخر میں ارکین سلطنت کے اغوا سے اُس کا بیٹا شیرویہ اُس کو قتل کرا دیتا ہے اور خود تخت نشیں بن جاتا ہے۔ شیریں اس ماجرائے جاں گزا سے واقف ہو کر خسرو کے بالیں پر آتی ہے اور خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر کے اُس کے ساتھ ہم کنار ہو جاتی ہے۔ دونوں ایک ہی لحد میں دفن کر دیئے جاتے ہیں اور ہمیشہ کے لیئے دُنیا میں اپنا افسانہ چھوڑ جاتے ہیں۔

(حصۂ سوم) موازنۂ زبان اساتذہ

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی نقشِ اسمِ ذاتِ خود گرداں بیانم را
بہ قطعِ ماسوا مقراضِ لا گرداں زبانم را

اب اصل کتاب کے مضامین کو سلسلہ کی پابندی کے ساتھ شروع کرنے کا خیال کیا جاتا ہی۔ بعض بعض اشعار کے بعض بعض صنائع و بدائع لفظی و معنوی کو ہر شعر کے مقابل بطریق اشارات بنظر اختصار تحریر کر دیا جائے گا اور بعض ضروری خصوصیات فی الجملہ مشرح لکھے جائیں گے۔ لغات و محاورات و مصطلحات خسروی کو اصل مثنوی شیریں و خسرو میں حواشی کے طور پر جابجا بیان کر دیا گیا ہی اس جگہ صرف جستہ جستہ بعض مشکل اشعار کے معانی کو چند ابتدائی داستانوں میں ظاہر کر کے آیندہ بخیال اطناب کتاب محض خلاصہ ما فی الباب پر ہی اکتفا کرنا ضروری سمجھا گیا ہی۔ مختلف نسخوں کے اختلافات کو بھی اُسی اصل کتاب میں ظاہر کر دیا ہی جس کو بغرض طبع مکمل کیا گیا ہی۔ چوں کہ بعض ابتدائی داستانوں میں مولانا نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے مقابلہ کرتے ہوئے اور بعض اساتذۂ کرام کا بھی ذکر آگیا ہی بنا بریں علیٰ ہذا مناسب ہی کہ پہلے امیر خسرو کا خلاصہ

گنج معانی بازار تنقید سخن میں پیش کیا جائے اور بعدہٗ حضرت مولانا نظامی کے جواہر زواہر معنوی اپنے جلوہ جہاں افروز سے مشتاقوں کی نگاہوں کا کحل الجواہر بنیں اور سب سے آخر میں کہیں کہیں دوسرے بعض صرافانِ فن کے سرمایۂ فکر رسا کا انتخاب بھی بطریق مشتے نمونہ از خروارے حاضر کیا جائے - واللہ المستعانُ وھو المعین

عروسِ دعا بہ حجلۂ حمدِ کبریا

امیر خسرو	مولانا نظامی
خداوندا دلم را چشم بکشائے	خداوندا درِ توفیق بکشائے
بمعراجِ یقینم راہ بنمائے	نظامی را رہِ توفیق بنمائے
برحمت باز کن گنجینۂ جود	دلے دہ کو یقینت را بشاید
درونم خواں بکشا در روانِ مقصود	زبانے کافرینت را سراید
دلے بخش از ثنائے خویش معمور	مدہ ناخوب را در خاطرم راہ
زبانے ز آفرینِ دیگراں دور	بدار از ناپسندم دست کوتاہ
در آسانیم شکر اندیش گرداں	درونم را بنورِ خود بیفروز
بدشواری سپاسم بیش گرداں	زبانم را ثنائے خود در آموز
امیدم را بجائے کش عماری	بداؤدی دلم را تازہ گرداں
کہ باشد پیشگاہِ رستگاری	زبورم را بلند آوازہ گرداں

خسرو کا پہلا شعر نظامی کے شعر اول کا اور شعر سوم شعر چہارم کا جواب ہے
مضمون حقیقتاً یکساں ہے مگر طرز بیان اور حسن زبان جداگانہ - باایں ہمہ نقل کو بذاتہ
ایک مستقل جداگانہ اصل بنا دینا امیر خسرو کے خصوصیات میں سے ہے شعر چہارم میں
مراتب شکر کی التجا کو جس مرتبۂ کمال پر پہنچایا ہے اُس کی اہمیت کو اہل معانی جانتے
ہیں کیونکہ انسان راحت و آسانی کے وقت جس طرح شکر الٰہی سے غافل ہو جاتا
ہے اُس سے زیادہ دشواری و مصائب میں اُس پر غفلت طاری ہوتی ہے - پہلے شعر کے
دوسرے مصرعہ میں اصل مضمون سے بہت ترقی کی ہے - مگر مولانا نظامی کا مطلع کتاب کی
خصوصیت کے ساتھ ایسا لاجواب ہے کہ اکثر اساتذہ نے اُس کے مقابل طبع آزمائی کی
ہے، مگر وہ فصاحت و سادگی کی ضمن میں بلاغت نما پہلو ایسا نہ پیدا کرسکے جو مولانا
نظامی کے اس مطلع میں موجود ہے - اگر بقدر ضرورت تمام خوبیوں کو پورا کرتے ہوئے
قابل لحاظ ہے تو امیر خسرو ہی کا یہ مطلع ہے جو اس مثنوی کا سرنامہ ہے - مولانا نظامی کے
مطلع کے دوسرے مصرع میں ایک دقیق تلمیح قول مشہور رب ارنی حقائق الاشیاً
کے ساتھ جو مضمر ہے اُس نے شعر کو گنجینۂ جواہر عرفاں بنا دیا ہے:-

امیر خسرو

(تضاد و تقابل) چو خود بر داشتی اول زخاکم — مدہ آخر بطوفانِ ہلاکم

(زور کلام) بعفوم شوے تا پاکی پذیرم — بخویشم زندہ گرداں تا نمیرم

(معنی و بیان) نہ دل پژمردۂ دارم نہانی — تو بخشی مردگاں را زندگانی

(استعارہ مجیب) برافروزایں زیارت خانۂ خاک بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک

(تجنیس حکمی) بخوابِ غفلتم مگزار ازیں بیش مرا خود خواب دیگر ہست در پیش

(سجع) خیالے راکہ می بندم دریں درج بغفلت زندگانی می کنم خرج

(تجنیس مرکب) زبہر گرمیِ ہنگامۂ خویش سوادے می کنم در نامۂ خویش

(تنسیق الصفات) چو گردد نقشِ ایں دیبا مکمل بعتق النار کن آں را مسجّل

مولانا نظامی

عروسے راکہ پروردم بجانش مبارک روے گرداں در جہانش

سوادش دیدہ را پر نور دارد دماغش مغز را معمور دارد

معانی را بدو دہ سربلندی سعادت را باو کن نقشبندی

بیان کی سلاست اور زبان کی فصاحت صنائع وبدائع لفظی ومعنوی کے علاوہ امیر خسرو کی ہر شعر سے ظاہر ہے۔ بالخصوص شعر دوم وسوم میں مناجات و التجا کے ساتھ اثبات دعوے پر جس طرز خاص سے استدلال کیا ہے اس سے آپ کے علم کلام کی پرزور قوّت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کالبد عنصری کو زیارت خانۂ خاک قرار دے کر عقلِ روشن اور اندیشۂ پاک سے اس کے منور کرنے کی درخواست کس درجہ لطیف استعارہ کے ساتھ قابل قدر تمنا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی فطرتی جدّت اور قدرتی ذہانت سے اپنی اس مثنوی میں اس موقع پر اپنے کلام کے متعلق مناجات کے ضمن میں جن الفاظ سے اور

جو دعا کی ہے وہ اکثر شعرا کے خلاف سراپا اصلی اور واقعی مناجات ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب میرے اس دیباچۂ سخن کی تصویر درجۂ کمال کا شرف حاصل کرلے اُس وقت اُس کو عتق النار کی مہر سے آراستہ کر دینا تاکہ وہ تیری رحمت عامّہ سے میرے لئے آتش دوزخ سے آزادی کا فرمان بن جائے۔

توحید باری عزّ اسمہ

امیر خسرو	مولانا نظامی
بنام آں کہ جاں را زندگی داد	بنام آں کہ ہستی نام ازو یافت
خلائق را بجاں پایندگی داد	فلک جنبش زمیں آرام ازو یافت
(اشتقاق) خداوندے کہ حکمت بخش خاک ست	خدائے کافرینش در سجودش
کمینہ بخشش او جان پاک ست	گواہِ مطلق آمد بر وجودش
(سیاقۃ الاعداد) دو کون از صنع او یک گل زباغے	تعالی اللہ یکے بے مثل و مانند
ز ملکش نہ فلک دودِ چراغے	کہ خوانندش خداوندان خداوند
(اشتقاق) رموز آموزِ عقل نکتہ پیوند	فلک بر پائے دار و انجم افروز
ثناسائی دہِ عقلِ خردمند	خرد را بے میانجی حکمت آموز
(مراعات النظیر) بصارت بخش چشم پیش بیناں	مراد و مایۂ تاریک بیناں
تمنائے درونِ شب نشیناں	انیس خاطرِ خلوت نشیناں

(تجنیس ناقص) جواہر بندِ ناہید از ثریا — غم و شادی نگار و بیم و امید
چراغ افروزِ دُر در قعرِ دریا — شب و روز آفرین و ماہ و خورشید

وحدت باری کا اثبات جو دراصل علم کلام کا ایک خاص مسئلہ ہے۔ امیر خسرو کے کلام سے ضمناً اور مولانا نظامی کے اشعار سے پرجوش استدلالات کے ساتھ صراحتاً ظاہر ہے۔ مثلاً تخلیق روح اور روح سے استقامت ماسوا۔ خاک کی حکمت آموزی ہر دو عالم و نہ افلاک کا ظہور پیش بینوں پر بصارت چشم کی بخشش وغیرہ یہ تمام اشیاء وحدت ذات کے دلائل ہیں اگر بغور دیکھا جائے، بالخصوص امیر خسرو کا شعر نہم مولانا نظامی کے پانچویں شعر کا پسندیدہ جواب ہے۔

امیر خسرو

(علم کلام و افعال الہیہ) بعنوانِ عنایت کردہ تحریر — حساب کائنات از کلکِ تقدیر
(تہیہ پیر حیل) سپردہ در جہانِ بے نیازی — ارادت راعنانِ سرفرازی
(حکمت مطلقہ تضاد) اگر تقدیر او مرگ ست و گر زیست — ہم او داند کہ حکمت اندر و چیست
(تقابل تضاد تحیر) نہ دانا زو خبردار و نہ اوباش — کہ حرباً نیز کور آمد چو خفاش
(جاں ذات) تو شوخی بیں کہ ادراک اندریں راہ — بجاسوسی کشادہ چشم کوتاہ
(رعنائی) ز غیرت لطمۂ خوردہ خطرناک — کنوں تاریک گشتہ چشم ادراک

مولانا نظامی

بجست و جوی او بر بام افلاک — دریدہ وہم را نعلین ادراک

خرد در ہستیش ہشیار برخاست — چو او دیدش ندید اندر چپ و راست
نہ بخشندہ خبر داند ز دادن — نہ آنکس کوستاند از ستادن
چناں کرد آفرینش را بآغاز — کہ پے بردن نداند کس بداں راز
چنانش در نوردد در سر انجام — کہ نتواند زدن فکرت دراں گام
زہر شمعے کہ جوئے روشنائی — بوحدانیتش یابی گواہی

افعال الٰہیہ و صنائع نامتناہیہ صانع حقیقی کو اس خوبی سے متواتر و مسلسل بیان فرمایا ہے کہ ہر مضمون بجائے خود ثبوت وحدانیت پر ایک کامل دلیل ہوسکتا ہے۔ امیر خسرو کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع میں جو دراصل مولانا نظامی کے دوسرے شعر کا جواب ہے ایسا بلیغ استعارہ ہے کہ اہل معنی ہی اُس کا پورا لطف اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ حربا ہمیشہ آفتاب کے مقابل نظر باز رہتا ہے اور اسی وجہ سے اُس کو آفتاب پرست کہتے ہیں اور خفّاش اُس کے خلاف سورج کے سامنے کور چشم مگر مہر عالمتاب ذات کے پرتو نے مقربان انوار ذات و محرمان اسرار صفات کو بھی بے بصروں کی طرح خیرہ چشم و تیرہ نظر بنا دیا ہے اور (خرّ موسیٰ صعقاً) اُس پر استدلالی شہادت ہے۔ ١٧

امیر خسرو

(فلاسفہ خاصیتہ) کسے کو آدمی را کرد بنیاد — کجا گنجد بوہم آدمی زاد
(متکلمان استدلال) رقم کو باز نشناسد قلم را — چہ داند باز نقاش رقم را

(تلمیح) نہ در ما گنجد اسرارِ الٰہی ۔۔۔ نہ دریا گنجد اندر گوشِ ماہی

(تجنیس تام) خرد از بود او کے گردد آگاہ ۔۔۔ کجا نابود را در بودِ او راہ

(تضاد و تقابل) نہ آں بودست کو نابودہ گردد ۔۔۔ نہ مصنوع ست کو فرسودہ گردد

بشکر ش ہر کلوخے راز بانیست ۔۔۔ وزاں ہر ذرّہ را تسبیح خوانیست

(تضاد و تقابل) چو داد از جانور زیور زمی را ۔۔۔ طرازِ معرفت بست آدمی را

(بقائے سخن) زباں را با بقا زاں گونہ حد بست ۔۔۔ کہ دامانش بدامانِ ابد بست

جہاں را تا نیارد فتنہ در زیر ۔۔۔ ببازوئے شریعت داد شمشیر

ہدایت را طریق از اصل تا فرع ۔۔۔ حوالت کرد با دروازۂ شرع

چو ہر بندگی بخشید ہر چیز ۔۔۔ کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

چو شکرِ بندگی گفتن نیارم ۔۔۔ سپاسِ خواجگی را چوں گزارم

مولانا نظامی

فگند از ہیأتِ نہ حرفِ افلاک ۔۔۔ رقوم ہندسی بر تختۂ خاک

جہت را شش گریباں در سر افگند ۔۔۔ زمیں را چار گوہر در بر افگند

نباتِ روح را آب از جگر داد ۔۔۔ چراغِ دیدہ را پیہ از بصر داد

خرد بخشید تا او را شناسم ۔۔۔ بصارت داد تا از وے ہراسم

گہ از خاکے چو گل گنجے بر آورد ۔۔۔ گہ از آبے چو ما نقشے بر آورد

زورِ کلام، جدّتِ استعارات، بیان کی سلاست، ہر دعوے کے اثبات پر

کامل استدلال، تمام خوبیاں موجود ہیں۔ اُس پر ایک کامل الفن موشگاف مصور کا مرقع پیش نظر مگر ممکن نہیں کہ اپنے نقش و نگار کا رنگ جداگانہ نہ ہو۔ اہل نظر کو غور کے ساتھ یاد رہے کہ خسرو علیہ الرحمۃ نے کس درجہ قدرت بیان کو ملحوظ رکھا ہے کہ کسی جگہ تقلید و نقل کا دھوکہ نہیں ہوتا اور کس قدر ادبیت کا لحاظ ہے کہ کہیں نظم مثنوی کا پایہ نیچا نظر نہیں آتا۔ اگرچہ مولانا نظامی اس معرکۂ سخن میں بہیئت مجموعی بہت زیادہ پیش قدمی کر رہے ہیں اور خاص طور آپ کا دوسرا شعر لاجواب ہے۔ لیکن باایں ہمہ امیر خسرو کے شعر سوم کا آخر مصرع اور شعر ششم استعارہ کی خوبی اور اظہار شکر کی جامعیت کے اعتبار سے قابل قدر ہے اور آخر اشعار میں ضروریات شریعت کو علم کلام کے اصول پر متکلمانہ حیثیت سے جس طرح ثابت کیا ہے اور بندگی و خواجگی کے حسن صفات متضادہ کو زمان و مکان کی وحدت کے ساتھ جس بے مثل طرز پر ایک ہی آئینۂ مظہر ذات میں ایک خاص پر لطف پہلو سے تجلی بنایا ہے وہ آپ کا حصہ ہے۔

مناجات بحضرت قاضی الحاجات وشمار نعمائے بے غایات

امیر خسرو

(علم کلام والہی شمار نعمائے) خدایا چوں بہ منشور الٰہی ‎ ‎ ‎ رقم کردی سپیدی و سیاہی

(مراعات النظیر صنائع شمار والا) ز باران عنایت گل سرشتی ‎ ‎ ‎ برات مردمی بروے نبشتی

(جود و عطا) مثال ہستی ما ہم ز اوّل ‎ ‎ ‎ بہ توقیع کرم کردی مسجّل

مراعات النظیر اکرام و انعام	زگنجِ بخششم ہر چیز دادی	کلیدِ گنجِ ایمان نیز دادی
ر تسلیمانہ استدلال	تو با چنداں کرمہائے نواساز	زمفلس کے ستانی دادہ را باز
ر دعا و التجا	چراغم را چو خود بخشیدہ نور	مکن بخشیدۂ خود راز من دور
ر طلب مقام رضا	بہر فعلم کہ گردانی سزا وار	رضائے خویش کن با فعلِ من یار

مولانا نظامی

خدایا چوں گلِ ما را سرشتی	وثیقت نامۂ ما را نوشتی
توئی کاول زخاکم آفریدی	بہ فضلم زافرنیش برگزیدی
تو با چندیں عنایتہا کہ داری	ضعیفاں را کجا ضائع گزاری
چو روز افروختی جانم برافروز	چو نعمت دادیم شکرم در آموز
زفضلِ خویش لطفے کن مرا یار	بہ فعلِ من مکن با جانِ من کار
بدیں امیدہائے شاخ در شاخ	کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

مناجات عنوان کتاب اور اس التجا و درخواست میں فرق یہ ہے کہ وہ خالص مقام عبدیت ہے کہ گدائی و بینوائی کا اظہار ہو اور اصل دعا سے سروکار۔ اور یہاں خلعت انسانی کے عطیات عظیمہ کے افتخار کے ساتھ منعم حقیقی کے نعما و آلا کا بطور مشتے نمونہ از خروارے شمار کرکے اُس کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے اور یہ پورا ترانہ بھی نتیجہ پر نظر کرتے ہوئے حقیقتاً اسی وحدت کے نغمۂ حقیقی کا ایک پردہ ہے آدابِ نظم کی تکمیل کی ضرورت قابل اظہار نہیں۔ امیر خسرو ہمیشہ آزادی کا پہلو

مدنظر رکھتے ہوئے مولانا نظامی کے ہم پہلو رہنے کی کوشش میں کامیاب ہیں مگر وہ گلِ سرسبدِ چمنِ فصاحت جس جگہ اپنی بیساختہ بہار آرائی کے رنگ و بو کے اظہار پر مجبور ہو جاتے ہیں، نگاہوں کے دامن اور دماغوں کے پردے دامنِ گلچیں سے زیادہ رنگین و معطر نظر آتے ہیں۔

نعت سیّد الانبیا خاتم الرسل علی نبینا وعلیہم الصّلوٰۃ والسّلام

امیر خسرو

(علم کلام وعلم الٰہی وعلم معنی وبیان وعلم تفسیر وحدیث کا آئینہ)

اثبات اولیت حضور	محمد کاصل ہستی شد وجودش	جہاں گردی نم شادروانِ جودش	اشتقاق
اثبات ہدایت حقہ	چراغِ روشن از نورِ خدائی	جہاں را دادہ از ظلمت رہائی	تقابل
اثبات نبوت عامہ	دلِ خصماں گواہ صدقِ ذاتش	گواہی دادہ سنگ از معجزاتش	تلمیحات متواترہ
اثبات مسیحائی اسلام	دمِ خلقش کہ جاں دادہ عرب را	فرو کشتہ چراغِ بولہب را	تناسب و تقابل
اثبات بیکس نوازی	شدہ بر عنکبوتے سوئے غارے	مگس گیرے شدہ عنقا شکارے	مراعات النظیر
اثبات مسیحائی عنکبوت	دو قرباں یافتہ زو زندگانی	دو زندہ گشتہ از وے جاودانی	تقابل و تضاد
اثبات شہادت عامۂ اسلام	نجیب کون و دینش را بوادی	خضر ثانی و دو فرزند حادی	ایہام معنوی
معجزات مشہورہ	گہش آہو سخن گو وگہے شیر	گہش حجت زبان و گاہ شمشیر	اشتقاق و تقابل
ختم نبوت و مختاری کل	طرازِ خاتمت نقشِ نگینش	کلید نہ فلک در آستینش	ایہام و تناسب

شانِ شکوہ نبوت شکوہِ آفتاب از پایۂ او | بجزوے ہر کہ باشد سایۂ او تقابل
بے سائگی حضورِ جانِ نور ہمیں او را نگویم سایہ یار ست | دگر ہر کس کہ بینی سایہ دار ست تناسب
اتحاد ذاتی بو احد مطلق بداں ساں گشتہ در وحدت یگانہ | کہ نا گنجید خود ہم در میانہ مراعات النظیر

مولانا نظامی

محمد کآفرینش ہست خاکش | ہزاراں آفریں بر جانِ پاکش
چراغ افروزِ چشمِ اہلِ بینش | طرازِ کارگاہِ آفرینش
ریاحین بخش باغِ صبحگاہی | کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی
جواں مرد و رحیم و تند چوں شیر | زبانش گہ کلید و گاہ شمشیر
یتیماں را نوازش از نسیمش | ازینجا نام شد درِّ یتیمش

مولانا جامی

محمد کش قلم چوں نامور ساخت | ز میمش حلقۂ طوق و کمر ساخت
خطِ لوحِ عدم زاں حرف حک شد | ازاں سر حلقۂ ملک و ملک شد
توانا شد ز سرِّ حا شش آگاہ | خرد با جملہ دانش حاشا للہ
دریں دیر مسدس زوست رونق | ششم روضہ از ہشت گلشن
چو پا آراست از خلخال دالش | سرِ دیں پروراں شد پائمالش
چہ نام ست ایں کہ در دیوانِ ہستی | بروں نگرفت نامے پیش دستی

امیر خسرو کا پہلا شعر بلیغ اور مولانا نظامی کا شعر اول فصیح ہے اور آیندہ کے

دونوں شعر ہردو اصحاب کے نفس مضمون وسلاست بیان کے اعتبار سے ہم پہلو سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو کے آیندہ اکثر اشعار ایہامات پسندیدہ اور دقائق معانی نوبنو واختراعات استعارات وتشبیہات جدیدہ کے اعتبار سے مضمون نعت میں اس جگہ مولانا نظامی کے علاوہ اکثر شعراے متقدمین و متاخرین کے منتخب کلام پر افضلیت و فوقیت کے شرف کے ساتھ ممتاز ہیں چنانچہ آپ چوتھے شعر میں فرماتے ہیں کہ حضور حبیب اکرم کے اخلاق کریمہ کے اُسی دم عیسوی نے جس سے تمام عرب کے مردہ دل زندۂ جاوید ہوگئے تھے، بولہب کے چراغ کفر کو ایک دم میں بجھا دیا اور مسیحائی سے بڑھکر اپنے لب جان بخش کو صفات متضادہ کا مظہر بنا دیا جو فی حدذاتہ ایک جداگانہ اعظم المعجزات ہے (سبحان الملک القدوس) اس کے علاوہ بولہب کے چراغ کو دم خلق سے کشتہ کرنے میں جو ایہام لطیف و استعارۂ بلیغ ہے اُس کا پورا لطف چراغ کے مقابل لفظ لہب اور دم کے معنی پر غور کرنے سے اہل معنی حاصل کرسکتے ہیں۔ اگرچہ علّامہ ہروی نے بھی تقلیداً اس مضمون کو خاص طرز پر لکھا ہے لیکن پھر بھی اُس کا پہلا مصرع کسی قدر بے لطف پایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے

دم علت زدہ بوجہل را سر

چراغِ بولہب را کشتہ صرصر

بعدہٗ شعر پنجم میں امیر خسرو نے عنکبوت کے مضمون تار و پود کو حسن آب و تاب کے ساتھ اہل نظر کے پردۂ چشم کے لئے عینک نور بنا دیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے

آپ فرماتے ہیں کہ حضور بے کس نواز اپنی رحمتِ عامہ سے جس وقت غارِ حرا میں
ایک اذلِ حشرات عنکبوت کے فرقِ افتخار پر سایہ گستر ہوئے حضرت سلیمان سے
بدرجہا افضل و اعلیٰ طور پر آپ کے کرم عمیم نے اس ادنیٰ حیوان مگس گیر کو عنقا شکار
ہونے کی عزت سے سرفراز بنا کر اس درجہ کے مرتبۂ مسیحائی پر پہنچا دیا کہ خود حضور اقدس
اور آپ کے یارِ غار ابو بکر صدیق نے جو دراصل رضائے الٰہی کے میدان کے شہید
اور تسلیم کے قربان گاہ کے قربان تھے اسی عنکبوت کی حکمت مسیحائی کی وجہ سے جو حقیقتاً
اسرارِ حکم بالغۂ الٰہیہ کا پردہ تھا از سرِ نو حیات تازہ پاکر زندۂ جاوید ہونے کا خلعتِ
فاخرہ حاصل کیا اور یہ مضمون آیندہ اور بعض مضامین کی طرح خصوصیت کے ساتھ
جدّت خسروی کے اعجاز سخن کا ایک پاکیزہ نتیجہ ہے مگر بعض وجوہ پر نظر کرتے ہوئے
ممکن ہے کہ دو قربان سے مراد حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور حضرت عبد المطلب ہوں
جو بغرض قربانی پیش کئے گئے تھے اور جن کی نسبت بروایت صحیحہ حضور اقدس کا
ارشاد ہے (انا ابن الذبیحین) ایسی حالت میں از دو کا مرجع خود ذاتِ اقدس کو
قرار دیا جائے گا کہ آپ ہی کی برکت عامہ و رحمت خاصہ سے آپ کی اجداد میں سے
حضرات مذکور الصدر کو حیات جاودانی کا شرف حاصل ہوا اور گویا دوبارہ زندگی
پائی۔ شعر ہفتم۔ نجیب کون الخ جس کے الفاظ مختلف نسخہائے حیدرآباد و
حبیب وجہاں گیری میں صور مختلفہ و اشکال متنوعہ کے ساتھ جلوہ آرا ہیں اور
اُن کو اصل کتاب میں بصراحت ظاہر کر دیا گیا ہے دراصل معنی خیز نہیں معلوم ہوتے

اور کاتبوں کی تحریف و تصحیف سے غالباً شعر کی صورت تبدیل ہوگئی ہے۔ مگر تاہم بدقت تمام جس نسخہ کو اس جگہ اختیار کیا گیا ہے وہ من وجہ کچھ معنی رکھتا ہے کہ حضور اقدس حدیث صحیح کے موافق تمام عالم میں شریف و نجیب اور برگزیدۂ موجوداتِ جہاں ہیں اور جمیع دیار و امصار اور وادی وکہسار میں حضرت خضر آپ کے دین پاک کے ثنا گو اور نغمہ سرا اور خود آپ کے دونوں فرزند حسنین علیہما السلام جو محض بغرض اشاعت اسلام خالصاً لوجہ اللہ میدان رضا و تسلیم میں شربت شہادت سے سیراب ہوکر شہرت مذہب حقہ کے باعث ہوئے یا حضرت جابر بن عبداللہ کے وہ دونوں کشتہ فرزند جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت ضعیفہ مشہورہ اپنے لب جاں بخش کی ادنیٰ جنبش سے زندہ فرمایا تھا اُسی دین حنیفی کے حدیٰ خواں اور زمزمہ سنج ہیں۔ اس نسخہ کی صحت پر امیر خسرو کی روش کے موافق لفظ نجیب کا دقیق ایہام جس کے معنی لغت عرب میں ناقۂ شریفۃ النسب کے ہیں بمقابل حدیٰ خوانی قوی استدلال ہے اور ثانی کا لفظ اگرچہ عرف عام میں ثنا گو و نغمہ سرا کے معنی میں مستعمل نہیں ہے لیکن اگر اُس کو ثنا مثناۃ مصادر سے جن کے معنی ستائش و نغمہ کے ہیں مشتق سمجھا جائے تو لغتاً کوئی استحالہ لازم نہیں آتا اور ایک دوسرا ایہام پیدا ہوجاتا ہے (فافہم)۔

امیر خسرو کے شعر ہشتم کا مصرع آخر مولانا نظامی کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع کا پورا خاکہ ہے۔ مگر پہلے مصرع نے کچھ لطف بڑھا دیا ہے۔ آخر اشعار میں

بے سائیگی کے مضمون کو اگرچہ پسندیدہ طور پر بیان کیا ہے لیکن اس بارہ میں زیادہ تر قابل قدر ظہوری ترشیزی کی موشگافی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ظہوری

سبک پی چناں در طلب قطرہ ریخت | کہ سایہ ز فرط گرانی گریخت
چو بر توسن وحدتش ہے زدند | ز ہمراہیش سایہ را پے زدند
کجا دیدکس سایۂ آفتاب | کجا درد ظلمت کجا نور تاب
ازاں شمع قدش نینداخت ظل | کہ خورشید تاباں نگردد خجل
ازو گر شدے سایہ تشریف یاب | شدے ابرہ او آستر آفتاب
بکوشش شد از سایۂ خود جدا | جدائی چنیں باید از ما سوا

ظہوری کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد اس امر پر غور کرنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ ظہوری نے آخر شعر میں اپنے کمال قدرت سخن طرازی سے اگرچہ مضمون اتحاد ذاتی کو جس خوبی سے ہمیشگی کے اوج کمال پر پہونچا دیا ہے وہ اہل نظر پر ظاہر ہے۔ مگر امیر خسرو کا شعر آخر جس کی واقعی خوبی کو آئندہ شعر کے ساتھ بیان کیا جائے گا گویا آسمان توحید واوج وحدت کا ایسا آفتاب نصف النہار ہے کہ جس نے بہت سے چمکتے ہوئے نجوم کو ذرّوں سے زیادہ بیتاب بنا دیا ہے اور اس سے امیر خسرو کے علم کلام کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے۔

مولانا جامی نے اس موقع پر لفظ محمدؐ کے حروف مفردہ کے اسرار و نکات

جو بیان کئے ہیں وہ بجائے خود نہایت پسندیدہ ہیں۔ مگر امیر خسرو نے دوسرے موقع پر جو ایک شعر لکھا ہے اُس کو ہم اس کے مقابل اس غرض سے پیش کرتے ہیں کہ معلوم ہو کہ اس سلسلہ میں بھی آپ کی جدّت طرازی قابل تعریف ہے ؎

نہ فلک از نامِ محمد مقیم　　　ہر دو جہاں در حدِ نامش دو میم

امیر خسرو

(اثبات فنا فی الذات)	در احمد از احد کامل جمالی ست	چو احمد بے احد شد صفر خالی ست	علم کلام والٰہی تفسیر
(اثبات تجلی ذات)	بنام احمدؐ اندر سجدہ نہ بام	مگر حم سجدہ ہست اندراں نام =	اشتقاق
(مداحی ملائکہ)	ملائک خواندہ تسبیح آسمانش	دخان و نور روشن از زبانش =	ایہام لطیف
تجلیات صفاتیہ	نوشتہ از دخاں پر نور منشور	دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور =	تلمیح
مظاہر تجلیات خاصہ	کہ امی ناخنش در ہر بنانے	کہ از نون و القلم نہ بد نشانے =	تلمیح
زورِ ید اللّٰہی	بنانش خرمنِ مہ کردہ جو جو	ز میمِ معجزش نیمہ مہِ نو =	اشتقاق
تلمیحات	ز حکمت نامۂ اوحیٰ کلامش	با علیٰ پایۂ ادنیٰ مقامش =	تقابل لطیف

ہمارے پہلے دعوے کے موافق امیر خسرو نے اس جگہ بلاغت کی خصوصیت کے ساتھ مضمون آفرینی کے اوج کمال پر اپنے آپ کو مہر عالم تاب بناکر چمکا دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اُس آئینۂ مظہر اتم ذات نے اپنے تعین صوری کو جو برائے نام پردۂ حقیقت تھا، بحر وحدت میں مستغرق ہوکر ایسا یگانہ بنایا اور نشان دوئی اس درجہ مٹایا کہ خود اپنی ہستی ذاتی کے شمار کی بھی گنجائش نہ رہی اور اس پہ برہان قطعی

یہ ہے کہ اگر احد کو احمد سے جدا کر لیا جائے تو صرف نقطۂ سرمیم کے سوا جو حقیقتاً ایک
خالی صفر اور نفی کی علامت ہے اور کچھ باقی نہیں رہتا اور بحالت موجودہ ترکیب صوری
بھی احمد سراپا تجلی عین احد ہے جس کا فرضی پردہ مردم صورت کے دیدۂ ظاہر بیں
کے لئے وہی نقطۂ میم کے سوا جو خالی صفر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور
کچھ نہیں ہے۔ وللہ درہٗ قائلاً۔

علم معنی و بیان و فن صنائع و بدائع کی تکمیل کو مدنظر رکھتے ہوئے متکلمانہ
حیثیت سے کسی مسئلہ اہم تصوف کو سلسلۂ سخن میں اس طرح ثابت کر دینا کہ ہر صحیح الفکر
شخص اس کو تسلیم کرے اور طرز ادا بھی لاجواب ہو، امیر خسرو کے خصوصیات خاصہ
سے ہے۔ احد اور احمد کے اس اتصال حقیقی کے پیچیدہ معمے کے عقدۂ لاینحل کو
جس قدر موشگافوں نے اپنے ناخن فکر سے باوقاتِ مختلفہ حل کیا ہے اس سے
بہتر کوئی مثال ہم نہیں پہنچتی۔ چنانچہ اس دعوے کے ثبوت پر چند منتخب مثالیں
پیش کی جاتی ہیں۔

مولانا نظامی

تختۂ اول کہ الف نقش بست	بر درِ محجوبۂ احمد نشست
حلقۂ حا را کالف اقلیم داد	طول ز دال و کمر از میم داد
لاجرم او یافت ازاں میم و دال	دائرۂ دولت و خطِ کمال

زلالی

زہے مستِ آنکہ احمدؐ را کمر بست فگندہ درمیانِ او احد دست
کہ سوئے خلوتِ خاصش کشانند بہ معشوقی بر او رنگش نشانند

اس کے بعد کے شعر میں علم کلام کا دوسرا پہلو اختیار کیا ہے کہ دلیل قطعی کے ساتھ
جب احمدؐ کا پردہ احد ہونا ثابت ہو گیا تو یہی وجہ ہے کہ نہ افلاک اور تمام عالم احمدؐ کے
نام پر سجدہ کر رہے ہیں اور اس کا ثبوت وہی حکم سجدۂ آدم علیہ السلام جس کی وقتی
حکمت عظمت نور (اول ما خلق اللہ نوری) تھی یا شب اسریٰ امامت و
حصول قرب احدیت ہے اور وہ کیوں کر سجدۂ تعظیم نہ کریں۔ آپ کے اسم شریف
(احمدؐ) میں حکمت ازلی حکیم احد مطلق کے موافق سورۂ حٰم سجدہ کے انوار اسرار
(حا و میم) کے اتصال سے جلوہ آرا ہیں اور وہ ایک خاص سورۂ قرآنی ہے جس میں
آیۂ سجدۂ واجب موجود ہے جس کا تفصیلی ذکر اصل کتاب کے تحت میں کیا گیا ہے۔
اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ ایسی دقیق مسئلہ اتحاد ذاتی کو کس خوبی سے ثابت
کیا ہے۔ علیٰ ہذا شعر سوم و چہارم میں آپ کو ملائکہ کی زبان سے شمع آسمانی قرار
دے کر بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایسے شمعِ افلاک حسن و جمال الٰہی ہیں کہ اس شمع
کی زبان اپنے رخ انور و گیسوئے منور کی تجلیات صفاتیہ سے سورۂ دخان
و سورۂ نور کے انوار ظاہر کر رہی ہے اور حضور اقدس کے زلف مشکیں کا
نور جو سراسر سورۂ دخان کا ظہور ہے۔ آپ کے روئے روشن کی سورۂ نور

پر متجلی ہو کر گویا نورٌ علیٰ نور کا مظہر اتم بن گیا ہے

پانچویں اور چھٹے شعر میں ایک اور عجیب و غریب بلیغ استعارہ اور دقیق ایہام سے شاہد نظم کے عارضِ تاباں پر اور چار چاند لگا دیئے ہیں کہ آپ کے انگشت مبارک کے ناخن کا ایسا کون سا بدر یا ہلال ہے کہ جس سے سورۂ ن والقلم کی درخشاں تفسیر کے عالمتاب انوار چمکتے نظر نہیں آتے گو دیدہ ہائے مردم خیرہ ہوں کیونکہ اگر پشت ناخن کے ضیائے بدر کو اظہار تجلی جمال (ن) میں ید بیضائے کمال حاصل ہے تو آپ کا تراشۂ ناخن جو اوج حقیقت کا ہلال ہے والقلم کے جلوۂ جہان آرا کا مشرقستان جلال بن رہا ہے۔ اس کے علاوہ قلم کے ایہام پر لطف نے جس کے خود معنی تراشہ قلم کے ہیں اور خرمن مہ اور جو جو کے دوسری صورت کے پاکیزہ ایہام اور تناسب کے دل فریب انداز نے کلام کی حسنِ بلاغت کو چہار چند کر دیا ہے۔

اب ہم اس جگہ مولانا نظامی کے اور چند اشعار اس غرض سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے دعوئے تفضیل خسروی کی تائید ہو اور یہ غرض نہیں ہے کہ کلیتاً مولانا نظامی کا نعتیہ کلام پایۂ فصاحت و بلاغت یا مرتبہ شاعری سے گرا ہوا ہے بلکہ ہر شعر کی فصاحت اور بیان کی سلاست پسندیدہ ایہامات کی لطافت مضامین کی آمد، قابل تعریف ہے۔ صرف مضمون آفرینی کی جدت اور معانی کی شوخی اور بلاغت کے اختراعات کے اعتبار سے امیر خسرو کی نظم کو اس موقع پر ضرور

فوق ہے۔

نظامی

بمعنی کیمیائے خاکِ آدم — بصورت توتیائے چشمِ عالم

ایازِ خاص و از خاصاں گزیدہ — ز مسعودی بمحمودی رسیدہ

سریرِ عرش را نعلینِ او تاج — امینِ وحی و صاحب سرّ معراج

برنج و راحتش در کوہ و غارے — حرم غارے و محرم سوسمارے

گہے دنداں بدستِ سنگ دادہ — گہے لب بر سرِ سنگے نہادہ

لب و دندانش زاں رسنگ زخنگ — کہ دارد لعل و گوہر جائے در سنگ

وصف معراج شہسوار میدان دنیٰ فتدلّٰی

امیر خسرو	مولانا نظامی
شبے تنگ آمدہ زیں حجرۂ تنگ	شبے رخ تافتہ زیں دیر فانی
ز پستی سوئے بالا کردہ آہنگ	بخلوت در سرائے اُمّ ہانی
رسیدہ پیکِ حضرت از رہِ دور	رسیدہ جبرئیل از بیتِ معمور
براقے غیب سنج آوردہ از نور	براقے برق سیر آوردہ از نور
ہمائے جلوہ در نہ باغ کردہ	زرنگ آمیزی ریحانِ ایں باغ
بہ نرگس سرمۂ ما زاغ کردہ	نہادہ چشم خود را مہرِ ما زاغ

[illegible]

نہ اختر لیک نے اختر پاک جاں تر | نہ ابر از ابرِ نیساں دُرفشاں تر
نہ گردوں لیک از گردوں رواں تر | نہ باد از بادِ بستاں خوش عناں تر

[illegible]

دوالِ چابکاں ناسودہ و وشش | نگاریں صورتے چوں صورتِ باغ
صفیرِ رائضاں نشنودہ گوشش | سرش یکہ از لجام و زآتش از داغ

[illegible]

زمین تا آسمانش نیم گامے | براں پرّندگی طاؤسِ اخضر
زگامش سیرِ گردوں نیم دامے | فگندہ از سر عشقش ہم بال و ہم پر

موجودہ اشعار جس ترتیب سے مقابلتاً سلسلہ وار مذکور ہیں اُن پر نظر کرنے سے باہمی فرق ظاہر ہوسکتا ہے کہ خسرو کے کلام میں جدّت و اختراع اور نظامی کے اشعار میں سلاست و فصاحت کس درجہ پائے جاتے ہیں۔ دوسرا شعر نظامی کا نہایت صاف اور شستہ الفاظ کے ساتھ ایک بولتی ہوئی زبان کی تصویر ہے۔ اگرچہ خسرو نے نقش ثانی کی رنگینی میں بہت کوشش کی ہے۔ علیٰ ہذا شعر سوم خسرو بظاہر جدّت اسلوب کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اُس کو براق کی مدح قرار دی جائے تو ایک تازہ خیال ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اُس کے آنکھوں پر محویت جمال انور کی وجہ سے مازاغ کی مہر فرض کی جائے تاکہ آدابِ نعت نبوی کا دامن کسی حالت میں ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ بالجملہ فضائے معراج میں طائر فکر نظامی کی بلند پروازی قابل تسلیم ہے گو امیر خسرو پہلو بہ پہلو رہنے کی کوشش میں ہر دم بال افشاں ہیں لیکن بایں ہمہ امیر خسرو کی ہر شعر میں استعارہ کا پہلو جداگانہ تشبیہ کی جدّت

نرالی۔ بندش کی چستی بے مثل۔ مثلاً کہنا یہ تھا کہ براق ایسا اسپ تیز رفتار تھا کہ کسی سوار نے اس پر سواری نہ کی تھی اس کو جس ترکیب سے بیان کیا ہے اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ الفاظ کی خسروانہ شان وشکوہ جملوں کا شاہانہ جاہ و جلال دلوں کے ہلا دینے میں جذب مقناطیسی کا اثر رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

زوال چابکاں ناسودہ دوشش　　صفیر رائضاں نشنودہ گوشش

مولانا نظامی کا جو شعر اس کے مقابل ہے وہ اپنے حسن سلاست کے ساتھ اس قدر پر زور نہیں ہے۔ براق کی تیز روی و سرعت پر متقدمین نے اگرچہ مختلف طور پر طبع آزمائیاں کی ہیں اور بالخصوص مولانا نظامی و امیر خسرو نے اکثر مقامات پر اس کے متعلق موشگافی کو درجہ اعلیٰ پر پہنچا دیا ہے۔ لیکن متاخرین میں مرزا غالب نے براق کی صفت کو جس خوبی و نازک خیالی کے ساتھ بلاغت و فصاحت کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے عروج کمال پر پہنچایا ہے وہ بے عدیل و بے نظیر ہے۔ اگرچہ امیر خسرو نے مثنوی دولرانی وخضرخاں میں اس کا خاکہ قائم کر دیا ہے۔

غالب

براقے ز مقراض لا تیز تر　　جمالے ز الّا دلاویز تر

لیکن مولانا نظامی نے اس موقع پر بھی جس قدر مضمون آفرینی کی ہے وہ نقش اول ہونے کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل تعریف ہے۔

امیر خسرو

نخست از بیت اقصیٰ در گشوده
باقصیٰ قبلهٔ دیگر نموده
چو در محرابِ اقصیٰ ریخت نور
جنیبت رانده سوئے بیت معمور
لبش کرده بچندیں رشتهٔ دُر
گریبانِ مه و جیبِ فلک پُر
ز شادی زهره بربط گیر گشته
عطارد چشمِ بدرا تیر گشته
چو دیده پرتوِ آں نورِ جاوید
بخواهش بر زمیں غلطید خورشید
سیاست در کفِ بهرام داده
سعادت مشتری را وام داده
براقش چوں به کیواں در رسیده
ز نعلش گوشش چوں هندو بریده
ثوابت راه او از دیده روباں
دو دیده در رکابش پائے کوباں

مولانا نظامی

چو مرغے از مدینه بر پریده
باقصی الغایت اقصیٰ رسیده
بروں رفته ز نُه هم تیز هوشاں
ز خرگاهِ کبودِ سبز پوشاں
فلک را قلب در عقرب دریده
اسد را دست بر جبهت رسیده
ازیں گردابه چوں بادِ بهشتی
به ساحل گاهِ قطب آورده کشتی
ز رفعت تاج داده مشتری را
ربوده ز آفتاب انگشتری را
چو یوسفؑ شربتے از دلو خورده
چو یونسؑ وقفهٔ در حوت کرده
ثریا در رکابش مانده مدهوش
ببر هنگی حمائل بسته بر دوش
چو بنوشت آسماں را فرش بر فرش
باستقبالش آمد تارک عرش

سلاست بیان، طلاقت لسان، حسن معانی، روانی و درفشانی وغیرہ نظم کی تمام خوبیاں ادھر کلام خسرو میں موجود ہیں۔ اُدھر نظامی کی نظم کی بلندی۔ الفاظ و معانی کے باہم روابط۔ بندش کی بیساختگی۔ مضامین نو کی آمد، فصاحت کی صباحت اہل نظر کو آئینۂ حیرت بنا رہے ہیں۔ نظامی نے بعض ثوابت و سیاروں کے ساتھ اکثر بروج کا ذکر جس طرح پسندیدہ طور پر کیا تھا خسرو نے اپنی خدا داد جدت اور فطری ذہانت سے اُس کے مقابل ترتیب کے سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کل سبعہ سیارے کے پُرلطف نظارہ کو ایسی خوبی سے دکھایا ہے کہ ارباب نظر حیران ہو جاتے ہیں اُس پر اکثر اشعار میں ایسے استعاراتِ عجیبہ و ایہاماتِ غریبہ ہیں کہ جن کے تجلیات کے پرتو سے دیکھنے والوں کی آنکھیں تلملا جاتی ہیں آیندہ منازل افلاک کے طے کرنے کے بعد سیر عرش کا ذکر کرنا مقصود ہے جس کو نظامی نے نہایت فصاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے۔

نظامی

چو بنوشت آسمان را فرش بر فرش ۔۔۔۔ باستقبالش آمد تارکِ عرش

مگر اس کے مقابل خسرو کی جدت طبع قابل دید ہے۔

خسرو

کشادہ بندِ نعلینِ فلک مال ۔۔۔۔ ازو در ساقِ عرش افگندہ خلخال

(سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ) بلاغت کی وہ آب و تاب ہے کہ برگ گل

اور پردۂ چشم ماہ میں چھپی ہوئی۔ عروس فکر کی جدّت ہے کہ مریم کی طرح وصف نگارت کے ساتھ مسیحا نفس معانی کی حامل۔ خلخال اور ساق کے بے عدیل استعارہ نے حضور اقدس کی نعلین مبارک کے عزو جاہ کے بیان میں خسرو کے اس شعر کو فرق عرشِ سخن کا گویا درّۃ التاج بنا دیا ہے۔

مقام سیر میں جس طرح حضور اقدس ترقی کر رہے ہیں اسی نسبت سے آپ کے شیدائیوں اور دلدادوں کے ذہن رسا و بلند پرواز فکروں کو معانی کی اوج گرامی میں روز افزوں افزائش ہے (قاب قوسین) پر آپ کا گزر ہے۔ واقعہ نویسی کے طور پر کہا جاتا ہے۔

نظامی

فرس بیروں جہاند از جملہ کونین　　علم زد بر سریر قاب قوسین

فصاحت نے بڑھکر قائل کا مونھ چوم لیا۔ دوسرے صاحب دل اسی نغمۂ دل کش کو اپنی جوش انگیزی میں کچھ ایسے دھن سے الاپتے ہیں کہ بلاغت فصاحت کو ساتھ لئے ہوئے آپ کے پیروں پر گر پڑتی ہے۔

خسرو

شدہ عین الیقین را قرۃ العین　　گزشتہ ہمچو تیر از قاب قوسین

حضور رجان نور کے مقام تقرب کے سیر کو سلسلۂ ترقی لحاظ رکھتے ہوئے قرۃ العین یقین ہونے اور تیر کی طرح قاب قوسین سے گزرنے کے ساتھ تعبیر کرنا ایسی

شیوا بیانی ہے کہ اُس کا لطف (در گفتن نمی آید) آئینہ حضور اقدس حبیب اکرم مکان لامکان کی بزم قرب میں مسند نشین ہیں اور ذات بحت کے دائرہ انوار نے اپنے آغوشِ شوق کے احاطہ سے آپ کو مرکزِ محیط بنا کر حجابِ دوئی اُٹھا دیا ہے نہ تعلقاتِ امکانی کا کچھ اثر باقی ہے نہ لوازمِ انسانی کا کوئی نشان۔ خوش گفت آں کہ گفت۔

نظامی

جہت را جہد ز جہت شکستند | مکاں را نیز بر قع باز بستند
قدم بر قعہ ز روئے خویش بر داشت | حجابِ کائنات از پیش برداشت
کلامِ سرمدی بے نقل بشنید | خداوندِ جہاں را بے جہت دید
بہر عضوے تنش رقصے برآورد | ز ہر موئے دلش چشمے برآورد

بے جہتی کے مضمون کو پہلے مصرع میں جس بلاغت سے بیان کیا ہے وہ آخر شعر کے حسن ادا کے ساتھ لاجواب ہے اور اُس کا مقابلہ خسرو کے سوا دوسروں سے دشوار

خسرو

ز راہش گرد وہم از پیش و پس خاست | جنیبت جہت کردہ از چپ و راست
گزشتہ از حدِ بالا و زیری | بملکِ لامکاں کردہ دلیری
گریبانِ جہت را پارہ کردہ | جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

بیان میں سادگی ہے مگر طرزِ تقریر کا پہلو جداگانہ اور جدت کا رنگ ظاہر

جہات ستہ پیش وپس چپ و راست بالا و زیر کی تشریح پردۂ اجمال میں اس
خوبی سے بیان کردی ہے کہ اُس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ جنبیت قصد
نبوی کا میدان چپ و راست سے جست کرنا اور گریبان جہت کی دریدگی کے ساتھ
عالمِ بے جہت کا نظارہ امیر خسرو کے حسنِ نظم کے جلوے ہیں۔ حضورِ اقدس
انعاماتِ الٰہیہ سے مالامال ہوکر گدا نوازی مدنظر رکھتے ہوئے جہانِ صورت میں
واپس تشریف لاتے ہیں اور معراج کا مضمون ختم ہوجاتا ہے۔

امیر خسرو	مولانا نظامی
شدہ نفس از سلامِ غیب شادش	دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود
حدیث از نفس کردہ خیر بادش	دلش در چشم و چشم اندر دلش بود
چو مالامال گشت از نعمتِ پاک	چو پوشید از کرامت خلعتِ خاص
بہ بذلِ نعمت آمد جانبِ خاک	بیامد باز پس با گنج اخلاص
بہ یاراں کرد رجعت مژدہ در مشت	گلے شد سرو قدے بود کامد
زسیفورِ عنایت شقہ بر پشت	ہلالے رفت و بدرے بود کامد
براتِ رحمت از غیب انس و جاں را	خلائق را برائے شادی آورد
خطِ آزادیِ آتش جہاں را	ز دوزخ نامۂ آزادی آورد

مولانا نظامی کی اوجِ نظم پر بلند پروازی ایسی نہیں ہے کہ ہر شاعر کا طائرِ فکر
آپ کا ساتھ دے سکے۔ یہ امیر خسرو ہی کی خصوصیات سے ہے کہ وہ ہر موقع پر قدم

بہ قدم رہنے کی کوشش میں کامیاب ہونے کا قصد رکھتے ہیں چنانچہ مولانا نظامی کا پہلا اور تیسرا شعر بلاغت اور فصاحت کے اعتبار سے ایسا نہ تھا کہ اس کا جواب ہو سکے لیکن امیر خسرو نے پہلی شعر میں بلاغت کے ساتھ نفس مضمون کو نہایت خوبی سے بیان کیا اور آیندہ اشعار میں حضور اقدس کی ذرہ نوازی اور (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) کی تلمیح کو کامل تشریح سے ثابت کر دیا۔ ہر شعر کا جداگانہ مقابلہ کرنے سے امیر خسرو کا کمال سخن ظاہر ہوتا ہے۔

مدح شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام

امیر خسرو کو چونکہ اپنے شیخ کے ساتھ فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہے اسی وجہ سے وہ ایسے موقع پر ہمیشہ بے اختیار و بے خود پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ نبی کا بازوئے راست اسرار قضا کا محرم، مقام (لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل) کی ولایت تامہ کا والی، میراثِ نبوی کا کامل نصاب، آپ کی کرامات کا معجزات کے ساتھ توام، مقام طیر میں حضرت جعفر طیار کی نظیر، سر (ید اللہ فوق ایدیھم) کا مظہر، حجرہ مبارک کا آشیانۂ مرغان فردوس، جبریل و ملائکہ کا صحن خانہ انور میں ہر دم ہجوم مسیح خرد کا مورد قرار دینا ایسے تمام صفات کا ذکر۔ آپ کی محویت تامہ و فنائیتِ کاملہ کے براہین قاطعہ ہیں۔ باایں ہمہ جدّت اسلوب و ابداع و اختراع استعارات و ایہامات و ایجاد و التزام تشبیہات

وصنائع کا دامن کسی وقت ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ ہر سادہ اور معمولی مضمون کو فصاحت کا پہلو اختیار کئے ہوئے ایسے پسندیدہ طریق بلاغت سے بیان کرتے ہیں کہ رنگ سخن کی بہار ہزار گونہ بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً بیان کرنا ہے کہ شیخ المشائخ مؤید اسلام ہیں اور آپ کا مرتبہ آسمان سے زیادہ رفیع ہے۔ آپ سعادت ابدی کے سرمایہ دار اور اسرار یداللّٰہی کے واقف کار ہیں اور ایسے مضامین کو اور شعرائے بھی لکھا ہے مگر آپ کا طرز ادا قابل لحاظ ہے۔

امیر خسرو

نظام الحق نبی را بازوی راست · کہ چرخ از رفعتش عطف مصلاست
ہمش سہم سعادت شست در دست · ہمش سر یداللّٰہ چوں کف دست

دعویٰ تائید اسلام کو اول اس شان و شکوہ خسروانہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ بازوی راست نبی ہیں۔ پھر ثانیاً متکلمانہ طور پر اُس پر وہ استدلال ہے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہ رہے (کہ چرخ از رفعتش عطف مصلاست) اُسی معمولی مضمون کو ایسی دقیق پیرایہ بلاغت سے بیان کر دیا ہے کہ اُس کا فیصلہ ارباب معانی ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اظہار رفعت کے محل پر فلک رفیع کو شیخ المشائخ کا عطف مصلا قرار دینا کس درجہ مرتبہ ارفع جاہ و جلال کا علو اعلیٰ ہے اور سہم سعادت کے شست در شست ہونے کے ساتھ سر یداللّٰہ کا کف دست کی طرح پیش نظر بنا نا وقت ایہام و بلاغت کلام کے علاوہ کس مرتبہ کی نازک خیالی

اور جدت طرازی ہے۔ سہم، شست، یدکف، دست کا تناسب اور ایہام لفظاً و معناً اُس پر چسپت بندش الفاظ کا طرہ فصاحت و بلاغت نظم کے لئے گویا گوہر گوش ہے۔ پھر دوبارہ شیخ المشائخ کی رفعت و بزرگی کو اُسی آسمان کے مقابل اعلیٰ بیان کرتا ہے۔ نہایت بے ساختگی سے فرماتے ہیں۔

خسرو

یکے دو دراز کلاہش آسمان ست   اگرچہ سر بزرگی درمیان ست

استعارہ کا پہلو جداگانہ ہے اور تشبیہ کی جدت لطیف۔ وہاں آسمان عطف مصلیٰ تھا اور یہاں کلاہ معلّیٰ کا ایک دو در اُس پر سر بزرگی کا کلاہ و فلک کے مقابل درمیان ہونا باعث خداداد کے ساتھ کس درجہ کی فطری فصاحت ہے۔ شیخ مسواک کر رہے ہیں اور دندان انور کی ضیائے مہتاب گویا امیر خسرو کے پیش نظر ہے کس سرمستی سے کہتے ہیں۔

خسرو

بیاید چو سے از دندانش پاک   ثریا را بداده سدره مسواک

دوسرے مصرع کے استعارہ کی لطافت اور تخیل کی جدت قابل لحاظ ہے کہ ایک پس پا اُفتادہ مضمون کو کس درجہ اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔

امیر خسرو کی نسبت یہ دعویٰ کہ انھوں نے بے شمار تشبیہیں، بے حد استعارے، سیکڑوں نئے نئے خیال، ہزاروں جداگانہ بندشوں کو ایجاد کیا، غزل کی

شاعری کے سوا اُن کی مثنویات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

شیریں کی ہوش ربا تصویر اور میدان صید افگنی میں اُس کا دل کش نظارہ

امیر خسرو

کلہ داری ست چوں شاہان سرافراز | نہ بر رسم عروساں مقنع انداز
بشکل آہو بدل شیرِ دلیرست | نگیرند آہوئش زیرا کہ شیرست
بناوک موئی را صد شاخ کردہ | بہ نیزہ کوہ را سوراخ کردہ
بتاریکی زند از تیرِ قتال | مگس را با سلیق از پشۂ قیفال
برش کز لطف چوں دُرِ یتیم ست | درونش آہن و بیرونش سیم ست
کشیدہ چوں بچوگاں آرزد دستیں | شکستہ دیدۂ گردوں زگویش
چو گویش خاک بوسی ساز دارد | بچوگانش از تواضع باز دارد
جمالش خود صفت کردن نہ زہرست | کہ ایں صورت بدیں معنی گواہست
زآہن کردہ گنجِ خویش مسمار | کلید کس نیابد بر درش بار

سلیماں چوں بہ بلقیس افگند شست　　　چہ زیبا باشد ایں خاتم بران دست

ہر شعر کے تناسب الفاظ و مراعات معانی و التزام لزوم مالا یلزم آپ کی ایک مستقل روش شاعری کے لئے فی نفسہ شاہد ہیں۔

جب وہ چوگان بازی کا ارادہ کرتی ہے اُس کی گوئے گردوں شکوہ دیدۂ گردوں کو کور بناتی ہے اور جب اُس کی گیند زمین پر گرنے کا خیال دل میں لاتی ہے وہ بذریعہ چوگان اُس کو تواضع اور خاک بوسی سے بچاتی ہے۔ سبحان اللہ بظاہر اس میں غلو و اوج کے مبالغہ کے سوا چشم ظاہر بیں میں اور کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ لیکن حقیقتاً اگر دیدۂ غور سے دیکھئے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ اُس کو فن چوگان بازی میں یہ مہارت حاصل ہے کہ کھیل کے وقت ہمیشہ اُس کی گیند آسماں کی طرح ہر دم چکر لگاتی رہتی ہے اور زمین تک نہیں آ پاتی۔

آیندہ اور صفات کے بعد اُس کی عصمت اور عفت کا ذکر خاص طور پر بیان کیا ہے کہ با ایں ہمہ عشرت پرستی اُس نے لذات نفسانی اور خواہشات شہوانی کے دروازہ کو بیداری و مستی ہر حالت میں بند کر رکھا ہے اور اُس نے اپنے گنج عفت کو لوہے سے اس طرح مضبوط و مستحکم کر دیا ہے کہ کسی کے کلید آرزو کو اُس کے قفل در تک رسائی نہیں اور کوئی اُس کے سامنے شوی و جفت کا ذکر نہیں کر سکتا۔

آخر کا شعر خاص طور پر فن سخن گوئی کے کمال کو ظاہر کرتا ہے کہ اگر سلیمان کو بلقیس پر قبضہ ہو جائے تو اس سے بہتر اور کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی کیونکہ

یہ خاتم دست سلیمان ہی کے لئے زیبا ہے۔ فصاحت کے ساتھ تناسب و تقابل و مراعات النظیر تمام خوبیاں موجود ہیں۔

اب ہم چند اشعار اس مضمون کے متعلق مولانا نظامی کے پیش کرکے اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے ملک سخن کے زبردست حکمران اہل زبان کے مقابل جو ہر میدان کا قصب السبق رہا شہسوار ہے۔ قلم اٹھاکر سرخروئی حاصل کرنا امیر خسرو کا کام تھا ورنہ بڑے بڑے نامآور شعرا ایسے میدان میں افتان و خیزان سراسیمہ نظر آتے ہیں۔

نظامی

(صفت شاپور)

قلمزن چابکے صورتگر چنیست ... کہ بے کلک از خیالش نقش میبست

چناں در لطف بودش آب دستے ... کہ بر آب از لطافت نقش بستے

(خلاصہ سراپائے شیریں)

شب افروزی چو مہتاب جوانی ... سیہ چشمے چو آب زندگانی

کشیدہ قامتے چوں نخل سیمیں ... دو زنگی بر سر نخلش رطب چیں

تو گوئی بینیش تیغ ست از سیم ... کہ کرد آں تیغ سیبے را بدو نیم

صبا از زلف در رویش چلیپا ست ... گہے قاقم گہے قندز فروش ست

مو کل کردہ بر ہر غمزہ غنجے ... زنخ چوں سیب غبغب چوں ترنجے

ز لعلش بوسہ را پاسخ نہ خیزد ... کہ قفل از بر کشاید در بریزد

بچشم آہواں آن چشمۂ نوش
دہد شیر افگناں را خواب خرگوش

نہادہ گردن آہو گردنش را
بآب چشم شستہ دامنش را

مولانا نظامی نے ایسے اور چند سراپا کا مرقع اپنے اسی مثنوی میں کھینچا ہے جس کا نمونہ پیش کیا گیا۔ قابل غور یہ امر ہے کہ امیر خسرو نے اپنی ذہانت اور ذکاوت سے کس قدر جدید اور پاکیزہ پہلو پسند کیا ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر اپنی روش کو بدل کر رفعت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ ہو بہو کا مقابلہ سخت دشوار ہوتا۔

رسیدن خسرو و شیریں در شکارگاہ و نظارہ باہم دگر

دوسرے شعر میں شیریں کے تکرار نے قند مکرر کا لطف پیدا کر دیا ہے۔ تیسرے شعر میں تشبیہ کی جدت اور استعارہ کا لطف شاعر کا کمال ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس قدر نازک خیال شخص تھا۔ چوتھے شعر میں ایسا ایک دقیق ایہام ہے کہ ہر شخص اس کا لطف نہیں اٹھا سکتا کیونکہ ماہ در خرمن کے معنی چاند کے ہالہ میں آجانے کے ہیں جو قمر کی خاص حالت ہے جس کو ہر شخص نہیں غور کر سکتا۔ ادھر شیریں غمزہ و تیر سے آہو کو شکار کر رہی ہے۔ ادھر پرویز صحرا نوردی کرتا ہوا اور اس کے شوق میں بے خبر و مدہوش آوارہ گردی میں مبتلا اس کے مقابل آجاتا ہے۔ اس نظارہ کو دیکھئے کیسی بے مثل تصویر ہے۔ برابر چشم بر چشم ایستادند۔ نظر در دیدہ رو بر رو نہادند۔ ایک ایک شعر پورے مرقع کا جلوہ گاہ ہے۔ پرویز ہر چند گوشۂ چشم سے نگراں ہے مگر

اُس کا دل شیریں کے توشہ خانۂ چشم کی مہمانداری سے سیر نہیں ہوتا وہ ہر چند چاہتا ہے کہ دل کو قائم رکھے۔ مگر حالت طوفان میں کوئی شخص کس طرح زمین پر جم سکتا ہے۔ تشبیہ کا پہلو ملاحظہ ہو۔ آخر چار و ناچار ضبط سے کام لے کر گھوڑے کو چلا دیتا ہے۔ مگر ؎

زحیرت در قفا میدید و می رفت

جا رہا ہے اور گردن کو موڑ موڑ کر بار بار پیچھے دیکھتا جاتا ہے۔ واقعہ نگاری اس کو کہتے ہیں کہ اصل حالت کی تصویر آنکھوں میں کھنچ رہی ہے۔

خسرو پرویز چلدیا ہے اور اُس کی جوینده شیریں اُس کے فراق میں تباہ حال ہے اور وہ اُس کے پیچھے اس طرح رواں ودواں ہے کہ گویا شاہین اپنے رمیدہ شکار کبوتر کا متلاشی ہو۔ ہر موقع پر تشبیہ کا نیا پہلو ہے مگر محل کے مناسب اور شاہد مقصود سے دست وگریبان۔ اس کے علاوہ آیندہ شعر ؎

سمن بر خیمہ زد زیر چنارے

جداگانہ لطف رکھتا ہے۔

شیریں کی طرف سے ایک کنیز سرو قد پیامبر بن کر قیام گاہ پرویز کی طرف جاتی ہے۔ یہاں کس خوبی کے ساتھ جماعت پرویز کو بیگانگانِ آشنا رو کہا ہے شاپور جواب میں صاف کہدیتا ہے کہ ہم ہر شخص کو اپنے پیام وسلام کے قابل نہیں جانتے اگر خود بانوے زمانہ تمھاری ملکہ ہم سے دریافت کرے تو ہم اپنے

رازِ نہاں کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ آخر شاپور بُلایا جاتا ہے اور خسرو پرویز کے حالات کے سلسلہ میں کہتا ہے

فرس گلگونِ آں سروِ بلند ست

اس مصرع کی ترکیب اور الفاظ کا تناسب کس درجہ دلچسپ اور فصیح طرز پر ہے

شیریں چوں کہ مدت سے پرویز کے حالات سُنکر اُس کی مشتاق اور دل دادہ ہو رہی تھی اور اپنے آپ کو اُسی کے مناسب سمجھتی تھی اس لیے اُس کی ملاقات کی غرض سے روانہ ہو جاتی ہے۔ اس سادہ مضمون کو کس درجہ بلیغ طریقہ سے بیان کیا ہے کہ اُس کا جواب نہیں ہو سکتا

نثار شاہ را رہ رفتہ می داشت　　کہ مروارید خود ناسفتہ می داشت

پرویز نے جس وقت شیریں کے حسن و جمال کو اس تازہ روئی سے دیکھا

شدش تازہ زسر دیوانہ خوے

دوبارہ از سرِ نو دیوانہ ہو گیا اور گھوڑے سے اُوتر کر شیریں کی پا بوسی کرتا ہے اس کی تصویر ملاحظہ ہو

چو سبزہ بوسہ زد بر پائے شمشاد

گویا ایک خاص منظر نظر آ گیا۔ مقابلہ کا میدان ہے اور برابر کا معرکہ

دو عاشق روے در روے دست دیدا　　نظر بر کار ماندہ عقل بے کار

تحیر کا عالم ہے اور حیرت کا منظر۔ شیریں متعجبانہ نقش دیوار بن کر کہتی ہے

کہ یارب ایں چہ دولت بود مارا　　کہ ابرے چوں تو مہماں شد گیارا

مگس جلاب شیریں را بود قید　　چہ شیریم کہ عنقا کردہ ام صید

سبحان اللہ تشبیہات جدیدہ اور استعارات عدیدہ کا ایک سلسلہ لا انتہا ہے کہ ختم نہیں ہوتا۔ فصاحت کا دریا موجزن ہے۔ بلاغت کے درِ شاہوار گوہر گوش اہل ہوش ہیں۔ بالآخر خسرو پرویز اپنی ضرورت ظاہر کرکے شیریں سے رخصت سفر چاہتا ہے شیریں معشوقانہ ناز و انداز و شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ بہ تقاضائے عشق اظہار عجز کرتی ہے کہ ؎

اگر خورشید بر پایم زند بوس　　ز لیست پائے خویشم آید افسوس

چو خودمی بوسم اکنوں پشت پایت　　تو لیست پا زنی شاید زرایت

خسرو بعدہٗ مجبور ہوکر اظہارِ عشق کر دیتا ہے کہ میں کسی طرح جانا نہیں چاہتا صرف تیرا امتحان و داد مقصود تھا۔ آئندہ خسرو پرویز شیریں کا مہمان ہے اور مہین بانو خود اس کی میزبان ہے۔ بزم عشرت قائم ہے اور جام کا دور چل رہا ہے۔ ارباب نشاط نغمہ سرائی کر رہے ہیں۔ عود و عنبر سلگ رہے ہیں اس مجمع عشرت و محفل شادمانی میں شیریں و پرویز کی صورت پہ نظر کیجیے ؎

چو ماہِ چاردہ بنشستہ خسرو　　پری وش در تواضع چوں مہِ نو

مرحبا۔ تواضع میں بھی شانِ محبوبی نہیں گھٹتی۔ اس موقع پر شیریں کی خاص یہ حالت قابل دید ہے کہ شوق اس کو بیتاب کر رہا ہے مگر ناز و کرشمہ جو حیا کے ساتھ

ہم پہلو ہیں اُس کے مانع - بہرحال ؎

دو مشتاق از غمِ دوری مشوش • فراقے درمیاں چوں کوہ آتش

اس مضمون میں امیر خسرو نے جس جگہ غروب آفتاب پر ایک سادہ مضمون نہایت شان و شکوہ سے لکھا ہی اُس کے مقابل ہم مولانا نظامی کا خیال ظاہر کرتے ہیں - جس کا مقابلہ سخت دشوار ہی ؎

چو مشکیں جعد شب را شانہ کردند • چراغِ روز را پروانہ کردند

بزیرِ تختِ نردِ آبنوسی • نہاں شد کعبتینِ سندروسی

خبر یافتن شیریں از عقد خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بفرہاد در آمیختن

شیریں خسرو کی عشق تازہ اور عقد جدید کی خبر سنکر آتشِ رشک سے بھڑک اُٹھتی ہی اور سوزِ فراق کے شعلے اُس کو جلا جلا کر تباہ حال بنا رہے ہیں - وہ شبانہ روز حیران و سرگردان ہی کہ ایسی مصیبت میں اُس کا گزر کوہِ بےستون پر ہوتا ہی فرہاد اُس کو دیکھکر والہ و دلدادہ ہو جاتا ہی - شیریں جوئے شیر کھودنے کی فرمائیش کرتی ہی اور وہ اُس کو منظور کر لیتا ہی - بالآخر شیریں اُس کو اپنا مہمان بنا کرنے آتی ہی اس مختصر مضمون کا مرقع خامہ سحر کار سے ہر ایک جادو نگار شاعر نے کھینچکر اہل نظر کو حسن و عشق و سوز و گداز عشوہ و ناز و عجز نیاز کی بولتی ہوئی تصویروں کا دلدادہ بنا دیا ہی - مولانا نظامی جس جگہ کسی نغمہ کو اونچے سروں میں الاپتے ہیں امیر خسرو

اُس کو مدہم کرکے اور کسی موقع پر ایسے سر لگاتے ہیں کہ گنبد گردوں پر زہرہ کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مولانا نظامی نے شیریں کی خستہ حالی کو جو اُس کی مناجات اور دعائے سحر کے الفاظ میں ظاہر کیا ہے وہ قابل قبول ہے۔

امیر خسرو

خبر شد چوں بہ شیریں مشوش — کہ خسرو شد بہ شیرینِ دگر خوش
گر از جورِ فلک دل تنگ می بود — گہے با بختِ بد در جنگ می بود
نہ دلداری نرگس نے یاری از یار — ہم از دل در رماندہ ہم ز دلدار
دلے و صد ہزار اندوہ بر دل — ز بے سنگی غمے چوں کوہ بر دل
بہ تنہائی نشستے در شبِ تار — ہمہ شب تا سحر بگریستے زار
کشیدے ہر دم از دل دُر باشے — فگندے چشمِ انجم را خراشے
شبش تا صبحگاہ ایں کار بودے — بروزش کارِ خود دشوار بودے
جنیبت را بروں راندے ز اندوہ — گہے در دشت بودے گاہ در کوہ

نظامی

چو شیریں کیمیائے صبح دریافت — ازاں سیما بکارے روئے برتافت
شبستاں را بروئے خویشتن رفت — بزاری با خدائے خویش می گفت
خداوندا شبم را روز گرداں — چو روزم در جہاں فیروز گرداں
شبے دارم سیاہ از صبح نومید — دریں شب روسفیدم کن چو خورشید

ندارم طاقت و بیمار چندیں	اغثنی یا غیاث المستغیثین
تو ئی یاری دہِ فریادِ ہر کس	بفریادِ من فریاد خواں رس

اس مناجات کے بعض اشعار ورد بنانے کے قابل ہیں اور آیندہ اس مناجات میں اکثر ایسے اشعار ہیں جن میں قسمیں اور واسطے دلا دلا کر نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعا مانگی ہے وہ خصوصیت کے ساتھ قابل دید ہے۔ ہم آیندہ امیر خسرو کے قسمیہ اشعار کے مقابل اُن کو پیش کرینگے۔ اسی سلسلہ میں مولانا نظامی نے اس موقع پر فرہاد کے تفصیلی حالات بیان کئے ہیں۔

مردن فرہاد در عشق شیریں و حالت او

اس مضمون میں زندگی فرہاد کش کا سراپا نہایت دل کش طریقہ پر لکھکر ثابت کردیا ہے کہ نازک خیال شاعر کا قلم فی الحقیقت کسی رنگین نگار مصور کے خامہ مو سے نقاشی میں کم نہیں۔ جس طرح صنعت کار مصور ہر قسم کی تصویر اور ہر منظر کا نقش صورت کھینچنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسی طرح روشن دماغ شاعر شاہدان مہ جبین و حسینان مہر طلعت کا مرقع تیار کرنے میں وہی دستگاہ رکھتے ہیں جو قدرت اُن کو کریہ منظر عفریت خصال و بدہیئت نازیبا اشکال اشخاص کی تصویر کھینچنے میں حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح اُن کا مدحیہ منظر سرمۂ دیدۂ اہل نظر ہو سکتا ہے، اسی طرح اُن کی ہجو کا نظارہ بھی دقیقہ رس سخن چین ارباب کمال کی نگاہوں میں مردم دیدہ سمجھا جاتا ہے۔ ہر نقش و نگار کا واقعی

کمال یہ ہے کہ وہ اصلی واقعہ کی صورت کا رہنما ہو علیٰ ہذا اس ظالم جفا کار کے سراپا کو دیکھکر بھی اُس کی قابل نفرت شکل آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

وہ شیریں کے مرنے کی غلط خبر فرہاد کو سُناکر اپنی یاوہ گوئی سے اُس کو یقین دلا دیتا ہے کہ در اصل شیریں کا انتقال ہوگیا۔ امیر خسرو کی روایت کے موافق فرہاد پہاڑ سے سر ٹکرا کر شیریں کا نام لیتے ہوئے خودکشی کرتا ہے اور عشاق کی جماعت میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑ جاتا ہے۔ آئندہ زمانہ کی جفاری، بے مہری، بے وفائی غداری، ستم شعاری کو مختلف امثال بے مثال و دلائل و براہین متکلمانہ سے نہایت فصاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

مولانا نظامی نے بھی اس موقع پر فرہاد کش نامیمون سیہ کار کا حلیہ مختصر طور پر بیان کیا ہے جس کو ہم بطور انتخاب لکھیں گے مگر امیر خسرو نے اپنی عادت قدیم کے موافق اس پہلو کو خالی پاکر پورا زور دے دیا ہے۔

امیر خسرو

ملک را بود زنگی پاسبانے ۔۔۔ ترش رخسارہ و کج کج زبانے

چو دیو دوزخ از عفریت روئے ۔۔۔ چو زاغ کہنہ در بسیار گوئے

تہی گاہش فراخ و حوصلہ تنگ ۔۔۔ چو زاروغ ترش سبلت شدہ زنگ

شکم چوں دیگدان آتش اندود ۔۔۔ دہن چوں وام دار دیر خوشنود

دہانش را کسے نادیدہ باہم ۔۔۔ لبش با آشنائے نا فراہم

خصومت پیشہ و ابلیس خوئے ۔۔۔ عوائے منت خواری جنگجوئے

چو دیدے دوریِ کس در میانہ ‏ ‏ ‏ ‏ زمرگِ او خبر گفتے بہ خانہ

بماتم ہا بخندیدے طرب ناک ‏ ‏ ‏ ‏ فگندے در عروسیہا بسر خاک

اگر کردندے از چوبش فرو کوب ‏ ‏ ‏ ‏ زباں چوں ارّہ کردے در تہِ چوب

وگر سنگے زدندش خلق در جنگ ‏ ‏ ‏ ‏ چو آہن تیز گشتے در تہِ سنگ

گنہ در سبلتش بیضہ نہادہ ‏ ‏ ‏ ‏ بموئے بینیش زشتک اوفتادہ

سگے سگ چہرہ با خوئے پلنگاں ‏ ‏ ‏ ‏ خرے خرزہرہ نام او خرنگاں

بہ پیشانیش داغے برکشیدہ ‏ ‏ ‏ ‏ چو خطے در خطائے در کشیدہ

نظامی

چو سگ در داورے باطل ستیزے ‏ ‏ ‏ ‏ چو گربہ زود خفت و دیر خیزے

یکے خروار نان خوردی و بے زور ‏ ‏ ‏ ‏ ہزار افسانہ بشنیدے و دل کور

نکردہ ہیچ کارے پائے برجائے ‏ ‏ ‏ ‏ وگر کردے فرو افتادے از جائے

چو قصاب از غضب خونی نشانے ‏ ‏ ‏ ‏ چو نفاط از بروت آتش فشانے

صفت پیرزن ندیمۂ شیریں و کشتن او شکر ملکۂ اصفہان را

زنگی جفا کار قاتل کوہ کن فرہاد ناشاد کے بعد یہ دوسرا خاکہ اسی قسم کی ایک اور دلالہ ستمگار جفا کار پیرزن کی تصویر کا ہی جس کو شکر کے ہلاک کرنے میں گویا اس زنگی کی مربیہ ماں ہونے کا شرف حاصل ہی وہ شیریں کے حکم کے موافق اصفہان

پہنچکر شکر کے محل میں داخل ہو جاتی ہے اور موبونہ بولی بن کر کچھ عرصہ کے بعد زہر ہلاہل سے اُس ناکام کا کام تمام کر دیتی ہے۔ اس موقع پر اُس پیر زن کی حیّالی و عیاری اُس کی چالاکی و ہوشیاری اور زہر کے اثر کے وقت شکر کی گریہ و زاری، یاس و حرماں کی حالت اور آخر وقت اُس کی درد انگیز تقریر کی دلکش تصویر ایسی پُر لطف کھینچی گئی ہے کہ اہلِ نظر ایک خیالی نظارہ کو دیکھکر ایک حقیقت حال کا لطف اُٹھا سکتے ہیں اُس پر ہر جگہ مناسب حال زمانہ کی شکایت اور حکیمانہ نصائح جدت اسلوب کے ساتھ بیان کر کے مرقع کو مختلف نقش و نگار سے آراستہ بنا کر گویا ارژنگ چین بنا دیا ہے مگر مولانا نظامی نے اس روایت کو نظر انداز کیا ہے۔

امیر خسرو

چو شیریں برزد از قفلِ شکر بند	سر افگندند خوبانِ شکر خند
بخدمت بود فرتوتِ کہن سال	چو گردوں در جہاں سوزی شدہ زال
نگوں پشتے ولیکن کژ خراماں	مہے در سلخ و نامش ماہ ساماں
بدادہ در جوانی نیزہ را داد	بہ پیری نیز چوگاں باز استاد
لبش دردردِ سحر و درسِ نیرنگ	بروں سادہ لباس از دروں رنگ
گشادہ گریۂ تزویر چوں مے	ہزاراں اہرمن حل کردہ در وے
فریب انگیزے از گیرائے گفت	کہ گردے پشہ و سیمرغ را جفت
گیاہائے بہ تسخیر آزمودہ	بہر ذرّہ دو صد ابلیس سودہ

چو در گوشش آمدش گفتارِ شیریں　　بدنداں خست لب زاں کارِ شیریں
بجا آورد شکرِ خاک بوسی　　سخن پرداز با صد چاپلوسی

شبِ سیاہ کی حجلہ آرائی

امیر خسرو

شبے تاریک چوں دریائے از قیر　　بدریا در فگندہ چشمۂ شیر
زجنبیدن فلک بیکار گشتہ　　ستارہ در رہش مسمار گشتہ
ذنب پائے کواکب راشدہ خار　　کجک دستِ دلِ زن راشدہ مار
زظلمت گشتہ پنہاں خانۂ خاک　　چو چاہِ بیژن و زندانِ ضحاک
سوادِ تیرہ چوں سودائے خاماں　　بدامانِ قیامت بستہ داماں
سدابے خوردہ چرخِ آبنیسن گاہ　　ستردن گشتہ از خورشید و از ماہ
غنودہ در عدم صبحِ شب افروز　　بقیر اندا سشتہ دروازۂ روز
بگنجِ صبح قفل افگندہ افلاک　　کلیدِ گنج را گم کردہ در خاک
بریدہ تیغ شب از کینہ خواہی　　گلوئے بلبلانِ صبح گاہی
خروساں را بگاہِ بانگ و تکبیر　　خمیرِ پیر زن گشتہ گلوگیر
شبے زیں گونہ تاریک و جگر سوز
زغم بے خواب شیریں سیہ روز

وظیفۂ مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات

چو شیریں یافت نورِ صبحدم را | بروشن خاطرے برزد علم را
بمسکینی جبیں بر خاک مالید | بدرگاہِ خدائے پاک نالید
کہ اے در ہر دلے دانندۂ راز | بہ بخشایش درت بر ہمگناں باز
نشاطے دہ کزیں غم شاد گردم | ز زندانِ فراق آزاد گردم
بسرِ کبریا در پردۂ غیب | بوحیِ انبیا در حرف لاریب
بنورِ مخلصاں در روسپیدی | بصبرِ مفلساں در نا امیدی
بداں اشکے کہ شوید جامہ را پاک | بداں حسرت کہ گردد ہمرہِ خاک
بخونِ غازیاں در قطعِ پیوند | بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند
بآہے کز سرِ شورے برآید | بخاکے کز سرِ گورے برآید
بہ اندودہ دلہائے کریماں | بگرد آلودہ سرہائے یتیماں
بشبہائے سیاہِ تنگدستاں | بدلہائے سفیدِ حق پرستاں
بعشقِ نو در آغازِ جوانی | بغمہائے کہن در دل نہانی
بداں بے دل کہ ہستی نایدش یاد | بداں دل کو بود در نیستی شاد
بداں سینہ کہ دارد عشق جاوید | بہجرانے کہ ہست از وصل نومید
کہ برداری غم از پیراہنِ من | نہی مقصودِ من در دامنِ من

اس جگہ مولانا نظامی کی مناجات کے انتخاب کا ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا اگر اربابِ سخن ہر ہر شعر کو میزان انصاف میں وزن کرکے فیصلہ کریں تو بالیقین امیر خسرو علیہ الرحمۃ مولانا نظامی کے ہم صفیر ثابت ہوں گے، بلکہ بعض نغموں میں زیادہ بلند آوازہ۔ لیکن شبِ سیاہ کے بیان کرنے میں مولانا نظامی کا پایہ اوج کمال تک پہنچا ہوا ہے۔

مناجات نظامی

شکیبائیش مرغان را پر افشاند — خروسِ صبح مفتاح الفرج خواند

ندارم طاقتِ ایں کورۂ تنگ — خلاصی دہ مرا چوں لعل از سنگ

بآبِ دیدۂ طفلانِ معصوم — بسوزِ سینۂ پیرانِ مظلوم

بپاک آئینۂ دیں پرورانت — بصاحب سرّیِ پیغمبرانت

بداں زاری کہ زندانی نماید — بزاہد کو ثنا خوانی نماید

بدردِ یوسف و اندوہِ یعقوب — بقربانِ خلیل و صبرِ ایوب

بداورِ داورِ فریاد خواہاں — بیارب یاربِ صاحب گناہاں

بریحانِ نثارِ اشک ریزاں — بقرآنِ چراغِ صبح خیزاں

بمسکینیٔ مسکینانِ مسکیں — بغمگینیٔ غمگینانِ غمگیں

بنورے کز خلائق در حجاب ست — بانعامے کہ بیروں از حساب ست

کہ رحمے بر دلِ پر خونم آور | وزین غرقابِ غم بیرونم آور
اگر ہر موئے من گردد زبانے | شود ہر یک ترا تسبیح خوانے
ہنوز از بے زبانی خفتہ باشم | ز صد شکرت یکے ناگفتہ باشم
بدرگاہ تو در امید و در بیم | نشاید راہ بردن جز بہ تسلیم

وصف شب سیاہ

شبِ تیرہ چو کوہے زاغ بر سر | گزان جنبش چو زاغِ کوہ بر پر
شبے چون دم سرد و دلہائے بے سوز | برات آوردہ از شبہائے بے روز
کشیدہ در عقابین سیاہی | پر و منقارِ مرغ صبحگاہی
گرفتہ آسمان را شب در آغوش | شدہ خورشید را مشرق فراموش
ز ناشوئی بہم خورشید و مہ را | رحم بستہ بزادن صبحگہ را
ز تاریکی جہان را بند بر پائے | فلک چون قطب حیران ماندہ بر جائے
شمالی پیکران را دیدہ در خواب | جنوبی طالعان را بیضہ در آب
سوادِ شب بہ برد از دیدہا نور | بنات النعش را کردہ نہ ہم دور
نماندہ در خمِ خاکستر آلود | در آتش خانۂ دوران بجز دود
مجرّہ بر فلک چون کاہ بر راہ | فلک در زیر او چون آب در چاہ
نہ موبد را زبانِ تند خوانی | نہ مرغان را نشاطِ پر فشانی

شنیدم گر بشب دیوے زند راہ | خرد کس خانہ بردار د علی اللہ
چراغ بیوہ زن را نور مردہ | خروس پر زباں راغول بردہ
بہر گام از برائے نور پاشے | ستارہ زنگی بادور باشے

غزل باربد از زبان خسرو بجناب شیریں

ایک ہی ترانہ ہے اور ایک ہی نغمہ مگر اس کو کس قدر سازوں کے مختلف پردوں میں کیسے کیسے دل کش اور خوش نوا دھنوں میں گایا جاتا ہے۔ حقیقتاً نہ باربد کا وجود ہے اور نہ نکیسا کا راگ نظامی وخسرو ہی دونوں نوا زندہ ہیں اور یہی سازندہ۔ آوازوں پر قابو ہے اور گلوں پر قبضہ گویا قانون قدرت کے دو شعبے ہیں جس سے بے شمار شاخیں اور بے تعداد اصول ظاہر ہو رہے ہیں۔ بظاہر شیریں وخسرو کی پسندیدہ بزم آرائی ہے اور فی الواقع نظامی وخسرو کا میدان معرکہ آرائی فصاحت و بلاغت کے فنون ظاہر ہو رہے ہیں اور نازک خیالی اور مضمون آفرینی کی گرم بازاری کا سودا ہے۔

امیر خسرو

رباب باربد شد سحر پرداز | بزخمہ خون چکانید از رگ ساز
چناں کز سینہ غم را بیخ برکند | فرو گفت ایں غزل را در نہاوند
ورت حاجت گہ بخت جوانم | سر زلف تو خلوت گاہ جانم

چه دولت مند بود این چشم روشن | که جاں را از جمالت کرد گلشن
ہمیں زائینہ روئے صبح امید | کہ در آئینہ نتواں دید خورشید
بداں سختی مدار آئینہ در پیش | در آب چشم من بیں ہستِ خویش
تو آخر رحمتے کن بر دلِ خویش | حجاب آئینہ یکسو کن از پیش
چو بالعلت بے ہمدست باشم | بوئے تا قیامت مست باشم

نظامی

نکیسا چوں زد ایں طیارہ بر چنگ | ستا کے باربد برداشت آہنگ
بآوازِ حزیں چوں عذر خواہاں | رواں کرد ایں غزل را در صفاہاں
مرا در کویت اے شمع نکوئی | فلک دانہ پراگندست گوئی
بداں چشم سیہ کاہو شکارست | گزآہوئے تو چشمم را غبارست
مرا فرخ بود در روئے تو دیدن | مبارک باشد آوازت شنیدن
تنورے بر فروز افسردہ را | بوئے زندہ کن ایں مردہ را

تزویج خسرو و شیریں وصف سراپے برادر خواندہ شیریں

اس مضمون میں شیریں کے ایک خادم پیرانہ سال دیو خصال کا سراپا ایسی خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ اُس کی ایک خوف ناک عجیب و غریب بدنما صورت کی تصویر سامنے نظر آجاتی ہے۔ اُس پر طرہ یہ کہ جدت اسلوب و جدت طبع کے ساتھ

جو امیر خسرو کا جذبۂ فطری ہے صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے کمال کو اوج ترقی کے آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ اس مثنوی کے چند خصوص معرکہ آرا مقامات میں سے یہ بھی شاعری کا ایک خاص میدان ہے۔ اس داستان کا ہر ہر شعر نئے نئے استعارات اور تازہ و نو بنو تشبیہات کا مرقع ہے۔ اور اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ مولانا نظامی نے جو اس موقع پر شیریں کی ایک خادمہ پیرزن کی تصویر کھینچی ہے وہ بھی اپنے نقش و نگار میں لاجواب ہے۔ چونکہ اُس کے مقابل میں یہ نقش ثانی پیش کیا جاتا ہے، اس لئے خامۂ مو کی صنعت کاری میں پوری قوت سے کام لیا گیا ہے۔ اگر ارباب نظر اس مناظرہ کا پورا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فرداً فرداً ہر شعر کو باہم مقابل کر کے فیصلہ کریں غالباً کسی طرح وہ امیر خسرو کو اس معرکہ میں پیچھے نہیں پائیں گے۔ بلکہ بعض اوقات قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔ امیر خسرو کے بعض اشعار کے ساتھ اس جگہ مولانا نظامی کے چند اشعار بطور انتخاب درج کئے جاتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کا محل نہیں ہے۔

امیر خسرو

(سراپاے خادم پیرانہ سال شیریں)

صنم را بود بر در خادم پیر ‏ ‏ چو مستان دو و چون دیوان زبون گیر
زپیری سست خیز و سال فرسود ‏ ‏ چو طفلاں زود خشم و دیر خشنود
بر و از پوست رگ چوں چنگ بستہ ‏ ‏ دہن بے آب و دندان زنگ بستہ
زبر گفتن لعاب از لب روانش ‏ ‏ مگس دیدہ فراواں در دہانش

سرے چوں پوستینِ کہنہ پشمین — رخے چوں قوطۂ بالیدہ پرچین

پلک سرخ و نظر بیکار ماندہ — پر از پیچاں جسمِ زار ماندہ

بنود از بس کہ در رو ہیچ موئش — کدوئے تلخ داماں ستہ ویش

دو دستش ز آستینِ خواجگانہ — چو کفشِ کہنہ زیرِ چاپخانہ

دو ساقِ پست و پا ہائے فسردہ — چو غوکِ خشک پیشِ پار مردہ

کلاہ کافری بر سر چو دیگے — ز دو قیانوس ماندہ مردہ ریگے

شکم چوں بربطِ ناساز کردہ — دو پا ہمچوں عصائے کرم خوردہ

ببالین گاہِ شیرینِ دل افروز — ز بیکاری مگس کشتے شب و روز

درا ندم کز طرب معزول بودے — ز دل تنگی بدو مشغول بودے

برہنہ خفتے اندر شب الف وار — دو پا را لام الف کردے بدیوار

ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست — میانِ ہر دو پایش چوں کفِ دست

چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید — فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید

گرفتش چوں عقابے کرگسے را — ز جا برداشت چوں دریا خسے را

بُرجِ ماہ برد آں جرمِ منحوس — چو بوتیمار در پہلوئے طاؤس

چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد — خود از بہرِ تماشا راکمیں کرد

اس جگہ نہالِ نظم کو گویا استعارات و تخیلات کا گلدستہ بنا دیا ہے۔

نظامی

عجوزے بود مادر خواندۂ او — ز نسلِ مادراں واماندۂ او

چہ گویم چوں کہن گرگے بہ تقدیر — نہ چوں گرگِ کہن چوں روبہ پیر

دو پستاں چوں دو خنک آب رفتہ — ز زانو زور و زتن تاب رفتہ

تنے چوں خرکماں از کوزہ پشتی — بر و دوشے چو کیمخت از درشتی

دو رخ چوں جوز ہندی ریشہ ریشہ — چو حنظل ہر یکے زہرے بشیشہ

دہان و بینیش از بس شاخ شاخے — بگورِ تنگ می ماند از فراخے

شکنجِ ابرویش بر لب فتادہ — دہانش را شکنجہ بر نہادہ

ز بینی خرگہے بر روئے بستہ — نہ دنداں بلکہ زرنیخِ شکستہ

ہم آغوشی خسرو و شیریں و خلوت زناشوئی

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے صنعت کاری و جدت شعاری کے کمالات سے
اس مثنوی میں شبِ زفاف کی جلوہ آرائی کا یہ دوسرا رنگین و پر نگار حیرت افزا مرقع ہے
جس کا ہر حصہ اور ہر شقہ گویا اصلی واقعہ کی جداگانہ ایک صورت نما تصویر ہے۔ سخن کے
اس چمن زار میں دو منظر دکھائے ہیں۔ اول شیریں کا زرین و مکلل زیوروں اور
شاہانہ بوقلموں لباسوں سے آراستہ ہو کر بزم آرائے وصال ہونا اور اسی سلسلہ میں
اس کے عشوہ و ناز، غمزہ و انداز، گلگونہ و غازۂ خوشبو، خندۂ شکریں و دل جو

رخ گلگوں، عارضِ سیمیں، مژگانِ دل فریب، چشمِ نیم باز، گیسوے پرخم، سیبِ زنخدان، چاہِ غبغب وغیرہ وغیرہ تمام پسندیدہ اعضا کا ایسا سراپا کھینچا ہی کہ بڑے بڑے کامل فن مصور اُس کو دیکھکر انگشت بدنداں ہوجاتے ہیں۔ دوسرا پُرلطف نظارہ خسرو وشیریں کی ہمکناری اور اُن دونوں کی بے تکلفی کے ساتھ ہم آغوشی کا بے حجاب آئینہ ہی جس میں فی الواقع ایسے ایسے بدیع استعارات اور نادر تشبیہات ولاجواب دقیق ایہامات کی دلچسپ صورتیں نظر آتی ہیں کہ غالباً کسی کی نظرِ فکر وچشمِ خیال نے اس سے پہلے اُن کو نہ دیکھا ہوگا۔ شکر کی بزمِ مواصلت اور اُس کی سراپا نازصورت کی دل کش تصویر دیکھنے کے بعد کوئی خیال نہیں کرسکتا ہی کہ آیندہ کسی شاعر کی قوتِ متخیلہ اس سے بہتر اور نیا خیال پیدا کرسکے۔ مگر جدتِ طبع اور فطرتی شاعرانہ جذباتِ خسروی نے ثابت کر دیا کہ آپ کے سخن کی بحرِ ذخّار کی ایسی بے شمار موجیں ہیں جو وقتاً فوقتاً تمام عالم کو سیراب کررہی ہیں۔ مگر اس جگہ جوشِ طبع اور اضطراری شورشِ فکر نے آپ کو کچھ ایسا ازخود رفتہ بنا دیا ہی کہ اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہی اور تہذیب کے جامہ سے مضمون آفرینی کا نشہ باہر کیے دیتا ہی۔ خاص وجہ یہ ہی کہ مولانا نظامی نے بھی اسی ہوشربا فصل میں خصوصیت کے ساتھ ایسی چمن طرازی کی ہی کہ باغِ سخن کے ہر نونہال اور ہر شجر کا تھالہ آپ کی گلریزی سے دامن گلچیں کو شرماتا ہی۔ بے اختیاری کا وہاں بھی یہی مدہوشانہ خمار اور مستانہ اضطرار ہی۔ اگرچہ امیر خسرو ہمیشہ ایسے موقعوں پر

پہلو تہی کر جاتے ہیں جہاں مولانا نظامی نے بہت زیادہ زورِ سخن دکھایا ہے اور
اس کا عوض دوسری جگہ پورا کر دیتے ہیں جس کا اظہار باوقاتِ مختلفہ ہو چکا ہے
لیکن اس مثنوی میں یہ ایک خاص موقع ہے جس میں دونوں صاحب ایک جام سے
سرشار ہیں۔ اس جگہ مولانا نظامی کا دونوں قسم کا کلام انتخاب کے ساتھ مگر کچھ
زیادہ ضرورتاً پیش کیا جاتا ہے کہ لطف میں کمی نہ ہو اور علیٰ ہذا امیر خسرو کے مرقع کی
بھی چند تصویریں پیشِ بزمِ اہلِ نظر ہیں۔

امیر خسرو

صنم چوں خرمنِ گل خاست از جائے	عروسانہ بیاراست آں سراپائے
حریرِ آب گوں بر ماہ بربست	بگیسو چشمِ بد را راہ بربست
فرودِ پرنیاں برگل برافگند	کشاد از درجکِ زر آہنیں بند
مکلل زیورے در خوردِ شاہاں	بہائے ہر دُرے دخلِ سپاہاں
بداں بالائے شہر آرائے پوشید	عروسانہ ز سرتا پائے پوشید
بروں آمد چو از ابر آفتابے	موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے

(سراپائے شیریں)

خسرو

دو لب ہم انگبیں ہم بادہ در دست	دو چشمِ شوخ نے ہشیار نے مست
خمارِ نرگسش در فتنہ خوئے	میانِ خواب بیداریست گوئے
بمژگاں داد ہر جاں خراشے	گہے جاں دادے و گہ دور باشے

فریبِ غمزهٔ جادو زبان بند   شگافِ پستهٔ شیرین شکرخند

لبی از چشمهٔ حیوان سرشته   هلاکِ عاشقان بر وی نوشته

لبی پر خندهٔ شیرین مهیا   حیات افزای مردم چون مسیحا

زنخدانش که برد از مشتری تاب   بغبغب چون گوی کافتد بگرداب

رخش را سکه زد خالی درم وار   درم بی مهر بود و نقره بسیار

خوی کز روی آن طناز میریخت   کرشمه می‌چکید و ناز میریخت

بناگوشی چو برگِ یاسمین تر   بر اندامی از گل نازنین تر

دُر اندر گوش پنداری که بر دوش   فرو خواهد چکید از نرمهٔ گوش

دو گیسو کز رهش خاک میروفت   فرو میریخت مشک و پاک میروفت

ز مستی زلف او درهم شکسته   هزاران توبه در هر خم شکسته

جهان سوزی چو خورشیدِ جهان تاب   میانش تشنه و برهاش سیراب

بتی کز دیدنِ آن شکل و رفتار   به بستی زاهدِ صد ساله زنار

(همکناری خسرو و شیرین)

چو فارغ شد ز شربتهای چون نوش   کشید آن سرو را چون گل در آغوش

چنان در بر گرفت آن قامت راست   که نقشِ پرنیان از پوست برخاست

به تیزی در عقیق الماس میراند   نهالی در شگافِ غنچه می‌نشاند

ز حلقه در دلِ شب تیر می‌جست   که گلگونش بجوی شیر می‌جست

نہ جوئے شیر پاک آں حجرۂ خوں بود — روانِ فرہاد پیش کن کہ چوں بود

رہش بر سرمہ دان عاج می شد — زمیلش سرمہ دان تاراج می شد

ہمیشہ با مہندس پیشگاں زیست — سہ یک را ضرب از آں میداد و دو بیست

خضر سیراب گشت اندر سیاہی — چکید آب حیات از کام ماہی

دہانش بر دہان و دوش بر دوش — میانش بر میان و نوش بر نوش

چناں باد جوانی در سر آورد — کہ شور از چشمۂ شیریں بر آورد

گلے دیدار بہشتِ آنجوردے — ز تاراج خزاں نادیدہ گردے

چو چشمہ برکشاد و غنچہ بشگفت — خرد بیدار گشت و آرزو خفت

فرو خفتند ہر دو سروِ آزاد — چو شاخ یاسمن بر برگ شمشاد

ستارہ داد چوں خورشید را پشت — بیکدم صبح شمعِ ماہ را کشت

یہ نظارہ ہر حیثیت سے بہت زیادہ پر لطف ہے۔ سخن کے ہر دو چمن آرا اہل کمال نے جس درجہ اور جہاں تک گل افشانیاں کی ہیں اُن کے باہمی مقابلہ کا بہت اچھا موقع ہے۔ ارباب فن اس کا فیصلہ آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس جگہ جدت استعارات جدیدہ و اختراع تشبیہات نو بنو میں امیر خسرو پیش قدم اور پیش رو ہیں۔ اور بندش کی چستی اور لطف زبان کے ساتھ مضمون آفرینی کا جوش اور بیان کی صفائی مولانا نظامی کا حصہ ہے۔ مگر امیر خسرو نے ہر شعر کے جواب کی

[1] اس بیقوف معمے کے حل میں امیر خسرو کی جدت طرازی سے ایک دلچسپ شکل پیدا ہوتی ہے۔

پوری کوشش کی ہے۔

نظامی

برون آمد ز ظرف ہفت پردہ — بنام ایزد رخے ہر ہفت کردہ

چگویم چوں شکر شکر کدام ست — طبرزد چہ کہ او ہم ناتمام ست

چو سروے کو بود در دامنش نوش — چو ماہے کو بود ماہ قصب پوش

مہ و خورشید با خوبیش درویش — گلے از صد بہار مملکت بیش

جہاں افروز دلبندے چہ دلبند — بخرمنہا گل و خروار ہا قند

بہار تازہ چوں گلبرگ خنداں — سزاوار کنار ہوشمنداں

ز خالش چشم بد را خواب رفتہ — ز دیدہ نقش او بر آب رفتہ

لب و دندانش از نور آفریدہ — لبش دندان و دنداں لب گزیدہ

ز گوش و گردنش لولو خروشاں — کہ رحمت بر چنیں گوہر فروشاں

رخ از باغ سبکروحی نسیمے — دہاں از نقطۂ موہوم میمے

نسیمش در بہا ہم سنگ جاں بود — ترازوداری زلفش ہماں بود

عقیق سیم رنگش سنگ در مشت — کہ تا بر حرف او ننہد کس انگشت

کشیدہ گرد مہ مشکیں کمندے — چراغے بستہ بر دود سپندے

بنازے قلب ترکستاں دریدہ — ببوسے دخل خوزستاں خریدہ

تنے چوں شیر با شکر سرشتہ — طباشیرش برابر شیر ہشتہ

پیچیده و نرم چون قاقم بر و مشت — کشیده چون دم قاقم ده انگشت

کرشمه کردنش بهر دل شان زن — خمار آلوده چشمے کاروان زن

گل دستگر این گل چه شکر — بد و واماندہ بس الله اکبر

(بزم وصال)

ولہ

شه از اول بگل چیدن در آمد — چو گل زان گل بخندیدن در آمد

پس آنگه عشق را آوازه در داد — صلائے میوه ہائے تازه در داد

گہے از بس نشاط انگیز پرواز — کبوتر چیره شد بر سینهٔ باز

حصارے یافته چون قفل بر در — چو آب زندگانی مهر بر در

شگرفے کرد تا خازن خبر داشت — بیاقوت از عقیقش مهر برداشت

با بریق عقیق آورد جمعش — شده بر در بلورین طشت و شمعش

خدنگ غمزه با پیکان شده جفت — به پیکان لعل پیکانی همی سفت

نگر شه خضر بود و شب سیاهی — که در آب حیات افگند ماهی

چو تخت پیل شه شد تخته عاج — حساب عشق رفت از تخت و از تاج

بضرب دوستی بر دست می زد — و بیرانه یکے در شصت می زد

طبرزد با نباتش ساز می کرد — ز عنابش شکرها باز می کرد

نگویم بر نشانه تیر می شد — رطب بے استخوان در شیر می شد

چکیده آب گل در سیمگون جام — شکر بگداخته در مغز بادام

ز رنگ آمیزیِ آں آتش و آب — شبستاں گشتہ پُر شنگرف و سیماب

صدف بر شاخِ مرجاں مہد بستہ — بیک جا آب و آتش عہد بستہ

مناجات آخر کتاب

امیر خسرو

خدایا خاکِ من چوں تخم کشتی — سخن بر من بکلکِ خود نوشتی

نہ در خور بود مغزِ من بدیں کوے — تو دادی گوہر بازارم دریں کوے

ازیں ہنگامہ چوں بیروں روم فرد — مگرداں گرمیِ بازارِ من سرد

چناں کن دست تخمم را نمک ریز — کہ باشد تا قیامت رغبت انگیز

چو بکشاید فردا پردۂ راز — نہ پرسی از من ایں بازیچہ را باز

چو بر خسرو سر آید زندگانی — گناہش عفو کن باقی تو دانی

دعاے سلطانی و خاتمۂ کلام

نظامی

جہاں را تا ابد شاہِ جہاں باد — ہر آنچہ امید دارد آں چناں باد

سعادت یارِ او در کامرانی — مساعد با سعادت زندگانی

سخن را بر سعادت ختم کردم — ورق کاینجا رسانیدم در نوردم

روانش باد جنت شادکامی — کہ گوید باد رحمت بر نظامی

امیر خسرو علیہ الرحمہ نے اپنی فطری جدت اور جبلی فطانت سے کتاب کے آخر حصہ کو ایسے جملوں اور الفاظ پر ختم کیا ہے کہ ہر شخص خود بخود اس کے کہنے پر مجبور ہے کہ فی الواقع امیر خسرو کا خاتمہ بخیر ہوا — فقیر علی احمد خاں اسیر عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عروسِ دُعا بہ حجلۂ حمدِ کبریا

خداوندا دلم را چشم بخشائے | بمعراجِ یقینم راہ بنمائے
برحمت باز کن گنجینۂ جود | درونم خوانِ بشا درِ وانِ مقصود
ولے بخش از ثنائے خویش معمور | زبانے زآفرینِ دیگراں دور
درآسانیم شکر اندیش گرداں | بدشواری سپاسم بیش گرداں
اُمیدم را بجائے کش عماری | کہ باشد پیشگاہِ رستگاری

توضیح :۔ بنظر اختصار نسخہ حبیب کو حرف (ح) اور نسخہ جہانگیری کو حرف (ق) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے
اور نسخہ حیدرآباد کا ذکر نہیں ہے اس وجہ سے کہ وہ نسخہ حبیب کے مثل ثابت ہوا۔ اگر نسخہ (ح) مثلاً نوٹ میں ہے تو اس کے
مقابل متن کا نسخہ (ق) صحیح سمجھا جائیگا علیٰ ہذا بالعکس کیوں کہ ہر نسخہ صحیح کو متن قرار دیا گیا ہے۔ ن۔ ق۔ بر

چو خود برداشتی اوّل زخاکم — مده آخر بطوفانِ هلاکم

بعفوم شوئے تا پاکی پذیرم — بخویشم زنده گرداں تا نمیرم

نه دل پژمرده دارم نهانی — تو بخشی مردگاں را زندگانی

برافروز ایں زیارت خانهٔ خاک — بعقلِ روشن و اندیشهٔ پاک

بخوابِ غفلتم مگذار ازیں بیش — مرا خود خوابِ دیگر هست در پیش

خیالے را که می بندم دریں درج — بغفلت زندگانی می کنم خرج

زبهر گرمیِ هنگامهٔ خویش — سوادے میکنم در نامهٔ خویش

چو گردد نقشِ ایں دیبا مکمّل[۱] — بعشق النّار کن آنرا مسجّل[۲]

حسابِ من که ایں دیدن[۳] نیرزد — مپرس از من که پرسیدن[۴] نیرزد

کرم را شحنهٔ بازارِ[۵] من کن — عنایت را کفیلِ[۶] کارِ من کن

بآمرزش امیدم[۷] تازه گرداں — امیدم را بروں زاندازه گرداں

چو زامرزش رسید امیدواری — بگو بسم الله ای دل[۸] هرچه داری

توحید باری عزّ اسمه

بنامِ آں که جاں را زندگی داد — خلایق[۹] را بجاں پایندگی داد

---

۱ ح - مسلسل ۲ ح - عنوان ۳ ق - آں دیوان ۴ ق - جز نادان ۵ ح - کردار
۶ ق - زبانم ۸ ق - اینک تا چه ۹ ق - طبیعت

خداوندی که حکمت بخش خاکست | کمینه بخشش او جان پاکست
دو کون از صنع او یک گل ز باغی | ز ملکش نه فلک دود چراغی
رموز آموز عقل نکته پیوند | شناسائی ده جان خردمند
بصارت بخش چشم پیش بینان | تمنائے درون شب نشینان
جواهر بند ناهید[1] از ثریا | چراغ افروز دُر در قعر دریا
بعنوان عنایت کرده تحریر | حساب کائنات از کلک تقدیر
سپرده در جهان بے نیازی | ارادت[2] را عنان کارسازی
اگر تقدیر او مرگست و گر زیست | همو داند که در وے[3] مصلحت چیست
نه دانا زو خبر دارد نه اوباش | که حربا نیز کور آمد چو خفاش
تو شوخی بین که ادراک اندرین راه | بجاسوسی[4] کشاده چشم کوتاه
ز غیرت لطمه خورده خطرناک | کنون[5] تاریک گشته چشم ادراک
کسے کو آدمی را کرد بنیاد | کجا گنجد بوهم آدمی زاد
رقم[6] کو باز نشناسد قلم را | چه داند باز نقاش رقم را
نه در ما گنجد اسرار الٰهی | نه دریا گنجد اندر گوش ماهی[7]
خرد از بود او کے گردد آگاه | کجا نابود را در بود او راه

---

[1] ناهید زہرہ مطربۂ فلک سوم [2] ق۔ عنایت [3] ق۔ حکمت اندراں [4] ق۔ نظر می افگند یا
[5] ق۔ کزاں [6] ق۔ قلم کو باز نشناسد قلم را۔ چه داند او حکم را در قم را [7] گوش ماہی۔ صدف کہ بدریا پیدا شود۔

[illegible] — مده آخر بطوفان ہلاکم

زگردِ نیستی آسودہ[2] ذاتش — ز آسیبِ زوال ایمن حیاتش

بہ بخشش بندگان را دست گیرد — فراوان بخشد و اندک پذیرد

کسے کو ظلمتِ فسقش کند دور — ز توفیقش فرستد مشعلِ نور

وگر خواہد شبے کس را درازی — کند شمعش بباد بے نیازی

چو خواہد روشنی در جانِ تاریک — نماید رہ بحکمت ہائے باریک

مبین خوار ار کسے گم گشتہ سازیست — کہ دولت را درو پوشیدہ رازیست

بشکرش ہر کلوخے[3] راز بانیست — وزاں ہر ذرہ تسبیح خوانیست

بہ بیکاری بملکش[4] یک مگس نیست — تصرف را بکارش[5] دسترس نیست

نصیبِ ہر کہ داد از قسمتِ خویش — نہ کم گردد ازاں یک ذرہ نے بیش

چو داد از جان و زر زیور زمے را — طرازِ معرفت بست آدمی را

عنایت را نگر کیں سوغات داد — کہ ہم دل داد ما را ہم زبان داد

ز گوہر مرد را پر کرد سینہ — زبان را ساخت گنجورِ خزینہ

زبان را با نقاراں گو نہ حد بست — کہ دامانش بدامانِ ابد بست

کفایت را بہر دم داد منشور — کہ تا زو گردد ایں ویرانہ معمور

جہاں را تا نیارد فتنہ در زیر[6] — ببازوے شریعت داد شمشیر

---

[1] ن ح - ہم سودہ [2] ن ح - پاکیزہ [3] ن ق - بجائے [4] ن ح - بکارش [5] ن ق - بملکش [6] ن ق - ہر کنج زیر

خداوندیکہ حکمت بخشِ خاکست — کمینہ بخششا بر در دروازہ گنج

چو ہر بندگی بخشید ہر چیز — کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

چو شکرِ بندگی گفتن نیاریم — سپاسِ خواجگی را چون گزاریم

نیارد مردم از چندان کرامت — یکے را شکر کردن تا قیامت

مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات و شمارِ انعاماتِ بے غایات

خدایا چون بمنشورِ الٰہی — رقم کردی سپیدی و سیاہی

زبارانِ عنایت گِل سرشتی — براتِ مردمی بر روے نبشتی

مثالِ ہستیِ ما ہم ز اوّل — بتوقیعِ کرم کردی مسجّل

بگنجِ بخششم ہر چیز دادی — بکلیدِ گنجِ ایمان نیز دادی

کریمان کز کرم خرمن کشانید — چو بخشیدند گروش باز تانید

تو با چندان کرمہاے نواساز — ز مفلس کے ستانی دادہ را باز

چراغم را چو خود بخشیدہ نور — مکن بخشیدہ خود را ز من دور

بہر فعلم کہ گردانی سزاوار — رضاے خویش کن با فعلِ من یار

بقہرِ نفس تیرومندیم دہ — بہر چہ آید ز تو خرسندیم دہ

ز علیم نعمتے فرماے بے خواست — کہ امشب توشہ فردا کنم راست

چناں دہ پایۂ ہمت بلندم | کہ از ہر دو جہاں دل باتو بندم
بیادِ خویش کن زاں گونہ شادم | کہ ناید ہیچگہ از خویش یادم
چناں دہ مردمِ چشمم مرا نور | کہ نبود ہیچگاہ از مردمی دور
چناں نزدیکِ خویشم کن بیگانہ | کہ از خود دور مانم جاودانہ
مدہ بختِ مرا آں شرمساری | کہ سر پیشِ ہر درے کوبد بزاری
چناں بر عیبِ خویشم دیدہ کن باز | کہ از عیبِ کساں بندارم آواز
ہوائے دل چو پیچد گردنم را | زعونِ خود توانا کن تنم را
چو افتد لاشہ در سیلابِ سختم | فرومگذار در سیلابِ رختم
ازیں طینت کہ ماندم پائے در گل | روانم کن بسوئے عالمِ دل
چو بیکاری کند نفسِ علف خوار | ز توفیقش قوی کن باز در کار
بہر مویم کہ در[1] اندام روید | زبانے دہ کہ تسبیحِ تو گوید
بمردی کن چو شیراں زورمندم | مکن چوں سگ بشہوت پای بندم
چو نفسِ بد کند شہوت پرستی | بدہ دستے[2] کہ برگردد ز پستی
منِ خفتہ کہ دیوم داد بازی | بدریابئے صلاحم کن نمازی
بہ نرمی گوشمالم دہ گہِ خواب | کہ سختی را ندارم طاقت و تاب
زغوغائے قیامت دہ نجاتم | بگنجورِ عنایت کن براتم

---

[1] ق - بر   [2] ق - نفسے

دلے دارم دریں کاخِ گِل اندود — کہ نقدے باویست از گنجِ مقصود

زعصمت پاسبانی دہ دریں کاخ — کہ دزدِ فتنہ درناید زسوراخ

دلے[1] کو نیست در دیں یار با من — اگر خود جاں بود مگذار با من

بران کن گر کہ دارد نورِ جاوید — بدستِ من کمندے[2] دہ ز اُمید

اُمیدم را برائے کن حوالت — کہ باشم پیروِ ختمِ رسالت

نعتِ سیّد الانبیا خاتم الرسل علیٰ نبینا وعلیہم الصّلوٰۃ والسّلام

محمدؐ کاصلِ ہستی شد ز جوشش — جہاں گردے ز شادروانِ جوشش

چراغِ روشن از نورِ خدائی — جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

دلِ خصماں گواہِ صدقِ ذاتش — گواہی دادہ سنگ از معجزاتش

دمِ خلقش کہ جاں دادہ عرب را — فروکشتہ چراغِ بولہب را

شدہ بر عنکبوتے سوئے غارے — مگس گیری شدہ عنقا شکارے

دو قرباں یافتہ زو زندگانی — دو زندہ گشتہ[3] از وے جاودانی

نجیبِ کون و شیرش را ابوادی — خبر ثانی و دو فرزند حادی

تحیت خوانِ دینش را ابوادی — خضر ثانی و دو فرزند حادی

---

[1] ح۔ گلے [2] ق۔ چراغے [3] ق۔ تشنہ

نجیبِ کون و سرّش را ابوادی — خبر ثانی و دو فرزند هادی

نجیبِ کون و نیش را ابوادی — خضر ثانی و دو فرزند هادی

گهش آهو سخن گوید گهی شیر — گهش حجت زبان و گاه شمشیر

طرازِ خاتمت نقشِ نگینش — کلیدِ نه فلک در آستینش

شکوهِ آفتاب از پایهٔ او — بجز وی هر که باشد سایهٔ او

همین او را نگویم سایه یارا ست — دگر هر کس که بینی سایه دارست

بدانسان گشته در وحدت یگانه — که نا گنجید خود هم در میانه

در احمدؐ از احد کامل جمالی ست — چو احمد بے احد شد صفرِ خالی ست

بنامِ احمدؐ اندر سجده نه یام — مگر حم سجده است اندران نام

کتابِ انبیا کامد ز پیشی — همه بر نامهٔ پاکش حواشی[1]

ملایک خوانده شمعِ آسمانش — دخان و نور روشن از دهانش[2]

نوشته از دهان پر نور منشور — دخانش نور بل نور علی نور

ز مویش چرخ را منشور لولاک — ز زلفش کعبه را زنجیر افلاک

مسیحا از دمِ خود رفته جایش — خضر از آبِ حیوان شسته پایش

براهلِ اقتلوا رانده غضب را — بلوحِ فاستقم خوانده ادب را

گدائی[3] ناخنش در سپهر بنانے — که از نون القلم ندهد نشانے

---

[1] ا الف حواشی ۱۲ [2] ق - از زبانش [3] ح - گدائے

به دولت گیری بخت جهانگیر — لوای شرع را کرد آسمان گیر

ز هستی نور او بود اولین چیز — چه صادق بود صبح اولین نیز

قضا بر کرد چون دهلیز داوش — قیام فرض شد ذات العمادش

بجویش سلسبیل آب سبیل ست — بر ویش چرخ یک نقطه ز نیل ست

بنانش[1] خرمن مه کرده جو جو — ز نیلم[2] معجزش نیمه مه نو

هدایت را بگردون برده رایت — گدایان درش صاحب ولایت

ز حکمت نامهٔ اوحی کلامش — با علی پایهٔ ادنی مقامش

ندارد هفت مرد و چار زن نام — مگر زان شاه هفت ایوان و نه بام

بر آن آئینهٔ دل واجب ست آه — که در معراج او شک است اد هد راه

دل خسرو که هست آئینه کردار — ز زنگار شکش یارب نگهدار

وصف معراج شهسوار میدان دنی فتدلی و یکه تاز عرصهٔ قاب قوسین او ادنی

سخن آن به که بهر ارجمندی — ز معراج نبی[2] یابد بلندی

رسولی کاسمان را پایه داده — رکابش عرش را پیرایه داده

شبی تنگ آمده زین حجره تنگ — ز پستی سوی بالا کرده آهنگ

---

[1] ح - برافتش　[2] ح - زنیم

رسیده پیک حضرت باپر[2] نور | براق غیب سنج آورده از دور[1]

همای جلوه در به باغ کرده | به نرگس سرمه ما زاغ کرده

دوال چابکان ناسوده دوشش | صفیر رایضان[3] نشنوده گوشش

نه اختر لیک ز اختر پاک جان تر | نه گردون لیک از گردون روان تر

زمین تا آسمانش نیم گامے | ز گامش سیر گردون نیم دامے[4]

شده بر پشت آن رخش جهانگیر | سوار آسمانی آسمان گیر

دران ره کش قدم تا دور می خاست | همی رفت و غبار نور می خاست

نخست از بیت اقصیٰ در گشوده | به اقصیٰ قبلهٔ دیگر نموده

چو در محراب اقصیٰ ریخت نور | جنیبت رانده سوئے بیت معمور

بش کرده بچندین[5] رشته در | گریبان مه و جیب فلک پر

ز شادی زهره بربط گیر گشته | عطارد چشم بد را تیر گشته

چو دیده پرتو آن نور جاوید | بخواهش بر زمین غلطید خورشید[6]

سیاست در کف بهرام داده | سعادت مشتری را وام داده

براقش چون بکیوان در رسیده | ز نعلش گوش چون هندو بریده

ثوابت راه او از دیده روبان | دو دیده در رکابش پائے کوبان

---

[1] ق - از ره دور　[2] ق - از نور　[3] رایض چابک سوار ۱۲

[4] ق - تیز گامے　[5] ق - بیخنده　[6] ح - ناهید

چو طی کرده بساطِ چرخِ نیلی — بساطش گشته پرِ جبرئیلی

بمرکب داریش ناموسِ اکبر — خرامان گشته چون طاوسِ اخضر

بهمراهی چو دامن را شکسته — ز سدره خارش اندر پا شکسته

ازانجا میلِ میکائیل کرده — ازو منزل با سرافیل کرده

بعزرائیل تیز ارکانِ عالم — نموده کیمیائے جانِ عالم

برفرقِ[1] خود بفرقش سایه داده — ز پائے خود بکرسی پایه داده

کشاده بندِ نعلینِ فلک بال[2] — ازو در ساقِ عرش افگنده خلخال

چو پا از عرش بالاتر نهاده — متاعِ خاک را بر در نهاده

ز راهش گردِ وهم از پیش و پس خاست — جنیبت جهت[3] کرده از چپ و راست

گذشته از حدِ بالا و زیری — بملکِ لامکان کرده دلیری

شده عین الیقین را قرة العین — گذشته همچو تیر از قابِ قوسین

گریبانِ جهت را پاره کرده — جهانِ[4] بے جهت نظاره کرده

شده نقش از سلامِ غیب[5] شادش — حدیث از نفس کرده خیر بادش

چو کرده وعدهائے لطف در گوش[6] — نکرده زیر دستان را فراموش

---

[1] ح - ز زلف خود بر فرق [2] ق - بال [3] ح - چپش چپ داده و از راست در راست

[4] جهانِ بے جهت - مقامِ لاهوت که محلِ ذات است [5] سلامِ غیب - تلمیح به انعامِ الٰهی (اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ) که شبِ معراج از عالمِ غیب ارشاد شده [6] تلمیح به (اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْن) که حضورِ اقدس امتِ مرحومه را دراں انعام شریک نموده

دعائے کز درِ رحمت شنیدہ | ازاں سو خواندہ وزیں سو دمیدہ
چو مالا مال گشت از نعمتِ پاک | ببذلِ نعمت آمد جانبِ خاک
بیاراں کرد جبت مژدہ در مشت | زسیفورِ عنایت شقّہ در دست
برید از ذیلِ خلعت رقعۂ چند | بدرویشانِ مسکین داد پیوند
بداں پیوند کرد از تیز ہوشی | گناہِ عاصیاں را پردہ پوشی
اگر امّت بعصیاں راہ دارد | شفاعت را حوالتگاہ دارد
حوالتگاہ از عونِ الٰہی | کہ بخشایش کند چنداں کہ خواہی
براتِ رحمت از غیب انس و جاں را | خطِ آزادیِ آتش جہاں را
مثالِ آسماں بر دشمن و دوست | کہ شیخِ من مبارک نسخۂ اوست

مدحِ شیخ الاسلام نظام الملّت والدین علیہ افضل تحیۃ الصّلوٰۃ والسّلام

نظام الحق بنی را باز دئے راست | کہ چرخ از رفعتش عطفِ[1] مصلّاست
بہر حرفے فلک را کیسہ پرداز | بہر کارے قضا را محرمِ راز
ولایت دارے از توقیع درگاہ | ولایت نامۂ اولیٰ مع اللہ
یکے دو در از کلاہش آسمانست | اگر[2] چش سر بزرگی درمیانست

---

[1] عطف بفتح اوّل پیچ و سنجاف جامہ و مصلا [2] ن ق - اگرچہ

نگنجیده جبینِ آں یگانه | درونِ نه کلاهِ[۱] صوفیانه
ز دیوانِ ازل واصل خطابش | ز میراثِ نبی کامل نصابش
دمش گنجینهٔ تحقیق بیزاں | جبینش آفتابِ صبح خیزاں
دو کون از بهرِ خویش از غیب[۲] جسته | بآبِ دیده دست از هر دو شسته
کراماتش که بیش از ممکناتست | بمعنی توامانِ معجزاتست
بسیر و طیر[۳] همت کرده در کار | که در سیر ادهم و در طیر طیّار
همش سهمِ سعادت شست در شست | همش سرِّ یدالله چوں کفِ دست
بدیده رازِ چرخ از چشمِ سینه | چو صورت در حجابِ آبگینه
غلط کردم کش از بینائی خویش | حجابِ آسماں هم نیست در پیش
پناهِ مقبلان و مدبراں هم | بهر صاحبدلان و بیدلاں هم
مریدانے که پیشش دست بسته | بسیلی گردنِ شیطاں شکسته
بباید چوبے از دندانش ماناک | ثریا را بداده سدره مسواک
بکنجِ خلوتش کز خلد راهی است | عروسانِ نضارا جلوه گاهی است
درآں حجره که تیرش بود در توس | پیاپے بیضهٔ مرغانِ فردوس
بنقشش کرده جبریل آشیانه | ملک در صحنِ او گنجشک خانه

---

۱ نه کلاه صوفیانه ـ غالباً نه خانواده مشهور صوفیه ۔ ۲ ح ـ عجیب ۔ ۳ سیر و طیر ـ رفتار و پرواز مقام عروج اہلِ سلوک که اہل الله در فضائے لاہوت سیر و طیر نمایند ۔

بجایش کز بزرگی نکته رانند | بزرگانش مسیحِ خرد خوانند
گرمشته هر شبی چرخ روان را | پیش روشن نگشته انس و جان را
قدمگاهش بوهم اندر نیاید | که پی بر روی دریا بر نیاید
بهر چشمی که در راهِ امید ست | ز خاکِ پای او کحلِ سپید ست
دران درگه که دولت راه دار ست | طریقت را طریقِ نامدار ست
نه تنها خسرو ست از مدح سنجان | که مردم تن به تن ناچار بر جان
دل از نورِ حضورش باد معمور | جزین نورِ حضور از همتش دور

مدحِ سلطانِ علاء الدین محمد شاه

چو در بکشاد بر من خازنِ راز | ز دل گشتم چو دریا گوهر انداز
همه دل[1] چون خرد شد مشتری هوش | همه تن چون صدف گشت آسمان گوش
ز عطر افشانیِ باکورهٔ[2] غیب[3] | معنبر شد جهان از دامن و جیب
عطارد بر من آمد خاک بوسان | خطی بر دست چون زلفِ عروسان
که گردون دادت این فرخنده منشور | که اقطاعِ دولت شد بیت معمور
مسیحت خوانده روح اللهِ ثانی | نفس زیشان ز روح الله[4] که دانی

---

[1] ق - تن   [2] باکوره میوه نو رسیده که پیشتر از همه انواع خود پخته شود و باکورهٔ غیب شاهد رعنای سخن که از فیض مبدء فیاض بدل و زبان اہلِ سخن جلوه کند   [3] ق - از غیب   [4] روح اللهِ ثانی شاعر معجز بیان که حسنِ بیانش مضامین نو بنو را زنده گرداند و در مصرعه دوم مراد از ممدوح -

خضر کش داد آب از چشمهٔ خویش | نخورد[1] از چشمهٔ خویش آب جز بیش
بدین خوبی زلالِ خوشگواراں | چه میریزی بهر خاکے چو باراں
بجامِ شاه ریز این شربتِ ناب | که اسکندر شناسد قدرِ آں آب
علاء دین و دنیا شاهِ والا | بزیر چترِ ظلِّ حق تعالیٰ
ستاره رایتش رخشنده ز زیر | فلک با حملهٔ او کند شمشیر
بتیغ اسلام را پیرایه کرده | جهاں را ز آفتابے سایه کرده
دلِ خصمش نه سنگ سُست ریمیست | که مقناطیس پیکانهای تیر ست
کسے کز جاں نباشد شکر گویش | زبانِ شمشیر گردد در گلویش
کسے کو جست جانش را خراشے | تنش را گشته هر مو دورباشے
فلک لرزیده[2] بر وے شام و شبگیر[3] | چو بر فرزندِ زیرک مادرِ پیر
دلِ پاکش که هست[4] از کینه معصوم | بهیجا آهن و در بزم چوں موم
گذشته ز انجم و اختر کلاهش | گرفته مشرق و مغرب سپاهش
فلک را کرده رخش هفت چارج | جهت را داده میدانش دوشش طرح[5]
درش[6] پیدا و درباں ناپدید ست | درش بی قفل و قفلش بے کلید ست

---

[1] ح ـ بخورد آب زلال از چشمهٔ خویش [2] ق ـ گردیده [3] شبگیر از لغات متضاده بمعنی شب و سحرگاه و دریں جا بمعنی آخر مراد ست [4] ق ـ گشت [5] دوشش باصطلاح نرد بازاں داو ـ و دوشش طرح دادن مات کردن و مغلوب نمودن [6] ح ـ درش بے آهن و در بے کلید است ـ

نهاده سر[1] بر گنج و درم را — کلیدش داده گنجور کرم[2] را

به بخشش هر کفش معمار عالم — هر انگشتش کلید کار عالم

رضای حق به تسلیمی خریده — دعای را با قلیمی خریده

ره دین بس کز و بیچاره مانده — سلاح عاصیان بیکار مانده

زبانش[3] کز گزند آزاد و زاده — فلک را توبه بیداد داده

ز خون خود بعهدش دیر[4] خونریز — دهان بسته چو بیماران به پرهیز

چو عدلش ذره ذره فاش گشته — دهان فتنه[5] پر خشخاش[6] گشته

ز عدلش جان مظلومان سحرگاه — فرامش کرده تیر اندازی آه

ترازو نیست انصافش جهانگیر — که هم سنگست در وی چاکر و میر

زمین را دور او بس کز بدان رفت — همه جا دزد مرد و پاسبان خفت

جهان را خلعت[7] امن آنچنان داد — که تیغ از ننگ عریانی شد آزاد

همیشه حشمتش در چاره سازی — بظالم[8] سوزی و عاجز نوازی

سیاست را چو در دل راه کرده — تحمل را شفاعت خواه کرده

برآرد آفتاب از خاکیان دود — لوایش گر نه بخشد ظل ممدود

فروغ لعل خورشید از نگینش — طلوع صبح اقبال از جبینش

ل[1] ح - سو بسو   ل[2] ق - قلم   ل[3] ح - زما در انه گزند   ل[4] ق - تیغ   ل[5] ح - فتنه را بر جاش

[6] ای دهان فتنه خاموش شد زیرا که از خشخاش ساکن بودن است   ل[7] ق - خلقش آیینه   ل[8] ح - بقادر

ز بهر سجدهٔ پیشش گاه و بیگاه | کلاه[۱] افگنده هم خورشید و هم ماه
مه و خورشید مغرور اند ازان نام | که نور از رویش افتد صبح تا شام
بخاک پای او چرخ آرزو سنج | چو درویش حریص از فکر گنج
بدرگاهش[۲] بصف پیل زوران | سلیمانان کمر بسته چو موران
شده کج بر درش کیخسرو و جم | چو ابرو خم نگشته ابرویش خم[۳]
چو هنگام لب ساغر مزیدن ق | تبسم خلقش آید در وزیدن
بصحرا[۴] هیچ نیشکر بی بست گردد | نبات[۵] زهر شاخ قند گردد
چو در می خوردنش مستی حرام است | حلالش باده هر می کش بکام است
جهان با نیست آن نی می پرستی | که پاس عالمی دارد بمستی
بشادی چون نخسپد خوش جهانی | که دارد هیچ سلطان پاسبانی
رعیت را ازامن از خواب کم نیست | چو بیدار است بخت شاه غم نیست
بلا وقت نه با هم[۶] خواب دارند | قضای عهد ماضی می گذارند
چو غافل خسپد از پاس شبان میش | بخوابی هم نه بیند گرگ در پیش
نه شه بیدار تنهائی[۷] است تخت | که هم خرم است و هم رایست هم بخت
دلش چون تخت حکمت سگالد | فلاطون را بحکمت گوش مالد

---

۱ هرنگون ۲ ق۔ بزرگانش ۳ ق۔ هم ۴ ح۔ بصحرای شکر ۵ بناتیکه تلخ باشد
۶ ح۔ هم کین ۷ ح۔ رعنائی

زموجِ خاطرش در قعرِ طوفان | فرو رفته جهانِ فیلسوفان

تو جرأت بین که من زین رشتهٔ دُر | زنم دم پیشِ دریائے چنین پُر

ولیک این دُر بهم از دریائے شاهی ست | که لطفش آب و خشم گوشِ ماهی ست

چو بارانِ کرم دادِ صدف داد | قضا زان نطفهٔ پاک این خلف زاد

کنون این زادهٔ[1] گوهر تمام ست | مرا فرزند و سلطان را غلام ست

چو یابی پیشِ آن سلطانِ[2] کونین | محلِ خاکبوس اے قرة العین

درآن دم کاسمان سویت کند گوش | مکن اندر زمان[3] مارا فراموش

چو دولتمند گردی در همه چیز | درآن دولت مرا یاد آوری نیز

درین دولت زیزدان[4] یاریت باد | ز لطفِ شاه برخورداریت باد

خدایا تا مدار ست آسمان را | مکن زین بادشا خالی جهان را

فلک چون خاتمش زیرِ نگین باد | کلیدِ عالمش در آستین باد

در خطابِ زمین بوس

زهی در ملکِ دین فیروزیِ تو | جهان در طالعِ بهروزیِ تو

توئی آوازهٔ آفاق سنجت | بهفتم چرخ نوبت کرده پنجت

مراے کان شاهان دستکم داد | نشسته منتظر کش[5] کے کنی یاد

ل۱ ح۔ کز ل۲ ق۔ محراب ل۳ ح۔ زمین ل۴ ق۔ زدولت ل۵ ح۔ کس

چنین دولت بصد جان عاشقِ تست ۔۔۔ که نگذارد عنانت یک زمان سست

نگویم کت ز بختست ارجمندی ۔۔۔ که خود بخت از تو دارد سربلندی

نگویم زیرِ حکمت شام تا روم ۔۔۔ که گوئی دل بدستت مهرهٔ موم

کلید[1] تیغت از فتح عدو بند ۔۔۔ گشاده عرصهٔ دوران و دربند[2]

سنانت کوه را سوراخ کرده ۔۔۔ خدنگت موی را صد شاخ کرده

ترا هر چند بهرِ عشرت و نوش ۔۔۔ عروسِ ملک باشد اندر آغوش

ولی بکرِ مرا کز روی زیبا ۔۔۔ ق ۔۔۔ ولی در سینه نگذارد شکیبا

تماشا کن که گر ارزد بچیزی ۔۔۔ سر پیشاه را باشد کنیزی

ز احسانِ خودش بخش ارجمندی ۔۔۔ هم او را هم مرا ده سربلندی

که تا چون جلوهٔ درگاه یابد ۔۔۔ بشادروانِ عزت راه یابد

گرش بختست گردد گرد[3] درگاه ۔۔۔ وگرنه خاک روبد بر گذرگاه

ز بختِ[4] چون تو دوری گرچه سختست ۔۔۔ درین در خاک رفتن نیز بختست

قبولی بخشدش گیتی خداوند ۔۔۔ که یابد با دلِ پاکِ تو پیوند

که تا زان یک پذیرفتاریِ خاص ۔۔۔ شود بر فرقِ هر داننده رقاص

فلک را ما جرائی کار گردد ۔۔۔ زمینش را مخزنِ اسرار گردد

---

[1] ق۔ کلید فتحت از تیغ گلو بند ۔ [2] حصار و دروازہ ۔ [3] ح۔ خاک ۔ [4] ح۔ تخت

[5] ح۔ بیازوی جهان طومار گردد۔

بزرگان خازنِ کانهاش خوانند | حکیمان عیسیِ جانهاش خوانند

شهان شانند بر چشمِ سیاهش | سران سازند تعویذِ کلاهش

سخندانے که دارد ذوقِ جانی | همش جان خواند و هم زندگانی

چو زین گونه در آمیزد بجانها | چو جان پاینده ماند بر زبانها

سخن باید که در جان جائے گیرد | که چون پیوند جان یابد نمیرد

سخن ہائے بسے گوینده زان مرد | که نتوانست پی در ملکِ جان برد

حدیثے کو نه وردِ هر زبانست | نشاید زنده خواندن گرچه جانست

سخن چوں کس نخواند مرده خوانش | وگر هست[1] آبِ حیوان در دهانش

تنِ مردم که یک جانش درون ست | قیاسِ زندگیش از حد برون ست

سخن گر صیدِ[2] جان باشد ز حد بیش | حیاتش تا چه حد باشد بیندیش

من از لافے زنم در نامهٔ خویش | شناسم دست[3] بافِ جامهٔ خویش

کزاں سرمایه کو با جان زند کوس | ندارم هیچ در دامن جز افسوس

چهل سال اندرین بستان زدم گام | نخوردم میوهٔ کش خوش کند کام

برین فرزند دل بستن نه راه ست | که این چل ساله طفلِ هشت[4] ماهست

رها کن تا شود آن زاده ناچیز | که نابالغ بود بعد از چهل نیز

---

[1] ح۔ که هست آبِ حیات آب و دهانش   [2] ح۔ کش   [3] ح۔ دست پخت خامه

[4] ح۔ هفت

ولے خام ارچہ[1] او پیر است ہم رفت ۔۔۔ ہماں ناپختہ باشد گرچہ شکرفت

ہمہ عمر ارچہ در نظم[2] سفتم ۔۔۔ چو رفت از گوشہا گوئی نگفتم

دریغا آنچہ کردم زیں ورق یاد ۔۔۔ قلم بر آب[3] راندم تیشہ بر باد

ز آسیبے شود تصنیف پاک ۔۔۔ چو نقش ہندسی بر تختہ خاک

دگر لایق نمی باشد بہ تعظیم ۔۔۔ ز سالے بگذرد از حکم تقویم

چو محکم سکہ باشد بفرہنگ ۔۔۔ بماند جاوداں چوں نقش در[4] سنگ

من از خود را کنم زیں سکہ نامی ۔۔۔ بتخت و کے رسد ملک نظامی

چو اوّل تیز بود الماس گفتم ۔۔۔ گہر بگذاشتم[5] خرمہرہ سفتم

کنوں کز مہرہ کردم لعل را فرق ۔۔۔ ز سفتن باز ماند ایں طبع چوں برق

بلے دل گر سخن بخشد ستم نیست ۔۔۔ گہے دریا دہد گہ قطرہ ہم نیست

چو در دریا رود جوینده دُر ۔۔۔ گہے مشتش تہی باشد گہے پُر

بدُر سفتن چو دستم نیست گستاخ ۔۔۔ ضرورت می کنم خرمہرہ سوراخ

گر ایں مہرہ است ور دُرِّ یتیمست ۔۔۔ نہ ترسم چوں پذیرندہ کریمست

گرفتم سر بسر خود عیب ناکست ۔۔۔ چو تو پوشیدہ عیبی چہ باکست

اگر کالا بصد عیب ست در خورد ۔۔۔ ہنر بینند خردمند و جواں مرد

متاعے کاں کسادِ جاوداں یافت ۔۔۔ خریدارش بہ از تو کے تواں یافت

---

[1] ح۔ اینچہ [2] ح۔ خم [3] قلم برآب راندن۔ کارے بے سود کردن [4] ح۔ بر [5] ح۔ نشناختم

بامیدے کہ دیدم در خورِ تو — بضاعت باز کردم بر درِ تو
ز تو بہتر نمی یابم خریدار — تو دانی خواہ بستان خواہ بگذار
الا تا روز را با شب دو رنگیست — زمانہ گاہ رومی گاہ زنگیست
بروم و زنگ بادت پادشاہی — بفرمانت سپیدی و سیاہی
مظفر بادت از دولت نشانہ[1] — مبادا یک زمان بے تو زمانہ
سپہرت رام در عالم کشائی — خدایت یار در کشور خدائی
دلت بر آرزوہا کامراں باد — ہر انچت آرزو باشد ہماں باد

گفتار در پژوہش این داستان

شبے کاقبال را طالع[2] قوی بود — ق — سعادت کار سازِ خسروی بود
در آمد خازنِ دولت بہ پیشم — قوی کرد از بشارت ہائے خویشم
بخواہش گفت کای نظمِ چو مویت — گرفتہ گوش جانت[3] آوردہ سویت
مرا بپذیر و خاصِ بندگی کن — بفرخ روزیِ من فرخندگی کن
ازیں ہیئت کہ یاری بودم از دور — چو خورشیدے کہ بر خاک افگند نور
نگر گر یاریِ من قاف تا قاف — چہ گنج افشاندی از فکرت در اطراف
کنوں کز بندگی می بوسمت پاے — دو عالم بندہ گشتت حکم فرمائے

---

۱ اے نشانہ مراد تو   ۲ ق۔ دولت   ۳ ح۔ من

گرفتی این جهان را از معانی　　گر آن عالم بگیری هم توانی

ز تو بر دُر فشانی دل[ن۱] نهادن　　ز من بند از دلِ دریا کشادن

ز تو طالع شدن نیک اختری را　　ز من بردن بشارت مشتری را

ز تو خوش خوش نشید[ن۲] آغاز کردن　　ز من گوشِ عطارد باز کردن

ز تو گردن[ن۳] کشاده طبع رحیب　　ز من دادن بتو نو بادهٔ غیب

ز تو بر مفلسان بخشنده بودن　　ز من بر گنجِ عالم ره نمودن

بلند از بیم تنگی محکم انگشت　　که داری کیمیائے غیب در مشت

دهانے داوت این گردنده دولاب　　چرا داری دریغ از تشنگان آب

درین چشمه محیطے[ن۴] یک دم آید　　سبوئی نیست کز خوردن کم آید

زکاویدن چو چشمه ریش گردد　　زلالش هر زمانے بیش گردد

برون ریز آبِ چه ار خود بود شور　　که چه چون چشمها بندد شود کور

عروسے را برون آر از عماری　　که خورشید آیدش در پرده داری

همش دیبا بپر باشد هم اکسون[۵]　　گه افسانه سراید گاه افسون

برفق از چشم نیکانش نظر خواه　　که چشم بد نیابد سوئے او راه

جوان مانند بعمرِ جاودانی　　بعیش و عشرت و در کامرانی

ن۱ ح۔ پا　　ن۲ شعر خوانی و سرود　　ن۳ ح۔ گردون　　ن۴ ق۔ که فیض دم دم

۵ بحرکات ثلثه قسمے از پارچه ریشمی که سیاه باشد۔

من این پیغام کز دولت شنیدم چو دولت سر بگردوں برکشیدم
فگندم مرغِ همت را به پرواز دلِ گم گشته را در دادم آواز
درِ درجِ جواهر باز کردم ز دل بر لب نثار انداز کردم
اُمید از همتم بالشے[1] شگرفست که بازوئے[2] مرا کارے شگرفست
گر آید گوهرے درخورد گوشے ستد از دامنِ گوهر فروشے
دگر بود چناں شایسته چیزے هم ارزد نزدِ دانا کم پشیزے
خردمند ار نخواند از ملالش چو فالی بیند از معنی خیالش
بوند آخر چو من نیز ابلہے چند که هم زافسانه گردند خرسند
ندانند چوں کسے افسونِ جانی بافسانه گذارد زندگانی
شتر کو سوئے نخلستاں زند گام اگر خارے خورد هم خوش کند کام
نه در عالم همه خوش اختیارست که زشتی نیز چوں خوبی بکارست

حکایتِ کلاه دوز

کلاه دوزے ز شغلِ خویش روزے همی زد خنده بر کفش دوزے
بعذرش کفشگر گفت ای سرافراز بتقویمِ کهن چندیں مکن ناز
بپاسخ من توانم عذرِ تو خواست که پا افزارِ مرداں کرده ام راست

ن۱ ح۔ بادے   ن۲ ح۔ که تا روزی مرا روزی چه حرف است

گرفتم از تو خلقے شد کلہ پوش — نشاید پائے خود کردن فراموش
کلاہت نزدِ من نرزد بہ پشیزی — کہ محتاجت نیم در ہیچ چیزی
تو محتاجِ منی از روئے تمیز — وگر پرسی کلہ دارانِ تو نیز
سرے را بے کلہ آزار نبود — برنجد پا اگر افزار نبود
ہمیں را اگرچہ قیمت بیش باشد — برِ حسنِ سہل حاجت بیش باشد
اگرچہ قیمتِ ترکاں بود بیش — برد ہندو ہم آخر قیمتِ خویش
سخن فی الجملہ گر لعل است و گر سنگ — بروں خواہم فشاندن زیں دلِ تنگ
خردمندی کہ گفتارے شنید است — فسونِ جادوئے پیشینہ دید است
یقیں دانم کہ چوں بیند دریں حرف — بچشم قدری کند قدرِ مرا صرف
بخندد کیں نہ با آں ہم عنان است — ولیکن معذور دارم کاینچنان است
چو پیچد و تنندہ در یکے پود — اگر زنجیر باشد بگسلد زود
بموئے بگسلد تا خصم تا رم — اگر سختش کند پیشش[1] گذارم
برنجند ایلہاں از ہوشمنداں — کہ سگ را سنگ تواند خورد دنداں
چہ باک از ناوکِ اندازِ غرض گیر — چو من از جاں شدم پرخاش آں تیر
بمرغِ سنگ خواراں کو زند چنگ — فراخش کردہ باشد روزیِ تنگ
بجانم زیں دلِ بے حاصلِ خویش — کہ پیشِ آں گل افشانم گلِ خویش

---

[1] بکسرِ اوّل پس و بعد

خرد بیخود شود زین نقش بینی | که رنگی غازه مالد پیشِ چینی
زند صد قهقهه کبک اندرین باغ | که با طاؤس رقاصی کند زاغ
بخندیدن درآمد خر بآواز | چو بوقی پیشِ طنبوری کند ساز
کشد چون کوسه بر ریش آوران ریش[1] | دو موئے را در اندازد به تشویش
در انصاف ست خوبی و تباهی | چو رفت انصاف میگو هرچه خواهی
ولے چون جوش طبعم گرم خیزست | خرد را در هوس بازار تیزست
درون صد رخنه شد زین آب خیزم[2] | خلاصم نیست تا بیرون بریزم
چو دیگ از گرمیِ خود گشت جوشان | کف از کامش برون ریزد خروشان
چو سیلے بر نگنجد در گذرگاه | ز زیرِ پل کند بالای پل راه
چو در کهسار دارد چشمه جا تنگ | شگافد سنگ و بیرون آید از سنگ
ولا چون غنچه لب بستن نه کارست | برون ریز ار بخاطر خارخارست
مگر خارے بود کو گل برآرد | نشاطے در دلِ مرغان درآرد
گلے تا نشگفد زین خارخارم | چگونه بلبلان را چشم دارم
بکار آرم کنون طبعِ گهر ریز | بکان کندن کنم پولاد را تیز
عجب بود گر از کاویدنِ سنگ | گرامی گوهر هم[3] آید فراچنگ
ورق در پیچم از بسیار گفتن | که در سفتن به از خاشاک رفتن

---

۱ ریش کشد - ریخ کند   ۲ آب خیز - سیلاب - طغیانی آب   ۳ ح - یم

نخواهم دل که بیش اندیش باشد   که از بیشی خصومت بیش باشد

چو بازان شو بکم گوئی فسانه   مگو بسیار چون گنجشکِ[1] خانه

نظامی چون سخن ناگفته نگذاشت   ز خوبی گوهرے ناسفته نگذاشت

مرا بادِ هوس کز جنبشِ گرم   ربود از پیش بینش برقعهٔ شرم

چو نگذارد که بر خود گیرم آن جوش   صداع اندک و هم بارے هم آغوش

دماغ از گفتِ ناخوش گیرد آزار   دِل اندک توان زد چنگ بسیار

ز حلوا لقمه بر گیرد همه کس   ز شکّر در نواله قطرهٔ بس

دران گنجے که بست از گنجه بنیاد   دگرگون کرد گنجورِ دگر یاد

من از شے چیده ام پیرایهٔ چند   درین گنجینه خواهم کردنش بند

که ماند تا قیامت پیکر آرائے   عروسِ عالم از شے فرق تا پائے

خداوندا چو زین فرزندِ چالاک   مبارک روئے گردد مادرِ خاک

چنانش ده فروغِ جاودانه   که باشد مردمِ چشمِ زمانه

نهد از ظلمتِ خاک از روائی   بهر خانه چراغِ روشنائی

درین حرم گرفتِ خلق بیش ست   گرفتاریم خود زاندوه بیش ست

درآموزم به تلقین در همه چیز   جوابِ خویش زانِ دیگران نیز

گواهی میدهد دل زان سرایم   که در حضرت قبول ست این دعایم

---

[1] گنجشکه بخانها ماند.

در بیانِ کواکب و افلاک فرماید

گر آگاہی خبر گوی اے خردمند　　کہ چوں میگردد ایں گردندہ چند

چہ شکل ست ایں گہی بالا گہے زیر　　کہ سیرش[1] زود بینی ماندنش دیر

چہ گونہ است ایں بساطِ ظلمت و نور　　کہ گاہی مشک بیزد گاہ کافور

اگر منزل زمیں شد آسماں چیست　　دگر عالم ہمیں خاک ست آں چیست

کجا سر دارد ایں گردندہ دولاب　　خیال ست اینکہ مے بینیم یا خواب

دریں چرخہ[2] نظر کردند بسیار　　سرِ رشتہ نشد بر کس پدیدار

ہمہ جستند و گنجینہ نہاں ماند　　ہمہ خوردند و دریا ہمچناں ماند

بسے اندیشہ را دادند پرواز　　ازیں گنبد بروں نگذشت آواز

دگر بیہودہ فریادے کند کس　　صدائے باشد اندر گنبدی بس

زمینے کے شناسد کاسماں چیست　　کسے کاینجاست کے داند کہ آں کیست

قدم تا بر فلک نتواں نہادن　　فلک را چوں[3] تواں مدخل کشادن

دریں اندیشہائے پیچ در پیچ　　دروغ افسانہ بینی دگر ہیچ

نہ بینی[4] راستی زیں کژ حروفاں　　کہ بر ناید کلوخ از قعرِ طوفاں

کجا داند فلک را رمز و تقسیم　　دو نقشِ ہندسی بر لوحِ تقویم

---

[1] ح۔ گشتش　[2] چرخہ۔ آسمان　[3] ح۔ کے　[4] ح۔ نیابی

نه بینی هنر زان استادِ چالاک ‏ ‏ که خود خاک افگند بر تختهٔ خاک

درین پرده نشاید نقش بینی ‏ ‏ که نابینا نه[۱] بیند نقش چینی

مگر این تیز رو چرخِ[۲] کلال ست ‏ ‏ که حاصل زین روش مشتِ سفال ست

ورق چون بشکند عقل از چنین جا ‏ ‏ که چرخ آنجا نماید کاسه اینجا

که کرد این کاسه گر زو نیست این ساز ‏ ‏ دگر او ساخت چونش بشکند باز

بباید خاک را منزل بریدن ‏ ‏ ازینجا بر فلک نتوان پریدن

ملک شو تا ستانی از فلک داد ‏ ‏ که این تخته نخواندست آدمی زاد

تو پنداری که عالم جز همین نیست ‏ ‏ زمین و آسمانی بیش ازین نیست

همین گرمی که در گندم نهان ست ‏ ‏ زمین و آسمان در وے نهان ست

بر آن کنگر که قدرت را کمند ست ‏ ‏ چنین لشکر خدا داند که چند ست

چه آگاهی که شب گردانِ این راه ‏ ‏ کجا دارند هر شب نوبتی گاه

همان به کین ورق را در نوردیم ‏ ‏ بگردِ فکرِ بیحاصل نگردیم

فرو بریم این خورشید سایه ‏ ‏ سریرِ عرش را بوسیم[۳] پایه

دلا در دامنِ اسلام زن چنگ ‏ ‏ که او دارد کلیدِ هفت اورنگ

برافروز ار توانی مشعلِ نور ‏ ‏ که شب تیره است و مرکب لنگ و ره دور

گرفتم خود بجدول هاے مرقوم ‏ ق ‏ همه احکامِ انجم گشت معلوم

---

۱ ن ق - ندوزد ‏ ‏ ۲ آله کوزه گران که او را چاک گویند ‏ ‏ ۳ ن ق - سائیم

چہ سود ایں جملہ چوں در عالمِ پاک | نہ انجم راہ می داند نہ افلاک
گزارش ہائے ایں حرفِ ورق گیر | چہ خواند باز با قانونِ تقدیر
بتانے کاندریں محراب گاہند | بریں در چوں منُ تو خاکِ راہند
ہماں در زناری[1] کہ ایں خوبانِ فرخار | فراواں سُبحہ را کردند زنّار
رواقے کیں کہن بنیاد دارد | کہ داند چند چوں ما یاد دارد
فلک بتخانۂ بینی بلندے | نوشتہ بر سرِ بتخانہ پندے
بعبرت چوں دراں بیند خردمند | فرو ریزد ز دیدہ قطرۂ چند
تو نیز اے یکشبہ مہمانِ ایں در | حرفے چند ازاں برخوان و بگذر
زمانے یاد کن زیں جانِ دمساز | ازاں رفتن کہ نتواں آمدن باز
اگر بیداریئے داری بیندیش | ازاں خفتن کہ نتواں خاستن بیش
بخوابند ابلہانِ منکرِ ہوش | بخفتن باز باشد چشمِ خرگوش
چو دہقاں سر ز خفتن بر نیارد | ہمہ خرمن بگنجشکاں سپارد
جہاں چاہیست دین[2] بر سرِ راہ | نشاید مست خفتن بر سرِ چاہ
یکے افسانہائے خفتگاں گفت | چو وا بینی فسانہ گوی ہم خفت
سخن باقی و شب در گفت و گو رفت | سفیدہ بر دمید و مہ فرو رفت
نشاطِ زندگانی شد بہ پایاں | جنیبت پیش راندند آشنایاں

---

۱ فرض کن   ۲ ن ح- پل

کجا یند آں جوانمردانِ چالاک
کہ پیش از ما فرو رفتند در خاک

ازاں منزل نیاید کاروانے
کزاں گم گشتگاں گوید نشانے

چہ نازک سر و میداں لالہ در باغ
مگر کہ خوبرویاں[ل] دارد ایں باغ

ازاں خوش رنگ ہست ایں گلہائے خودروے
کہ از خونِ جواناں دارد ایں بوے

بنال اے بلبلِ مہجور ماندہ
بیادِ دوستانِ دور ماندہ

دریں دوراں کہ سر تا سر خمارست
کسی کو مست باشد ہوشیارست

مداں مستی کہ چوں از سر زند جوش
ازاں خرد و خروش آید بیک نوش

ازاں مستی کہ چوں نو کرد بنیاد
سروشِ غیب گردد آدمی زاد

پس از جامے کہ یک قطرہ بہ مینا
نہ بخشد تا نہ گرداند نگوں سار

برافروز از شرابِ شوق سینہ
کہ ہست آں آفتاب ایں آبگینہ

مباش افسردہ چوں کرمِ شب افروز
کہ آتش پارۂ بینند بے سوز

جز از پروانہ ناید عاشقی خوش
کہ پا کوباں رود بالائے آتش

خدایا ہر کرا بوسیت زیں باغ
زیادت کن دلش را آتشِ داغ

دعائے عاشقانہ و فضائلِ عشق و اہلِ عشق

جہاں بے عشق سامانے ندارد
فلک بے میل دورانے ندارد

ل - نازنیناں

نہ مردم شد کسے کز عشق پاک ست | کہ مردم عشق و باقی آب و خاک ست
چراغِ جملہ عالم عقل و دین ست | تو عاشق شو کہ بہ زیں جملہ این ست
دلت بر گربہ[1] گر مہربان ست | نشانِ صحتِ ایمان ہمان ست
دگر گربہ[2] و گر شیرِ نبرد ست | برو پیشِ سگ اندازش کہ مرد ست
نداری گر ز عشق گربہ سوز | وفاداری ز سگ بارے بیاموز
اگرچہ عاشقی و خود پرستی ست | ہمہ مستی شمر چون ترکِ ہستی ست
بعشق ار بت پرستی دینِ پاک ست | و گر طاعت کنی بے عشق خاک ست
نئی کم زاں زنِ ہندو دریں کوے | کہ خود را زندہ سوزد از پے شوے
بسا گبرے کہ پیشِ بت بہ تسلیم | بزیرِ ارّہ شد خوش خوش بدو نیم
تو کز عشقِ حقیقی لافی ای دوست | خراشِ سوزنے بنمائے در پوست
تو کز بانگِ سگے از دین شوی فرد | نداری شرم ازیں ایمانِ بیدرد
چو قمری را ہی بے جفت پرواز | ز بستان در قفس رغبت کند باز
کبوتر در ہوائے یارِ چالاک | فرو افتد ز ابرِ تیرہ بر خاک
ترا گر پائے در سنگے در آید | چو بیدردی ز دردت جاں برآید
فدائے عشق شو گر خود مجاز ست | کہ دولت ادراں پوشیدہ راز ست
حقیقت[3] در مجاز اینک پدید ست | کہ فتحِ آں خزانہ زیں کلید ست

ن[1] ح۔ گربہ   ن[2] ح۔ دلت را گربہ بر دگر بہ بر دست   [3] تلمیح بقول مشہور المجاز قنطرة الحقیقة ہ

حکایتِ سلطان محمود و ایاز

شنیدستم که محمودِ جوان بخت | چو وقت آمد که در صحرا[1] نهد رخت
دران تلخی که شربت نوش میکرد | نویدِ آں جہانی گوش میکرد
یکے گفتش ز مقبولانِ درگاه | که گر ہست آرزوئے در دلِ شاه
بگو تا دل کنیمت زار زو پاک | نشاید برد حسرت در دلِ خاک
بگریہ گفت مردِ خانہ پرداز | که اے مہمانِ یکدم را نواساز[2]
چو پرسیدی که در جانِ حزین[3] چیست | بگویم کارزوئے واپسیں چیست
نظر تا می تواند بود بازم | بگردانید رخ سوئے ایازم
که یکدم در رخش بینم نہانی | برم با خود نصیبِ آں جہانی
طلب کردند یارِ نازنیں پیش | که تا ماتم کند بر کُشتۂ خویش
ایاز آمد کرشمہ ساز کرده | جہانے نیم کشتِ ناز کرده
چو عاشق کامِ دل را دید حالی | بیک نظّاره قالب کرد خالی
اگرچہ عشق خود آشوبِ جانست | سعادت نامۂ ہر دو جہانست
دریں کوئے ار دری بتوان گشادن | نگویم پائے سر باید نہادن[4]

---

[1] اے سفرِ عالمِ آخرت کند
[2] اے شاد کننده
[3] ح ۔ غین
[4] اے بجائے پا سر باید نہاد

ازین درد ار چه زیر افتد بسر مرد — فدا بادا سرِ من بهرِ این درد

چو سر در دم دهد زین باده ساقی — بهائے در دسر شکرانه باقی

خدایا باز کن راهم بکوئے — کزاں گلزار بتواں یافت بوئے

ازاں مے جرعهٔ در کام ریزم — که تا روزِ قیامت مست خیزم

در نصیحتِ فرزند

الا اے مردمِ چشمِ گرامی — که چوں سعدِ فلک مسعود نامی

چه نامے[۱] کز درِ امید داری — سعادت نامهٔ جاوید داری

امیدم هست کز جولانِ مقصود — ز مسعودی بمحمودی رسی زود

چو آید پایهٔ عمرت بده سال — ز تو ده گونه فرخ شد مرا حال

چو زیں بالا[۲] شوی هم چشم دارم — که بالاتر شوی هر روز کارم

همان شب یافت فرقم تاجِ شاهی — که لولوئے تو رست از گوشِ ماهی

کنوں کت ده دهی شد سکهٔ پاک — زنم نه گانه بر نه[۳] بامِ افلاک

چراغے چوں تو اندر دودمانم — چرا روشن نباشد چشمِ جانم

چو از روئے تو شد چشمم پر انور — ز رویت باد یا رب چشمِ بد دور

اگر بپذیری اے فرزانه فرزند — پدر وارت بگویم نکته چند

---

[۱] ح - ز نامے   [۲] پایه   [۳] اے هر چهار طبع و پنج حواس را بر نه افلاک رسانم

کنونت لوحِ دل پوشیده حرفست — خرد خُرد ست و نادانی شگرفست

کنم هرچندت آگه زین معانی — ندانی[ن۱] قدرِ این را تا ندانی

چو شهد از سر که بشناسی سرانجام — شناسی قدرِ این لوزینهٔ خام

خدا آنروز هم روزی کنادت — که پندِ من دل افروزی کنادت

کسے را گو درین گیتی خردمند — که دل بر نکته دارد گوش بر پند

دل و گوشے که بے تمیز باشد — ستوران و خران را نیز باشد

چو در گوشے گران گوید کسے راز — کند گر دیگران را نیز آواز

نخستین پندم آن شد گر نیوشی — که جز در طاعتِ یزدان نکوشی

همیشه ز اعتقادِ پاک پیوند — خدا را بنده باشی نفس را بند

دران کوش از نبادِ سینه پرور — که دامن پاک داری آستین تر

مکن یارانِ ناپرهیز پیشه — در پرهیزگاری زن همیشه

بصفِ نیک مردان[ن۲] شو کمان گیر — ز بدنامان گریزان باش چون تیر

بنعم دار همچون مومنان گوش — مکن چون کافران نعمت فراموش

درآب و گلِ مکار آن دانهٔ خام — که بار آرد پشیمانی سرانجام

چو در مغز او فتد جوشِ جوانی — عنانِ دل[ن۳] بگردان تا توانی

چو شیران در شکار انداز مستی — چو خوک و سگ مکن شهوت پرستی

ن۱ ح. بدانی قدر آنرا گر بدانی — ن۲ نیکنامان — ن۳ گرد آر دل را

چو پیران پختگی کن گاهِ خامی | که نیک ست از جوانان نیک نامی
درت پیری کند روزی خداوند | خدائی شو چو پیرانِ خردمند
بطاعت کوش چون روشن ضمیران | مکن کاری که نه پسندند پیران
چو آن دیوانه باشد از همه روی | ز دیوانه بتر پیر جوان خوی
کمان را کوژ باید چون کمان بود | چو خواهد تیر گردد بشکند زود
اگر خواهی نکو باشی نکو باش | همیشه راستکار و راست گو باش
مترس از تهمتی گر راستکار ست | که مرد از راستگاری رستگار ست
گریزان باش ازان کژ یارِ بدکیش | که باشد راست دیدار و کج اندیش
رقم زن را ببین کو خط کشد راست | که چندان نقشِ کج را راستی خاست
مزاجِ کژ رها کن تا توانی | که تا با کج مزاجان در نمانی
دو کج را باشد از پیچش بسی پیچ | نیفتد راست را با راست پیچ
دو حلقه گر دو از پیچش فراهم | دو سوزن در نیاویزند باهم
بگیتی باید ت خورشید روئی | چو صبحِ دومی کن راست گوئی
نخستین صبح کاذب بی فروغ ست | سیه روئیش پاداشِ دروغ ست
کسی کو را هوس در جمعِ مال ست | نشانِ راستی از وی محال ست
بصدق آنکس تواند شاد بودن | که تواند ز حرص آزاد بودن
امل را ره مده پیرامنِ دل | بنه نقدِ رضا در دامنِ دل

گرت خوردے[1] و پوشے ہست بر جاے　　زیادت را منہ بیرون در پاے

گرت در خانہ نانے باشد از جو　　میفت از بہر گندم در تگ و دو[2]

بنانے صبر کردن بادشاہیست　　دویدن در پے گنجے گدائیست

امل در دل خردمندی[3] نباشد　　سر پرے بہ ز خورسندی نباشد

طمع را در ہمہ جا روئے زرد ست　　خوی پیشانی آب روی مردست

چو با کم سازی و افزوں نخواہی　　علم بر بامِ دولت زن کہ شاہی

مباش از بہرِ تخت و تاج محتاج　　زمیں را تخت دان و چرخ را تاج

گرت دنداں ہم بندی بپرہیز　　بمالِ مرداں و دنداں مکن تیز

بکش پیش ہمہ بے مزد خوانے　　مخواہ از خوانِ کس بے مزد نانے

مہ از جامِ کساں در کام کردن　　لوندی[4] را حریفے نام کردن

مریز اندر گل آں سیلِ شرابی　　کہ در بنیادِ عقل آرد خرابی

بجامِ مرداں سبلت[5] مکن سست　　شرابِ لعل گوں[6] خونابہ تست

دگر گردد بزرگی نعمت اندوز　　بخدمت دامِ[7] آں نعمت ہمی دوز

کرم را شکر گوئے زندگی باش　　نمک را حق گذارِ بندگی باش

ل۱ سامان خورش و پوشش　ل۲ ح - دوادو　ل۳ خداوندی　ل۴ کوں دہی و نامردی

ل۵ عاجزی مکن و اظہار فرومایگی مساز　ل۶ ح - تو　ل۷ غالباً دام دوختن بمعنی دام تیار کردن باشد

راد آں کہ آں نعمت را از دام رہا کن

نه کمتر زان سگے کز مهربانی	بود بر منعم خود پاسبانی
گرت باشد ز سلطانان فتوحی	به بنگاهِ گدایان کن صبوحی
درت را قفل[۱] بر درویش کن سست	توانگر خود نه محتاجِ درِ تست
دهانِ مفلسان شیرین کن از قند	که بر حلوا کند منعم شکرخند
شکم هائے تهی را پر کن از قوت	که مرغِ سیر را حنظل بود قوت[۲]
صلائے منعمان گفتن بخانه	فریبِ طوطیان باشد بدانه
چنان دادی بباید شکر کردن	که بارے نانت می ارزد بخوردن
بمنت چشمِ مهمان را مکن ریش	بنه منت ولے بر دیدهٔ خویش
چو پیلان باش پیشانی کشاده	نه چون موران گره بر سینه داده
چو نتوان زفتی[۳] را داشت در بند	گره بستن چو موران بر شکم چند
مشو بارے ترش رو تا توانی	اگر شیرینیی ندهد[۴] تو دانی
بده هر از دوست روئے نام باشد	که دشمن روئے دشمن کام باشد
چنان هم خویش را مکرم مکن نام	که از سرمایه داری دست بر وام
کسے کز وام شیرین شد شمارش	همیشه تلخ باشد روزگارش
نمی گویم که گر ندهی فرح نیست	اگر باشد بده - ورنه حرج نیست

۱؎ قفل سست کردن قفل داکشودن ۲؎ غالباً این لفظ درینجا بمثناة فوقانی باشد و آن در حقیقت شیرینی ثمرکه بارش را هم توت گویند ورنه قافیه درست نه گردد - اسیر ۳؎ ق - زفتی ۴؎ ندهی

ز حاجت بیش در دنیا مجو چیز — وگر ناجسته یابی رد مکن نیز

چو گردد ابر دولت بر تو دربار — فروتن باش همچون شاخ گلنار

بهستی به که خدمتگار باشی — که خود در نیستی ناچار باشی

تواضع کن ولیکن با کم از خویش — که با بیش از خودی لابد کنی بیش

چو دنیا[1] باشد ار خواهی سعادت — بخویشاوند پرسی گیر عادت

چه خوش گفت آن برادر با برادر — که کن تعظیم خال از بهر مادر

گر از دنیا بسوی دین پناهی — نیت خوش[2] دار و میکن هرچه خواهی

نیت را گر ز حق باشد فراغی — گیاهی را بود پاداش باغی

بخواهی آخر اندر کارها جوش — توکّل را مکن اوّل فراموش

بهر کارے که باشی تا توانی — خدا را یاد کن باقی تو دانی

آغازِ داستانِ خسرو شیرین

بتاریخِ عجم دانندۂ راز — چنین کرد این حکایت را سرآغاز

که چون خورشیدِ هرمز رفت در خاک — کشید اکلیل[3] خسرو سر بر افلاک

جهان را خسرو از سر کارِ نو کرد — کرم را در جهان[4] بازارِ نو کرد

---

[1] غالباً درینجا بجائے چو دنیا بدنیا باشد ورنہ معنی صحیح نگردد [2] اگرچہ در اصل بفتح اوّل و تشدید یائے تحتانیست مگر فارسیان بتخفیف استعمال کنند [3] ج۔ افلاک [4] ح۔ بر

به ترتیب جهان بودی شب و روز — گهی لشکرکش و گه مجلس افروز

چو بیداران بپاس ملک و اسباب — ز بیداریش عالم رفته در خواب

سران از تیغ او اندیشه کردند — همه گرگان شبانی پیشه کردند

چنان آراست ملک از دانش و داد — که شهر آسوده گشت و کشور آباد

مقیمان زمین زان مهربانی — همه مشغول عیش و کامرانی

باشک و ناله کس ننمودی آهنگ — مگر چشم صراحی و رگ چنگ

چو شه را با رعیت دل بود راست — ز خواب خوش نیارد فتنه برخاست

هم از غارت رهد کالای محتاج — هم از تاراج خصم ایمن شود تاج

زمینی کز خزان میرد نباتش — هوای معتدل باشد حیاتش

بظلم شاه خلق از جان شود سیر — بود اشک گوزن از خنده شیر

چراغ از روشنائی ارجمند ست — چو در کالا زیان آرد گزند ست

گیا را پرورش بخش آفتاب ست — چو از گرمی کند خشکش عذاب ست

کند آب از لطافت سبزه را مست — چو سیل آید درختان را کند پست

دهد باران بجوشش دانه چون در — چو بارد ژاله ریزد خوشه پر

ز انصافی که دور خسروی یافت — بگیتی عهد نوشروان نوی یافت

ولایت ضبط[لہ] کرد از قاف تا قاف — ستمگاران فرو مردند ز اطراف

لہ ضبط سلطنت

نماند اندر جهان صاحب کلاهی — که در پیشش نرفت از دیده راهی

کله داری که سرکش بود و بیباک — سرش را با کله افگند بر خاک

خسان را پاک رُفت از هر دیاری — بگلزار زمین نگذاشت خاری

بجز چوبین که در ره خار بودش — وزان پای مراد افگار بودش

نبود از کین وران فرخنده ایام — کس آهن دل تر از چوبینه بهرام

دلیری بود چون شیران بمستی — چو بهرام فلک در چیره دستی

بعهد هرمز از تیغ و خزاین — مسلط گشته بر ملک مداین

از او اورنگ هرمز را نوی بود — که هرمز را سپهداری قوی بود

بگرگان[1] ظفر کرده آن[2] دلیری — گهی شیری و گاهی شیرگیری

چو هرمز سوی خاقانش فرستاد — بکوشش ملک خاقان داد بر باد

رسید اندر مداین با ده[6] و گیر — کشیده پور خاقان را بزنجیر

گلو بسته بسی میر ولایت — غنیمت های چینی بی نهایت

چو آن فیروزمندی دید از شاه — تغیر یافت اندر خاطرش[3] راه

ز خجلت کرد طعن بیکرانش — نوید پنبه[4] داد و دوکدانش[5]

ازین وحشت که در بهرام ره یافت — چو وحشی جست و روی از مروی تافت

---

[1] نام شهری و هم جمع گرگ می آید [2] ن ح - ازامیری [3] ن ح - جانبش [4] محاوره خاص است گویا ترا پنبه و دوک مبارک باد [5] چرخه که بر آن ریسمان ریسند [6] دار و گیر

برون آمد چشم از نیروی خویش | حصار خویش کرد از بازوی خویش
ز طاعت گه بعصیان دور می بود | گهی پیدا گهی مستور می بود
چو بر هرمز سر آمد پادشاهی | ز خسرو تازه گشت آن کینه خواهی

رفتن خسرو از مداین جهت استیلای بهرام

بر آن شد کآتش دل بر فروزد | وز آن بهرام[1] چوبین را بسوزد
ببودش بر عدو فیروزمندی | فراوان داد رایت را بلندی
اگر چه پایهٔ کسری نگهداشت | فراز تخت هرمز خوابگه داشت
نخفت آن اخک در بسترش بود | مگس در توی پیراهن درش بود
دگر باره بکوشش گشت کین توز | که دشمن چیره میشد روز با روز
مصافی کرد چون فیروزمندان | ولی یاری نکردش بخت چندان
مظفر گشت خصم سرد مهرش | علم بشکست از آسیب سپهرش
روان شد با دلیری چند سرکش | دلش از شعلهٔ چوبین در آتش
مداین را در رود بیکران داد | پس او هم را به پریدن[2] عنان داد
همی رفت از طلبکاران نهانی | غبارآلوده چون باد خزانی
بسی روز از کشش در خاک و در سنگ | ز نعل رخش می برید فرسنگ

---

[1] نام امیر لشکر هرمز چون که او بغایت لاغر و ضعیف بود او را چوبین لقب کردند [2] نخ - پوئیدن

برفتن همرکاب شاه شاپور — همی کرد از سخن کوته[۱] ره دور

ز هر در نکته[۲] و افسانه و پند — عبارت را بجان میداد پیوند

عجائب‌ها که دید از هر ولایت — همه میکرد[۳] پیش شه حکایت

که در چین دیدم از استاد[۴] پرکار — که کرده دایره بے دور پرکار

دگر دیدم ز روم از پیشه وران — که از بلور کردند آب[۵] لرزان

زنجاری بدیدم نیز[۶] در کرخ — که گوئی گرد کرد از تیشه چرخ

دگر دیدم در اقصائے خطا هم — که وه نقاش سنگ آمد فراهم

ز بس دعوی که بے سنگ اوفتادند — بدعوی در میان سنگے نهادند

قرار آن شد که از یک ضربه گر کس — دویم زد باشد از هم پیشگان پس

بنوعے هر یکے یک تیشه زد راست — که از ده زخم کامل پیکرے خاست

ز سر تا پائے او از هیچ روئے — بجز جان در نمی بایست موئے

ز چندین نکته‌ها[۷] گم گشت لب تر — ندیدم هیچ نقشے زان عجب تر

که در چین بود یار هم نقشبندے — کشیده[۸] نقش شیرین بر پرندے

چو من جادو گرم در صنعت چین — گرفتم نسخے زان نقش شیرین

نمایم گر خبر در پا بداری — دل اندر دیدنش بر جائے داری

---

۱ اے از لطیفه گوئی راه دور را مختصر و آسان میکرد ۲ ن ح - زرمزد ۳ ن ح - یکا یک کرد
۴ ن ح - زنگی ۵ اے آب موجزن ۶ ن ح - تیز ۷ ن ح - گفتهائے ۸ ن ح - نبشته

ازاں دعوی تعجب کرد پرویز   که نقشے کے بود زینساں دل آویز

بگفتش چند لافی از نگارے   دگر ارزد بداں بنمائے بارے

بفرمانِ ملک گویندہ در حال   نوردِ فتنه را بکشاد تمثال

تماشا کرد شاه آں پیکر چست   که شیریں جانے از نقشِ[1] قلم رست

درونِ جانش تا پاکے در افتاد   بهر بندِ دلش چاکے در افتاد

همی دید آں خیالِ بوالعجب را   بدنداں می گزید انگشت و لب را

بکهبد[2] گفت کیں از وے نمونه است   تعالی الله که آں صورت چگونه است

ازیں صورت مرا شد کار دشوار   بگو تا چوں بود تدبیر ایں کار

بپاسخ گفت رنگ آمیز شاپور   که اے در سیرت و صورت همه نور

شنیدم کز دهِ فرمانروائی   زنے دارد بارمن پادشاهی

امورش از رقم هائے مسلسل   بتوقیعِ مهیں بانو مسجل

بتی کیں[3] نسخت از وے در پرند است   نیابت دارِ او بختِ بلند است

مهیں بانو مداریست بر بخت   بدو دارد نظر بینائی بخت

برسمِ بندگاں پیشش کمر بند   همش بنده است و هم فرزانه فرزند

بدیده خدمتش را برگزیده است   همش خاکِ ره و هم نورِ دیده است

---

(۱) ن ح ـ نوک   (۲) بضم کاف و فتح بار موحده زاهد کوه نشیں و بکسر اوّل صراف و گنجور ـ درینجا معنی آخر مراد است   (۳) ن ح ـ آں

خلافش در دلِ بازو نیاید — اگر بندد جهان را در گشاید

کله داریست چون شاهان سرافراز — نه بر رسمِ عروسان مقنع انداز

بشکل آهو بدل شیرِ دلیر ست — نگیرند آهوش زیرا که شیر ست

سوار چیره گر زخشِ سبک خیز — فرو آید در آید در تگِ تیز

خود آموزد هنرِ ناوک زنان را — ریاضت خود نماید توسنان را

بناوک موئے را صد شاخ کرده — به نیزه کوه را سوراخ کرده

بتاریکی زند از تیرِ قتّال — مگس را باسلیق[1] از پشه قیفال[2]

برش گر لطف چون دُرِّ یتیم است — درونش آهن و بیرونش سیم است

کشیده چون بچوگان آرزویش — شکسته دیدهٔ گردون زگویش

چو گویش خاکبوسی ساز دارد — بچوگانش از تواضع باز دارد

ز هر حرفت که مردان راست در خور — همه هست و نکورویش بر سر

جمالش خود صفت کردن نه راه است — که این صورت بدین معنی گواه است

نه تنها آفتاب از حسن و تاب ست — که در ضبطِ جهان نیز آفتاب ست

براقِ دولتش گر کین پے افشرد — سران را در زمین یکسر فرو برد

بعهدش هر که در سر کرد بادے — سرِ او بر پرِ دے ایستادے[3]

سران در راهِ او خاکے مثالند — که چون خاشاکِ شارع پایمالند

---

[1] نام رگے که از دل و جگر تعلق دارد [2] نام رگے که بسر و رو و گلو تعلق دارد [3] روک

نماند ستش بگلشن هیچ خارے　　کہ در دامانش آویزد بکارے

همه هموار گشته عرصهٔ سخت　　چو کشت پر کلوخ از مالش سخت

چو نیزه سخت باشد داوران را　　تهور بشکند زور آوران را

اگر سوهان نه دندان دار گردد　　درشتیها کجا هموار گردد

درون چون بسته باشد آسیا سنگ　　به پیکان چون کند با آسیا جنگ

سپه کش با خس و خار جفا جوئے　　چو آتش روئے باشد از همه روئے

ملک چون پشت دادا اهل عنا را　　زپشت کارد حک نتوان خطا را

اگر خاک از هوا آید نه بیند　　غبار هر زمینے کے نشیند

چنانست ایمن آن ملک از چنان شاه　　کہ کس خارے نه بیند رسته از راه

زشب تا روزگار آن جهانگیر　　نشاط و مجلس ست و گشت و نخچیر

سرش هشیار و لعلش در شراب ست　　دلش بیدار و چشمش مست خواب ست

خود اندر خواب ناز و عهدهٔ تخت　　حوالت کرده بر بیداری بخت

بہ بسته با چنین عشرت پرستی　　در شهوت به بیداری و مستی

از آهن کرده گنج خویش مسمار　　کلید کس نیابد بر درش بار

اگرچه از خو بروئی هست جفت　　حدیث جفت نتوان پیش او گفت

چنان نخلے کہ گر نتوانش برخورد　　نباشد جز بباغ شاه درخورد

جهان خسرو کہ مثلش در جهان نیست　　حدیثش در همه عالم نهان نیست

چو خورشید ار بداں سو تابد از دور | مه نو را کمالے بخشد از نور
سلیمان چون به بلقیس افگند[1] شست | چه زیبا باشد این خاتم بران دست

رسیدن خسرو و شیرین به شکارگاه و نظاره باهمدگر

چو صورت گر نمود آن صورت حال | بدام افتاد مرغ فارغ البال
ملک را در گرفت[2] آن حال شیرین | که شیرین آمدش تمثال شیرین
سوے ارمن شتابان شد سبک خیز | چو عنصر کو سوے مرکز[3] دواں[4] تیز
چو سایه در سواد ارمن انداخت | بهر روزے سهے در خرمن[5] انداخت
بصحرا داشت شیرین گشت نخچیر | گہے از غمزه آهو زد گه از تیر
ز تیرش گوروش در خور زره بود | پلنگاں را به پیشانی گره بود
قضارا از اتفاق بخت قابل[6] | مه و خورشید شد باهم مقابل
بگرمی بسکه دلها مایل افتاد | نظر شد گرم و آتش در دل افتاد
برابر چشم بر چشم ایستادند | نظر در دیده رو[7] بر رو نهادند
شدند از تیر یکدیگر نشانه | که بود آماج واری درمیانه
بسے کردند تدبیر سخن ساز | ز حیرت هر دو را بر نامد آواز

---

[1] بقبضه آرد [2] اثر کرد [3] ن ح ۔ مرکب [4] ن ق ۔ شود [5] در اینجا خرمن بمعنی هاله است [6] همایون [7] ن ح ۔ رو در رو

نگه می‌کرد از گوشهٔ چشم		دلش در[1] پی همی گشت از گوشهٔ چشم

بسی میخواست دل بر جاے دارد		بطوفان بر زمین چون پاے دارد

اگر دل[2] را عنان میداد جانش		کرشمه[3] باز پس میزد عنانش

چو نتوانست از دل را جدا کرد		جنیبت راند و دل برجا رها کرد

ز بی‌صبری جفا میدید و می‌رفت		ز حیرت در قفا میدید و می‌رفت

رونده سرکش و جوینده بیحال		کبوتر می‌شد و شاهین بدنبال

چنین باشد گذر بر مرغزارے		سمند خیمه زد زیر چنارے

اشارت کرد خوبان را که پویند		غریبان[4] را خبر باز جویند

دوید آزاد سروے شد خبرجوی		ازان بیگانگانِ آشنا روی

ملک فرمود تا شاپور[5] فرخ		بگوید در خورِ پرسنده پاسخ

جوابش داد شاپور از سر هوش		که بود راز ما در خوردِ هر گوش

اگر خود پرسد از ما بانوے دهر		بگوییم آنچه داریم از جهان بهر

پرستار آنچه بشنید آمد و گفت		سهی سرو از خوشی چون لاله شگفت

بخدمت خواند شاپورِ گزین را		نشاند و از جبین بکشاد چین را

بدو گفت اے دلم مایل بسویت	ق	نمودارِ خرد پیدا ز رویت[6]

کجائی کیستند این ره نوردان		چسان[7] دارد همی زینگونه گردان

---

[1] ح- بر [2] ق- گرفته [3] ق- اگرچه دل [4] همراهیان خسرو [5] ح- شاور [6] ق- ز رویت [7] ق- چنان

تواضع کرد شاپورِ خردمند　　دعا را با تواضع داد پیوند

که ای نورِ سعادت در جبینت　　سعود[۱] چرخ[۲] بادا همنشینت

خدا اندر سرافرازی و شاهی　　بقا زان بیش بخشادت که خواهی

حدیثی را که پرسیدی درازست　　صداعِ رایگان[۳] دادن نه سازست

ولی چون ناگزیرست از نمودن　　بگویم آن قدر کارزد شنودن

دران فوج آن سواری کارجمندست　　فرس گلگونِ آن سروِ بلندست

مگر تا سهل نه شماری شمارش　　که نیکو می‌شناسد روزگارش

با ورنگِ عجم پوشیده مهرست　　که شمعِ آفتابِ آن سپهرست

سعادت بین که داد آن[۴] سلطنت روی　　که آمد نورِ آن دولت بدین سوی

بزرگان ولیتش را نیز دانند　　خطابش خسروِ پرویز خوانند

چو شیرین نامِ خسرو کرد در گوش　　نماند از ناشکیبی در سرش هوش

که بود از رهروان بشنیده نو نو　　ز حد بیرون حکایتهای خسرو

گرفته در نهان با خویشتن راست　　که او را خواهد ار ممکن بود خواست

نثارِ شاه را ره رفته می‌داشت　　که مروارید خود ناسفته می‌داشت

بکارِ خویشتن هنجار می‌جست　　تمنّا را کلیدِ کار می‌جست

موافق شد چو با اندیشه تقدیر　　در آن اندیشه حاجت نیست تدبیر

---

[۱] ح - مسعود　[۲] ستارگان سعد همچو زهره و ماه وغیره　[۳] ح - نازکان　[۴] ق - که دارو چاکرانش

چو وقت آید کہ اقبال اندر آید ‏ باستقبال حاجتہا بر آید

چو خواہد کِشتہ[1] را از خوشہ پُربار ‏ ہمہ در وقت بار و ابرِ دُربار

نباید در پئے دولت زدن گام ‏ کہ خود ناخواندہ پیش آید سرانجام

ز بختے کامدش ناخواندہ در پیش ‏ مبارک دید شیریں طالعِ خویش

خراماں رفت با جانِ پر اُمید ‏ زمیں را سایہ شد در پیشِ خورشید

بصد تعظیم خاکِ راہ بوسید ‏ فراتر شد رکابِ شاہ بوسید

شہ از شیریں چو دید آں تازہ روئی ‏ شدش تازہ ز سر دیوانہ خوئی

سرش میداد دستوری خرد را ‏ بصد حیلہ فراہم داشت خود را

فرود آمد ز پشتِ اسپ چوں باد ‏ چو سبزہ بوسہ زد بر پائے شمشاد

چو سر بر کرد در نظّارۂ نور ‏ بنامیزد چہ بیند چشمِ بد دُور

جہانے دید از عشق آفریدہ ‏ جہانے پردۂ عاشق دریدہ

ازیں سو ایں ز دیدن گشت مدہوش ‏ وزاں سو آں[2] ز گفتن گشت خاموش

ا دو عاشق روئے در رو مستِ دیدار ‏ نظر بر کار ماندہ عقل بیکار

چو شیریں یاد کرد از خود زمانے ‏ ق ‏ کشید از راہِ شیرینی زبانے

کہ یارب ایں چہ دولت بود ما را ‏ کہ ابرے چوں تو مہماں شد گیا را

مگس جلّابِ شیریں را بود قید ‏ چہ شیرینم کہ عنقا کردہ ام صید

---

[1] ق. کشتہ ‏ [2] ح - او ز حسرت ماند

بقطره کے رسد دریائے پرشور   سلیماں کے خزد در خانهٔ مور

کجا در ذرّه گنجد مهرِ روشن   که از تابے برقص آید ز روزن

چو آمد آفتاب از بیتِ معمور   سزد گر کلبهٔ ما را دهد نور

سخن را گر دخسرو باز بستے   کز آسیبِ فلک دارم شکستے

هر آں مردم که او را مردمی خوست   نخواهد بارِ خود بر گردنِ دوست

مرا خود هست بر دل بیکراں بار   شما را هم چه گردانم گرانبار

مرا کاریست اینجا بوم بر بوم   همائے خویش خواهم راند تا روم

چو زاینجا باز گردم شاد و خنداں   شوم مهمانِ لطفِ ارجمنداں

بزاری گفت شیریں کای دغاباز   چو دل بردی ز من چندیں مکن ناز

اگر خورشید بر پایم زند بوس   ز پشتِ پائے خویشم آید[1] افسوس

چو خود می بوسم اکنوں پشتِ پایت   تو پشتِ پا زنی شاید ز رایت

ملک از حسرتِ آں لعل چوں قند   زد اندر پائے شیریں بوسهٔ چند

پس آنگه گفت با صد گونه زاری   ق   که اے در دل نشانده تیرِ کاری

من از عطفِ عنانِ مطلقِ خویش   ترا می آزمودم[2] در حقِ خویش

دگر نه من کجا آں پائے دارم   که از کویت برفتن رائے آرم

بود زنجیرِ اسیراں را گلوگیر   مرا در گردنِ جانست زنجیر

---

[1] ح- خیزد- افسوس   [2] ح- ازمایم

چو در شست خود دم بستی[1] چو ماهی | کشان می بر بهر جانب که خواهی

نوائے نو در آغاز جوانی | بهم چون آتش و باد دندانی

چو راز عاشقان زینگونه شد فاش | عنایت گفت حیرت اگه خوش باش

شکرلب گفت با خسرو که هان خیز | چو دولت سایه بر فرق ما ریز

برآمد بر صبا آزاد سروے | چو باز جرّه[2] بر پشت تذروے

روان گشتند در ایوان شیرین | که تا خسرو شود مهمان شیرین

فرستاد آگهی شیرین سوے تخت | که سوئے دولت آمد میهمان بخت

مهین بانو از آن دولت خبر یافت | که مه در منزل پرویں گذر یافت

باستقبال پیش آمد چو شاهاں | بجاے آورد شرط نیک خواهاں

طریق خدمت از غایت برون برد | نثار افشاں بایوانش درون برد

بزرگانرا فرود آورد هر جاے | ملک را بر سریر دولت آراے

برسم خسروان مجلس بیاراست | خردمندان نشستند از چپ و راست

نسیم می شد اندر جان نوازی | درآمد ساغر اندر بوسه بازی

پیاله بر دو بر رسم ظریفاں | زمیں بوس صراحی با حریفاں

خرامان گشت ساقی باده در دست | وے از می مست و میخواران ازو مست

ز هر سانے که در آواز می شد | سر قرّابه[3][4] مے باز می شد

---

[1] ق۔ بروی [2] بازنه [3] صراحی و شیشهٔ باده [4] ح۔ ساز

شده در دل شگافے زخمهٔ راز — بدل دوزی روان ابریشم ساز
بطانِ بادهٔ مرغانِ آتش — بشادی گریه می کردند خوش خوش
چنان دراج و مرغ از سوز بگریست — که آتش ز اشک شان می مرد و مے زیست
سپندے گشته هر سو آتش افروز — سرودِ گرم و رقصش از پیِ سوز
بخور انگیزے عودِ[1] قماری — معطر کرده گردون[2] را عماری
ز بوئے خوش که جان از دست میرفت — فرشته میرسید و مست میرفت
چو ماهِ چارده بنشسته خسرو — پری وش در تواضع چون مهِ نو
لبش میخواست مهمان را دهد نوش — کرشمه بانگ بر میزد که خاموش
ز خاطر رخصتِ دوری نمی یافت — ولیک از ناز دستوری نمی یافت
گه این جان پاره کرد آن پرده می دوخت — گه آن هم داد و این در پرده می سوخت
نبود اندر میان گستاخ روئی — که در گنجد هوس را کامجوئی
تمنا کو بدل قاروره می سود — برشوت خونِ دل میخورد و می بود
نظر مستغرقِ دیدار مانده — وکیلان را خرد بیکار مانده
برون می جست هر دم جانِ بیتاب — زبان میداد امیدش که مشتاب
دو مستِ شوق راز آن هم شرابی — بظاهر مستی و باطن خرابی
بدینسان تا بشام از اوّلِ چاشت — مے خوردند کز جان چاشنی داشت

---

[1] عودیکه منسوب به قریه قمار است و آن شهریست از هند   [2] اوج گردون

چو آمد در غنودن چشم خورشید　　بسر قد رفت چون ضحاک جمشید
ملک را خوابگاہی راست کردند　　کہ از چرخ اطلسی درخواست کردند
شراب و عشرت و نقلے مہیا　　کنیزاں پنج و شش[1] ہمچون ثریا[2]
ملک در خوابگہ شد بادہ در سر　　ہوائے سوسن آزادہ در سر
ہمہ شب ماندہ بودش چشم بر راہ　　کہ طالع از کدامیں سو شود ماہ
رطبہا دید رغبت کم فزودش　　[3] کہ تلخش بود چوں شیریں نبودش
ببوئے گل ہمی خورد از دروں خار　　بیادِ گنج مے پیچید[4] چوں مار
صنم در خوابگاہِ خویشتن نیز　　مبرا ماندہ بود از ہوش و تمیز
زرنگِ نام خوں در پردہ می خورد　　ولیک از پردہ داران پردہ می کرد
دو مشتاق از غمِ دوری مشوش　　فراقے در میاں چوں کوہِ آتش

اظہارِ عشق خسرو بہ شیریں

چو صبح از پردہ آہِ عاشقاں کرد　　بروں زد شعلہ گرم و دمِ سرد
دگر رہ باز شیریں مجلس آراست　　حریفاں جمع گشتند از چپ و راست
دو بیدل باز در زاری در آمد　　جگرہا در جگر خواری در آمد

---

[1] پنج و شش - چند در چند　　[2] ثریا - نام شش ستارہائے خرد　　[3] ق - کہ تلخی چوں بود
[4] بغضب غصہ می پیچید

زنوشِ ساقیان و نغمهٔ ساز — می از دلهائے صافی گشته غمّاز

ز آهی کز دو غم پرورده میناست — حیا را اندک اندک پرده میناست

دران صحبت که شوق از حد برون بود — ز روزِ اوّل آمیزش فزون بود

بدین گونه ز جانِ نابرومند — همی بودند صابر روزکی چند

ثم اندر گل اثر میکرد تو تو — ز سیلِ تند[1] میرفتند جو جو

چو طوفان موج سر بر زد ز پستی — خلل ره یافت در بنیادِ هستی

چنان شد دیگهائے پخته[2] در جوش — که از سرها فرو افتاد سرپوش

شبے زاندوه دل باهم نشستند — سخن[3] را قفلِ دل را بر شکستند

نخست از دیده خسرو خون تراوید — پس آزارِ جگر بر دل تراوید

بشیرین گفت کاے چشمِ مرا نور — مشو زینگونه نیز از مردمی دور

که مهمانِ خودم خوانی بیازی — پس استوه آئی از مهمان نوازی

نه مهمانِ شکم گشتم بکویت — که جان از دیده شد مهمانِ رویت

وگر نه تا لبت را خم نیاید — شکم داری کسے را کم نیاید

مرا حلوائے شیرین کے کند سود — کزان حلوا نمی بینم بجز دود

نه لب شیرین ز نامِ قند باشد — ز بوئے باده مستی چند باشد

چه سود از اطلس و دیبا ز بر پوش — بماهے چون توان کرد بر دوش

---

[1] ح - که سیل تند بر میرفت   [2] ق - تفته   [3] ق - سخن را قفلِ دل برهم شکستند

بخیلاں را ازاں کوت چہ خیزد | کہ اندر طبلۂ ناپوشیدہ ریزد

غریبے را چو خواندی بر درِ خویش | بمحرومی نشاید راندن از پیش

ولے آنکس کہ زاد از بختِ محروم | نیابد بہرہ بیش از رزقِ مقسوم

چو نبود لقمۂ روزی نہ کردہ[1] | بروں اندازی از لب نیم خوردہ

چرا نبود مراد لسوزی از تو | کہ تا اکنوں ندارم روزی از تو

دلم خوں شد ز دورت[2] چند بینم | جُدائی در حضورت چند بینم

بروزم چوں رسد شبہائے دیجور | کہ باشی روز با من شب ز من دور

چو سُرخاباں[3] ز تقدیرِ خدائی | بروز آمیزش و شبہا جُدائی[4]

چو پیش آوردی از لوزینہ خوانے | رہا کن تا کنم شیریں دہانے

چو خوانی تشنہ را بر چشمہ سارے | بتر کردن لبے بگذار بارے

شکر پاسخ شد از پاسخ شکر ریز | کہ شیریں باد از من عشقِ پرویز

ہمہ آتش لبوئے خود مکن ساز | کہ داری در پئے سودا دو انباز

دگر تو ناصبوری کز تو دورم | چہ پنداری کہ من یعنی صبورم

---

[1] ح۔ بہ پردہ   [2] ح۔ دولت   [3] بضم اوّل نام طائر معروف کہ باب نشیند و چوں مادہ اش بخلاف تمام طیور بوقت معہود خون حیض آرد اورا سرخاب گویند   [4] اظہار قدرتِ عجیبۂ صانعِ عالم ہی کہ سرخاب تمام روز متصل یکجا اور شب کو مہجور اور ایک دوسرے سے دُور رہتے ہیں اور یہ نئی تشبیہ ہی استادِ سخن ناسخ نے بھی اُردو میں اس مضمون کو بطرز خاص لکھا ہی ؎

فاصلِ سرخیٔ لب ہوگئی مسّی تیری | شام کے ہوتے ہی سرخاب کا جوڑا ٹوٹا

بجانِ تو کہ در جانِ وفا دوست | تو جانم گشتہ و جانِ من پوست
شب و روزم دل آنجا و تن اینجا | تو آنجا زاری باشی من اینجا
چرا خوش نایدم با چوں تو یارے | گرفتن کامے از بوس و کنارے
ولے ناموس و ننگِ پادشاہی | فتند از آسیبِ فسق اندر تباہی
بنا میز د میانِ خاص و عام | نکو[1] ناید حرام[2] و حرمتِ[3] تام
مرا زینگونہ می باید ہمی سوخت | کہ عصمت چوں بدرّد کم تواں دوخت
ملک گفتا کہ با ایں رغبتِ گرم | توقف از پئے عارست با شرم
سرت گر شد کلہ در در ہمہ چیز | کلاہی و سرے داریم ما نیز
بتابستاں ببیں بے آبیِ جوے | کہ گرد و باز در پائے بہرسوے[4]
ہمے برگی ببیں در دے[6] چمن را | کہ برگے ہم دہد سرو و سمن را
گر اکنوں مانہ عیشِ تازہ داریم | امید از بخت بے اندازہ داریم
و راخر خواست کردن دشمنی فاش | تو اندر دوستی با ما یکے باش
ہمہ یار ند بہرِ قسمتِ گنج | کسے یارست کو قسمت کند رنج
دگر بارہ شکرلب گفت بارے[5] | کشم از دیدہ رنج چوں تو یارے
ہر انچہ از دستِ ما خیزد زیاری | بفرما تا کنیمت جاں سپاری
نیاریم از سرِ مارے کشیدن | توانیم از قدم خارے کشیدن

---

[1] ح۔ بہم [2] ناروا [3] ارجمندی۔ یہ اہلِ ہند کا محاورہ ہے [4] ح۔ بید [5] ق۔ کاٹے [6] باد موسم خزاں

ورت گردے ز دل شستن ندانیم | غبارے ز آستیں رفتن توانیم
ورت در جنگ نتوانیم یاری | توانیمت دعا خواندن بزاری
بپوشید است زیرِ آبگوں رود[1] | ہمِ گنجشک آتشگاہِ نمرود[2]
نہ من زاں میکشم دامن ز رایت | کہ روزے چند تنگ آید قبایت
ازاں بالاتر آمد نورِ خورشید | کہ گردد از کسوفِ ذرّہ نومید
ولے من دارم ایں لوزینہ تا دیر | کز اندک لقمہ چشمت[3] شود سیر
چو باز از طعمہ برگشت سرمست | بخواندن باز کے گردد سوی دست
دلم زاں کرد[4] سنگِ خویش پیدا | کہ معیارِ زرت گردد ہویدا
چو خالص بینمت سازم گلوبند | وگرنہ در گداز آرم دمے چند
زرت چوں پختہ شد سازم بناکام[5] | بزرِ پختہ نرخِ نقرۂ خام
فراواں کرد خسرو کوششِ گرم | نشد پولاد یارِ سیمبر نرم
ضرورت خواست از شیریں بزاری | وثیقت[6] را طریقِ استواری
کہ جز خسرو نخواہد جفتِ دیگر | وزیں گفتہ نباشد گفتِ دیگر
شکرلب گفت ایں خود گفتنی نیست | چنیں دُرے ببازی سفتنی نیست
چہ پنداری کہ گر من رام گشتم | بگفتِ نفسِ بے آرام گشتم

---

[1] آسمان [2] غالباً مراد از گریہ ابراہیم کہ بظاہر ہمچو ہم گنجشک کم قدری نمود مگر آتشگاہ نمرود را پوشیدہ کرد

[3] ق چشم [4] ایہام بقدر خویش [5] ق۔ سرانجام [6] استواری عہد

نه من آن آهوم کز راهِ مستی — چو خوک و سگ کنم شهوت پرستی

مرا بر خویشتن هست آن قدر زور — که بنشانم تنے شوریده از شور

حریف ار آبِ خضر آرد بگیرم — وگر خود مردنی[1] باشم بمیرم

بسویت زان عنان دادم هوس را — که از یک جفت[2] نبود چاره کس را

دگر بر تو کسے دیگر گزینم — به از[3] تو کیست کو را برگزینم

مہِ نو گر دگر جا دیدے امید — نگشتے کہنه وستش پیشِ خورشید

کنون سوگندِ فردے[4] میکنم یاد — که گیتی جفت جفت افگند بنیاد

که تا روزے که خواهم در زمین خفت — بجز خسرو نخواهم در جہاں جفت

وگر جانِ مرا غارت کند نقد — زمن نکشایدش یک عقد بے عقد

بآسان هم بعقد اندر نیایم — دلش را تا فراوان نازمایم

چو شه دید آنچناں سوگند و عهدے — دگر در کامِ دل ننمود جهدے

بزلف و عارضش قانع شد از دور — ببوسے[5] دل نهاد از مشک و کافور

قصدِ سفرِ خسرو بجانبِ قیصرِ روم و اظهار بہ شیریں

حلاوت سنجِ شیرینِ شکرخند — چنیں برداشت مُهر از حقّهٔ قند

---

[1] قابلِ مرگ [2] معمول طریقهٔ اربابِ ننگ و نام [3] ق- به از تو نیست گر شوهر گزینم

[4] ق- خوردی [5] عادت کرد و راضی شد

که با خسرو چو شیرین بست پیمان — که این بلقیس گردد آن سلیمان

ملک[1] بر رسم اوّل چند گاهی — بمهر از دور میکردش نگاهی

همی میکرد دل را آتشین دود — ز لب دریاکش از دل تشنه می بود

بشیرین گفت میدانی که کارم — پریشانست همچون روزگارم

مرا در ملکِ خود کاری در افتاد — رسیدم با تو کاری[2] دیگر افتاد

کنون کامیدم از تو یافت یاری — بملکم نیز هست امیدواری

گرفتم از رخت فالِ مبارک — که تا جم باز گردد سوئے تارک

گرم دستوری باشد ز رایت — برآرم سر بروم از زیرِ پایت

سپه بستانم و رانم به تعجیل — بمالم بیدقِ[3] چوبین به پیل

به نیزه بر درم هفت آسمان را — لباسِ تنگ پوشم[4] دشمنان را

بدین تیزی که گردم[5] خصم را تلخ — من و لبهائے شیرین و مئے تلخ[6]

چو خار از راهِ خود یک یک بچینم — بفارغ خاطری با گل نشینم

صنم گفت ارچه ما طاقت نداریم — که دامانت ز دست آسان گذاریم

ولے چون همتِ بیدار داری — به آن باشد که با این[7] کار داری

چو مرد از پاسِ دشمن شد نشان گیر — نباشد دوستکش گردد عنان گیر

---

[1] ح۔ مگر [2] ق۔ تا به کارے [3] پیاده۔ پیاده کو پیل سے پامال کرنا شطرنج کا ایک خاص ایہام ہے

[4] ق۔ چو پوشم [5] پست کندیدن [6] ق۔ تو رو تق زده

تو ردؔ و نو کن اساس پادشاہی ۔۔۔ کہ من خود با توام ہر جا کہ خواہی

چو کشتی آتش دشمن کہ تفتہ است ۔۔۔ نشاط دوستاں جائے تر فتہ است

اشارت کن بابر ؔ وے چو چوگاں ۔۔۔ کہ من از سر دوم چوں گوے غلطاں

قرار کار شاں چوں محکمی یافت ۔۔۔ دل خسرو ز شیریں بے غمی یافت

ہمیں با ؔ بود و ہم جولاں ہم ؔ داشت ۔۔۔ کہ ہر یک دویمی ؔ در دو ہر کم داشت

یکے شبگوں کہ نامش کردہ شبدیز ؔ ۔۔۔ گرو بردہ ز صرصر در تگ تیز

سیاہی جنگ ؔ گردوں راغاں گیر ۔۔۔ بدو واز آتش خویش آسماں گیر

دویم گلگوں ؔ ہمانے در ہوا بود ۔۔۔ کہ گرم و نرم چوں باد صبا بود

ز آتش پا ؔ پیش نعل اندر آتش ۔۔۔ گہے رفتن ؔ چو آب تیز رو خوش

تو گوی مرد را ہر یک بافسوں ۔۔۔ کشیدند از دہان مار بیروں

صنم فرمود کاوردند در حال ۔۔۔ برسم خدمتی ؔ پیش آں ؔ ہمسال

ولیکن در زمانہ نیست پنہاں ۔۔۔ متاع مور و درگاہ سلیماں

متاع من ؔ کہ سر تا پا کسا دست ۔۔۔ سلیماں وار بپذیر ارچہ بادست

---

۱ ق - تو ردو ق دہ ۔ ۲ ق - ذاں دوم ۔ ۳ شبدیز کو شبگوں کہنا اظہار واقع کے علاوہ دلچسپ تقریر ہے ۔ ۴ اسپ سفید رنگ ۔ ۵ شبدیز جنگ گردوں کا عناں گیر ہے اور گلگوں صبا رفتار ۔ تناسب لفظی معنوی قابل داد ہے ۔ ۶ بیقرار ۔ ۷ آتش پا ہونے پر آب تیز رو کی طرح سبک خرام ہونا کس درجہ لطیف خیال ہے اور پاکیزہ استعارہ ہے ۔ ۸ ہدیہ ۔ ۹ ہم عمر ۔ ۱۰ ق ح - سر تا سر

بخواہش گفت مارا برگ آں نیست | کہ آید خدمتے در خور شہاں نیست
چو مورم[1] من کہ از بس ہوشمندی | کنم پیشِ سلیماں باد بندی[2]
چو شہ دید آں دو بادِ تنگ[3] بستہ | صبا[4] را ابر دو گونہ رنگ بستہ
دراں نظارہ حیراں ماند تا دیر | نمیشد چشمش[5] از دیدارِ شاں سیر
نظر سوئے سوادش بیشتر بود | کہ نورے زاں سیاہی در بصر بود
بگفتش بود بر من بیکراں بار | کنوں[6] خود بیشتر گشتم گرانبار
چو آرد گرد شبدیزت بمن یاد | بسانِ سرمہ در چشمش کشم شاد
چو خاکے بر کند شبدیزت از پائے | بسانِ[7] سرمہ در چشمم کند جائے
خدا بختم دہد تا بے کم و کاست | توانم عذر چندیں مردمی خواست
بگفت ایں و جبیں بکشادہ چوں بدر | پذیرفت از مہِ خویش آں شبِ قدر
برآمد ہمچو مہ از شامِ دیجور | سوادِ سایہ شد خورشیدِ پرنور
بروں آمد آں شبِ فرخندہ زاں بوم | مبارک روئے شد بر قیصرِ روم
ز ریشِ دل مژگاں جوئے خوں داد | پس از دل ناوکِ چوبیں بروں داد

---

[1] ق - چو مورم مشکر از من ہوشمندی   [2] بیقدر سخنہائے دور از کار   [3] دو بادِ تنگ بستہ شبدیز دو گانگ

[4] یہ ایک مصرعہ ہزار اشعار کا جواب ہے اور اس کی خوبی بیان سے باہر ہے۔

[5] ق نمیشد چشم او از دیدنش سیر   [6] ق - کنونم بیشتر کردی گرانبار

[7] ق - بسانِ روح در جسم کند جائے

پیوستن خسرو بقیصر روم و لشکر کشیدن آمدن و شکست دادن بهرامِ چوبین

چو قیصر دید زاوج پایهٔ خویش — چنان خورشیدی اندر سایهٔ خویش

بتاج و تخت دادش سرفرازی — کمر بربست در مهمان نوازی

پس از چندے بخویشی مژده دادش — بدامادی کله بر سر نهادش

ز قدِ مریمش[1] چون نخل[2] بر داد — وزان نخلِ ترش خرمائے تر داد

چو دریا لشکرے دادش فراپیش — که بنشاند غبار دشمنِ خویش[3]

غبارِ قلب دریا خیز بودش — که دریائے غبار انگیز بودش

روان شد شاه با قلب[4] و خزاین — ز قسطنطنیه شد سوئے مداین

خبر بردند بر بهرامِ سرکش — که خسرو میرسد چون کوهِ آتش

نکرد از چیرگی[5] در دل هراسے — مقابل گشت چون ناحق شناسے

دو لشکر روئے در رو ساز کردند — بکوشش بازوئے کیں باز کردند

بخونریزی روان شد تیرِ دلدوز — برآورد از دل و جان های شان سوز

---

[1] ق - خویش

[2] مریم کے ساتھ نخل کا ذکر ایک خاص ایہام رکھتا ہے اور پھر اُس کے سلسلہ میں خرمائے ترنے اور زیادہ لطف پیدا کر دیا ہے

[3] ق - لشکر

[4] فوج میانہ که خاص تر باشد

[5] ق - خیرگی

دہن[1] در گوشِ مرداں کرد سوفار — سخن می گفت کاینک نوبت کار
سناں جاسوسیِ[2] دلہا نمودہ — زبانے دادہ و جانے ربودہ
ز تیر اندازیِ زنبورک[3] از دور — مشبک سینہا چوں خانۂ زنبور
نے ناوک ترانے زار میکرد — نوائے او بدلہا کار میکرد
خدنگ از سینہ دل میکرد غارت — کماں میکرد از ابرو اشارت
مبارز تشنہ و شمشیر می گشت — بخوں آشامی از خوں[4] سیر می گشت
باستقبال مرگ از تیغ خوردن — ہمی شد پائے کوباں سر ز گردن
جگرہا کز بلارک[5] چاک می شد — بگردوں بانگ چاکا چاک[6] می شد
ہمی خندید زخم از گردنِ[7] مرد — بگریہ خندۂ خونیں ہمی کرد
بگرمی بوستاں چوں برق گشتہ — میانِ آب و آتش غرق گشتہ
ز خشتِ[9] آہنیں ہر سو حصارے — ز رنگیں برزۂ[10] ہر سو کوہسارے
اجل و من بکشتن چست کردن — زبیں نیفۂ[11] بخوردن سست کردن

---

[1] ایک خاص واقعہ کی کیسی واقعی تصویر ہی کہ تیر اندازوں نے جو تیروں کی سوفاروں کو زہ کمان تک کھینچا ہی تو گویا تیر اپنا منہ اُن کے کانوں سے لگا کر کہہ رہے ہیں کہ جنگ کا وقت آگیا ہی [2] تیروں کی نوکیں دلوں کو تلاش کر رہی ہیں اور وہ زبان دے کر جان لیجاتی ہیں [3] زنبورک دراصل بندوق کی ایک قسم ہی اور غالباً اِس جگہ مراد تفنگ سے ہی جو ایجاد اہلِ ہند ہی اور اُس سے تیر اندازی کرتے ہیں ورنہ معنی میں اشکال ہوتا ہی [4] ق - از خود [5] تیغ دہم جوہر تیغ [6] چکاچک آواز زخمہائے تیغ [7] ح ہیکل [8] ح بخندہ گریۂ خوں نیز کردہ [9] ح بنیزہ کو چاک [10] ق - آہن [11] نیفہ سست کردن یعنی کمر سست کردن است

جنیبت بس که آتش پا[1] ئے گشتہ　　ہلال نعلِ پروین زائے گشتہ

زبانِ تیغہا از چاکر و میر　　شدہ در کاسِ سرہا چاشنی گیر

تنِ اُفتادگاں[2] میدا و در گل　　صلائے[3] کرگساں از دیدہ و دل

تکلم ہائے کہ میگشت از سناں سیر　　چو برگِ گند[4] نا میخورد شمشیر

شدہ خسرو بکیں جوشاں تر از نیل　　چو کوہِ آہنیں بر کوہہ پیل[5]

بہ پیرامن بزرگانِ سپاہش　　ز چشمِ[6] بد بآہن بستہ راہش

بزرگ اُمید بارائے فلک تاب　　نہادہ چشم بر چشمِ صطرلاب

نظر سوئے فلک[7] پرتاب[8] کردہ　　فلک در چشمِ اصطرلاب[9] کردہ

چو طالع را زمانے دید فرخ　　بہ پیلِ شاہ کرد از فرخی رُخ

[10] بشہ گفتا کہ دولت را ثبات ست　　براں پیلیست کہ دشمن شاہ[11] مات ست

رواں[12] شد پیلِ شہ با سرفرازی　　بیک شہ پیل برد از خصم بازی

بدانسو تعبیہ[13] زاں گونہ بشکست　　کہ مہرہ رائگاں[14] شد دست بر دست

---

[1] گھوڑے کے آتش پا ہونے پر اُس کے ہلال نعل کا پروین زار ہونا واقعی واقعہ کے ساتھ کس درجہ بلیغ مضمون ہے۔

[2] خاک وخون میں پڑے ہوئے مقتولوں کے جسم بسر وچشم کرگسوں کو آوازِ مہمانی دیتے تھے۔ جدت کی کوئی حد نہیں ہے۔

[3] ق۔ صدائے　[4] گندنا گیاہی است ہمچو سیر کہ برگش بہ تیغ کشیدہ می نماید　[5] کوہہ پیل ہمچو کوہہ شتر

[6] راہ چشم بد بآہن بستہ مبالغۂ زیادتی اسلحہ است　[7] مراد از فاصلہ دور ودراز　[8] ق۔ بیتاب　[9] ترازوئے آفتاب کہ آلۂ نجوم است　[10] پیل مات کا لطف اہلِ شطرنج سے پوچھئے　[11] ح۔ پیل ماتست

[12] شہ وپیل وبرد وبازی کا ایہام فصاحت کے ساتھ کس درجہ خاص بات ہے۔

[13] آراستہ وساختہ　[14] مفت وبیقدر

ازینجانب حریف از برکرانه — همیراند اسپ[1] خود خانه بخانه
مبارز سرنگون از زین همی گشت — بدینسان[2] بیذقش[3] فرزین همی گشت
بخون در بهرهٔ گردون زمین سنج — چو رنگین مهره از یکسوی شطرنج
بساتن پیشِ شه کاندر گل آمیخت — حریفش گوئیا مهره[4] فرو ریخت
شد از خونِ حریفانِ خطرناک — بساطِ[5] روئین از شطرنجیِ خاک
دو رویه کاسه بیذق[6] ها نهاده — دو نیمه رُخ شده سرها فتاده
شه از منصوبهٔ[7] رندان سپه را — کزان منصوبه[8] بر وا فتاد شه را
چو خود را در تنزل دید بهرام — به برد آن زلزله از جانش آرام
فرو گشته[9] پشیمان راه بر داشت — خرد را حمله کرد[10] و آه بر داشت
گریزان می شود خسرو بدنبال — رونده سرکش و جوینده قتّال
بسے چون باد پے در پے دویدش — بصحرا در زمین گردے ندیدش
شکسته لشکرِ او فوج در فوج — ز خون[11] آمد بدریا موج در موج
شه آن سرگشتگان را بار میداد — بجان و مال شان زنهار میداد
چو زینسان از شکوه بخت فیروز — ق — مظفر گشت بر خصمِ سیه روز

---

[1] وہی شطرنج کا سلسلہ جاری ہے [2] پیادہ کا فرزین ہو جانا بازی شطرنج کا کمال ہے [3] ن ح- بدینسان بیذق از فرزین همی گشت [4] گویا ازبازی فرو ماند [5] ن ح- بساط روی ازان شطرنج چون تاک [6] پیادہا۔
[7] بصنعت ایہام تخیل اہلِ شطرنج [8] مات گردید- اہلِ شطرنج کے تلازم و تناسب کو کلیتاً ختم کر دیا۔
[9] ن ق- خرد گشتش رفیق و راه بر داشت [10] ای بر خرد حمله نمود [11] ن ح- ز جوی

بدار الملک شہ با صد[1] روائی | ز سر نو کرد اساس پادشائی
برآمد بر سریر ملک شاداں | چو خورشیدے کہ تابد بامداداں
خرد را مایہ داد از کارسازی | بدشمن سوزی و مخلص نوازی
سپہ را شاد کرد از نعمت و جود | رعیت را براحت کرد خشنود
چناں کرد از جہاں گرد ستم دور | کہ شد خاکِ درش در دیدہا نور
ز دولت گرچہ فرخ بود در روزش | ز چوبیں خار خارے بد ہنوزش
نگیرد سہل ہرگز صاحب تخت | غم دشمن بخصوصاً دشمن سخت
غم دشمن ز دشمن بیش کینہ[2] | کہ بیرونست دشمن او بسینہ[3]
خلد چوں چوب[4] از بیروں تراشند | خلد در دل نگر تا چوں خراشند
بترس از کینۂ[5] از بیم کشتہ | کہ بد گیرند مار بیم کشتہ
چو بہرام از سیاست گاہ خسرو | عناں را در ہزیمت داد[6] و ہم رو
نہ بد زاں ترکتازی ہیچ باوش | بجز در جانب ترکستاں تا روش[8]
رہا کرد از میانہ کشورے چند | دراں کشور در آمد با سرے چند
برسمِ چاکراں چوں تخت ساقاں[10] | کمر بربست بر درگاہِ خاقاں

---

[1] رواج در رونق [2] ق. گشتہ [3] ق. غم سرشتہ [4] آلہ سر تیز نوک دار مثل سیخ و نیزہ [5] ح. پوست [6] ح. خراشند [7] اسے بد فرض می کنند [8] عناں را بیرو دادن غالباً معنی ماں گزاشتن بہست فافہم [9] قرار [10] (سخت ساق ہر دم قیام دار)

چو لشکر کشی بیسے بد کار فرمائے | زخاقان نامردی شد بہر جائے
فراوان داد در کوشش عناں را | ہم آخر در سرِ آں کرد جاں را
زمانہ بازیِ کاں با کساں باخت | چو آمد وقتِ او با او ہماں ساخت
شبے روز از بریدانِ سُبک خیز | خبر می شد زحالش سوئے پرویز
چو در دل مردنِ چوبیں یقیں دید | بنائے دولتِ خویش آہنیں دید

در افتادنِ خزینۂ رُوم بدست خسرو پرویز

چناں خواندم دریں دیرینہ منشور | کہ چوں خسرو سراں را کرد مقہور
بشاہی[1] با دلِ آزاد بنشست | غم از خاطر نشست و شاد بنشست
چناں از تیغ کرد آفاق آرام | کہ گشت از نیمروزش[2] عرصہ تا شام[3]
چو از کیں شستہ شد ہر مرز و بومش[4] | رواں شد حکم تا دریائے رومش
چو آں نیرو جہاں را گشت معلوم | بلرزید از نہیبش قیصرِ روم
زنزدیکانِ خسرو نیز چندے | کہ در دل داشتند از وے گزندے
یکے گشتند[5] با خسرو نہانی | کہ با قیصر کنندش بدگمانی
ازاں گردندگی[6] قیصر خبر یافت | بہ بیشی کار خود را وقت دریافت

۱؎ ق۔ بشادی ۲؎ ہماں ولایت سیستان ۳؎ نام ولایت ۴؎ منزل و مقام
۵؎ متفق شدند ۶؎ گردش زمانہ

زدیگر خسرواں بودش باخلاص — طرفدارِ حبش در دوستی خاص

پس از چند آزمونِ[1] شہریاری — یکے گشتہ درو ہناز استواری

چو دیدآں بستگی مردِ خردمند — کشاد[2] از گنج زریں آہنیں بند

بکشتی کرد گنجِ بیکراں بار — زرے کز وے شدے دریا[3] گرانبار

چو مالامال شد بحر از خزانہ — ز روم اندر حبش کردش روانہ

پر از دیبا و زر ہفتاد کشتی — چو گلہائے تر از باغِ بہشتی

ز گوہر شصت کشتی چوں ثریا — تو گوئی مایہ بیروں داد دریا

دگر بر نقرہ صد کشتی سراسر — کہ ہر یک بود با دریا برابر

بخازن گفت کیں سرمایۂ ملک — ق — کہ ہم ملک است و ہم پیرایۂ ملک

بجنباند جہازِ بارکش را — رساند زود سلطانِ حبش را

بگوید کاعتمادِ آں دلِ پاک — مرا دل داد کیں گنجِ خطرناک

کنی[4] اندر امانت زینہاری — کاماں در زینہارِ روزگاری

امانت داوست در پردۂ راز — برم ہنگامِ حاجتمند [illegible]

رواں شد خازن آزاد و برفت — کہ اسپ[5] چوبیں از [illegible]

مخالف گشت روزے قوتِ باد — ہمہ کشتی ز رہ یکجانب افتاد

---

[1] آزمایش و امتحان [2] بست و کشاد و گنج وزر کا تقابل قابلِ دید ہے [3] ن ح کشتی

[4] ق، کنم اندر امانت زینہارے [5] اسپِ چوبی کشتی

همی شد هر یکے پرنده چون طیر | چو ماهِ نو فلک خیز و سبک سیر[1]
بدینسان تا رسید از جنبشِ تیز | بانطاکیه[2] در سرحد پرویز
خبر بردند شاه رفت از معبرِ[3] آب | که رومی بر در آمد زود بشتاب
اشارت کرد شه کانجا شتابند | خدا آورد[4] ها را بازیابند
طلبگاران روان گشتند دلشاد | بسوئے گنجِ باد آورد[5] چون باد
ز دریا بر کشیدند آن خزینه | چو لولو ز آب و باده ز آبگینه
رسانیدند از ایشان باده[6] و زر | بقصرِ خسرو از گنجور قیصر
چو کالا را بعرض آورد گنجور | زمین تا آسمان روشن شد از نور
ز دُر دیدند دریائے نهاده[7] | ز زر کانے بهر جائے نهاده
گهرہائے ثمین دیدند انبوه | نه در دریا شود حاصل نه در کوه
دران[8] نظّاره بینش خیره می شد | نظر گه روشن و گه تیره می شد
فرستاد از پئے نظّاره خسرو | سوئے گنجِ کهن گنجینهٔ نو
خزینه با خزینه شد بهم خاص | دو دریا را بیک جا کرد غوّاص
ازان مایه که در دولت قوی یافت | دلِ پرویز نیروئے قوی یافت
چراغِ ملک را روغن ز مال ست | بقائے مملکت بے زر محال ست

---

[1] اسم ظرف ترکیبی [2] نام شهرے از شام [3] ساحل بندرگاه [4] بجائے خدا داد [5] گنجینه که باد آورده بود [6] ح. مهر بر سر [7] کثرت در و زر [8] ح. دران بینش که اختر خیره می شد

گدا باشد ملک بے زر خدائی[1] — نیاید از گدایان پادشاہی

سپاہ[2] آراستن لشکر کشان را — زر[3] الفنجی است یکسر زر کشان را

نہ بے زر لشکرے گردد فراہم — نہ بے لشکر زر آید نیز باہم

بزرگان گر لب افسر نہادند — اساسِ مملکت بر زر نہادند

ولیکن نے زر از بہرِ خزان[4] ست — کہ بہرِ نام و ننگِ جاودان ست

ز بہرِ آنکہ گر صلحست و گر جنگ — کفافے را ندارد[5] بر چشم تنگ

چو ماند لشکری بے توشہ ناچار — بناکامی شود با دشمنے یار

ز توشہ واجب چو بر قدر کفافست — زیادت گر دہد ور نہ معافست

تصرّف کرد گنجِ قیصری شاہ — ندا د اندیشۂ[6] خویشی بخود راہ

بتاج و تخت خویشی[7] در نگیرد — بخیلِ گرگ میشی در نگیرد

کند غارت دلیرے را دلیری — برد شیرے شکارا ز چنگِ شیر

ملک را رسم شاہی خود ہمین ست — کہ با ہم بازوئے[8] خود در کمین ست

بباید پُر دلی کز بازوے[9] خویش — زند سر سینہ با ہم پہلوی خویش

چو شہ ترساں بود در ہر شمارے — ز ترسندہ نیاید ہیچ کارے

---

[1] بضمۂ زر [2] ح- زرہ بغنجست یکسر سرکشان را [3] الفنج- نعت غیر متعارف مشابہ ترکیب الفاظ عربیہ معرّفہ مصدر الفنجیدن کا امر یا حاصل مصدر یا اسم مفعول جس کے معنی مصدری جمع کردن و اندوختن و برہم چیدن یہاں معنی اوّل مراد ہیں [4] ح- خزانست [5] ق- کفافی را نباشد چشم بر سنگ [6] خیال دامادی نکند [8] حریف ہم پایہ [9] ح- نیروی

پسندیدست ترسِ پادشاہاں ‌‌‌‌‌ ولیکن از پئے دادخواہاں

خسرو دارد[1] چہ خسرو راشہِ روم ‌‌‌‌‌ ولیکن نخلِ مریم[2] بودش از موم

چو او خرمائے نخلِ راستین داشت ‌‌‌‌‌ بنقلِ این و آن در آستین داشت

ہمہ کس نخلِ شیرین را گزیدست ‌‌‌‌‌ نہ نخلِ موم کز شیرین بریدست

نغمہ سرائی باربد بہ بزمِ خسرو و گنجِ بادآورد بادو بخشیدنِ خسرو

فلک بنشست روزے خرّم و شاد ‌‌‌‌‌ ببخشش گنجِ بادآورد بکشاد

ز زینت ہر نگہ را ساخت گلشن ‌‌‌‌‌ ز موجِ زر زمین را کرد روشن

در افشاندند[3] اندراں باغِ بہشتی ‌‌‌‌‌ کفِ دریا وشش کشتی بکشتی

ہمہ روز آں خزانہ شاہ میداد ‌‌‌‌‌ ز آلبش (دست پرویز)[4] بستد و برباد میداد

ہمی گفت آنکہ ننہد خود زرِ خویش ‌‌‌‌‌ چنیں تاراج بیند گوہرِ خویش

و ہم بہ پابہ بزم در مغاکش ‌‌‌‌‌ کہ از بادش ہمہ برہم بپاشش

ببانگِ کوس میداد از در و بام ‌‌‌‌‌ صلائے عام بر ہر خاصہ و عام

چناں شد خانہ و کوچہ خراین ‌‌‌‌‌ کہ کس مفلس نماند اندر مداین

---

[1] بنودی ترس خسرو از شہِ روم ‌‌‌‌‌ بالضم ہر دو پدر شوہر زن

[2] ہماں نخلِ خرما کہ مریم ہنگام دردِ زہ بادو پناہ گرفت و از برکتش سرسبز گردید۔ و نخلِ مریم از موم زیبا و آراستہ یا بیقدر

[3] ق۔ زر افشاندے دراں ‌‌‌‌‌ [4] بست ز بادش

ازان بخشش که داد آفاق راهبر　　مثل شد گنج باد آورد در دهر

سخن گویان سخن را تازه کردند　　ثنا[1] ها را بلند آوازه کردند

فراوان رنجیت از لولوی منثور　　بدامان تیر رنگ[2] امید و شاپور[3]

نواسازی[4] که بودش باربد نام　　نوائے[5] ساخت آں روز انگلیس[6] دام

نهاد از زخمه[7] چوں بر زر تمامش　　نوائے گنج باد آورد نامش

چو در مجلس فزایش کرد از عود[8]　　برآورد از دماغ عاشقاں دود

دل شه را که بد ریش اندروں[9] تر　　بهر زخمه خراشے یافت بر سر

هر آتش کاں نوا در جانش افروخت　　زیاده روغنش میداد و میسوخت

چو کار عاشق از غم زار باشد　　شود دیوانه گر هشیار باشد

دو چیز افزوں کند در عشق آتش　　شراب جاں نواز و نغمه خوش

بسے کز وے کشاید دل فقاعے　　همی باز آید او یا در سماعے

سماع و عاشقی و مے پرستی　　سبب شد هر سه چیز از بهر مستی

چو ایں هر سه مستی جز یکے نیست　　مے از با ما در آمیزد شکے نیست

در آمیزند باهم شیر و جلاب　　نیامیزد بیک جا روغن و آب

دو همپستاں شمر انگور و انجیر　　کزاں شکر تواں خوردن ازیں شیر

ن[1]- ق - ثناهائے　[2] نام ندیم　[3] نام مصور　[4] نام مغنی　[5] نوائے انگلیس دام نوائیکه انگلیس از و شیرینی بوام میگرفت و انگلیس قام بنظر نیامده　ن[6]- ق - انگلیس قام
[7] مضراب　[8] نام خوشبو و ساز　ن[9]- ق - از دروں

چو در خسرو نوای تو اثر کرد — ہوائے دلبرش زیر و زبر کرد

چناں بر باربد خوش گشت جانش — کہ یکدم خواست بخشیدن جہانش

معلق پیش ایواں بود یک سر — ز مروارید شادروان قیصر

بہ تری ہر دری چوں قطرہ آب — کہ در دریا بود آں قطرہ نایاب

بچرخ از لو لوء پرتاب می شد — دہانِ ابر ازو پر آب می شد

اشارت کرد کیں ابرِ گہر بند — ازاں نسبت ہاں بگشا و در بند[۱]

بگفتش کز دہاں چوں بخشی دُر — بدیں دُر کن دہاں بارِ دگر پُر

زمیں بوسید مردِ گوہریں ساز — ز ایواں کرد شادروانِ در باز

بخود اندازۂ دیدن خسرو را — کہ حالے یافت آں گم کردہ خود را

بحیرت گفت کای ابرِ گہربار — نسنجد کفہ[۲] من[۳] ایں قدر بار

تو خود پُر خواہی از گوہر دہانم — ولے کے گنجد ایں دُر در دہانم

چنیں گنجے بجیبِ ما نہادن — بود در قطرہ دریا نہادن

شہش گفتا کز ینہا چند گوئی — مکن چوں تنگ چشماں تنگ خوئی

کسے کز قسمتش روزی فراخ ست — برش زیں باغِ رنگیں شاخ شاخ ست

دہندہ می شناسد کو چرا داد — کہ ہر کس را چہ می باید عطا داد

برو خوش خور کہ افزوں می دہد چیز — کہ افزوں تر تواند دادنت نیز

---

۱ ح - بر بند   ۲ پلۂ ترازو   ۳ ح - کفِ یزداں

زهی بخشش[1] پیدا گنج هستی است — مرا صورت مکن کاین بت پرستی است

طرب در مطرب آورد آن قسم راست — گرانبار از عطای شاه برخاست

نوا را نام شادروان بره بود — که آن پرده ز شادروان شه بود

نوای ساخت از پی طبع کش تر — بسی از گنج بادآورد خوشتر

بشادی برد شادروان بخانه — زبان تر کرد در دیگر ترانه

چو مرواریدها بر سر فشاندش — که شادروان مروارید خواندش

بآرایش چو آن ذیل گهر یافت — که شادروان مروارید تر یافت

بدرگاه ملک شد خاک بوسید — چو زهره دامن افلاک بوسید

بشه گفت از پی زین حضرت پر — ببخشش[2] برد شادروانی از دُر

در ایوان آورید[3] از شان دیگر — ز مروارید شادروان دیگر

به تری هر دُری چون آب باران — سزای گوشوار[4][5] تاجداران

بگوش شه کنم گوهر فشانی — به بخشش[6] ار گوش را باشد گرانی

شهنشه پیش از آن کو باده ور[7] گشت — هم از آواز ساقی بیخبر گشت

نوا برداشت مرغ ارغنون ساز — بصد جادو زبانی شد فسون ساز

دل شه کز کشش مطلق عنان بود — کشان شد هم بدان جای که جان بود

---

[1] ق- زهی بخشش باشد انچه هستی است [2] ق- باد [3] ق- اورندان شان [4] ح- گوشهائے
[5] نام زیوریکه بگوش اویزند [6] ق- به بخشش [7] بمعنی باده نوش

بیارا ارچه کِشش بسیار بودش ... ولیکن نخلِ مریم[1] خار بودش
نهالے باہوائے یار می ساخت ... بامیدِ رطب با خار می ساخت

وفات یافتنِ مریم

شناسائے معانی موبدِ[2] پیر ... چنیں کرد ایں سخن[3] در نامہ تحریر
که چوں خسرو شد گنجینه رُوم ... خلافش رو میان را گشت معلوم
چو غالب گشته بود از تیغ کیں خواه ... نداد اندیشه را با خویشتن راه
زمانے پورِ[4] شے کاندر حرم کرد ... ز مریم چند گاه اونیز کم کرد
ز شیریں عیش مریم بود چوں تلخ ... ازیں کاہش فتاد آں ماہ در سلخ
بہ تن عیسیِ جانش ماند[5] بے دم ... تنش چوں رشتهٔ مریم[6] شد از غم
ز بیماری به بستر خفت ماہی ... وزاں پس جست دیگر خوابگاہی
ملک بایست تا بایست برخاست ... بصد شادی بساطِ ماتم آراست
دل از سودائے شیریں در غم افگند ... بہانه بر فراقِ مریم افگند
بگریه کش خردوشِ دمبدم بود ... خروشش از یادِ مریم بر حرم بود
بماتم کرد پیراہن بسے چاک ... ولیکن در ہوائے یار چالاک

[1] نخلِ مریم ہماں نخلِ خرما که در زمانِ ولادت حضرت عیسیٰ ببرکت عفت مریم سرسبز و بار آور گردید و دریں جا باضافت بیانی مراد از مریم دختر قیصر روم که در عقد خسرو پرویز بود۔ اسیر [2] حکیم و دانشمند مجوس۔ دریں جا مراد مورّخ [3] ح۔ ایں خبر [4] فدر [5] ق۔ بود بے غم [6] ہماں رشتهٔ مریم که از باریکی خود تابِ تہ نداشت

بشیرین کاری اندر پردهٔ چندے[1]	ترش می بود همچون دردمندے[2]
بپرخاشِ شکر[3] در شام و شبگیر	شتابان گشته پیکان نیز[4] چون تیر
چو شیرین دید کز خس رفته شد راه	به بے صبری شتابان گشت چون ماه
رسیدآن دُرِّ بے قیمت[5] بدریا	چو خور در پرده و مه در ثریّا
درون آمد به خلوت گاهِ مقصود	چمن بے خار دیده شمع بی دود
گلش نو شد خزان[6] را باد بنشست	بآزادی چو سرو آزاد بنشست
جهاندارا ز نسیمِ گیسوے دوست	چو غنچه خواست بیرون افتد از پوست
ز هر جانب که دولت رخنه داشت[7]	خود از پولاد و زر یک یک بیانباشت[8]
بفارغ خاطرے شد مجلس افروز	قدح پیمود و خوش می بود هر روز
کمر بسته بتانِ نازنینش	شکر خندی چو شیرین همنشینش
یکے گشته دو شمع روشن از نور	بگرد اگردشان پروانه شاپور
اگرچه خوشدلی کردند تا دیر	نگشتند از جمالِ یکدگر سیر
دران عشرت که آرایش برون بود	نشاطِ عاشقی هردم فزون بود
نجوید شهوت آن کو عشق بازد	که هرگز عشق با شهوت نسازد
غرض باشد محبت را چو در پوست	محبت با غرض باشد نه با دوست

---

[1] ق - بزم   [2] هم بهر دو حرکت ضمه صحیح   [3] ق - غرض   [4] ق - چو پیکان بے تیر
[5] بجائے در بے بہا   [6] اے بادِ خزاں دُور شد - و ایں تعقید سخت مکروه است
[7] ق - رخنه گرد داشت   [8] ق - خبر داشت

ملک بود از مزاجِ دلبر آگاه　　　که نتواں خوشہ چید از خرمنِ ماہ

نزد دے دست بر خرما و انگور[1]　　　بہ بیداری قناعت کرد ے از دور

دو سلطاں کرد و یک کشور آرام　　　بدل گشتہ بگیتی تیغ[2] با جام

مداین گرچہ زار من دور تر بود　　　دو صاحب جاں یکی شد در بدر[3] بود

میانِ ہر دو کشور زاں دو معمار　　　ازینجا تا بد انجا گشت بازار

ہمہ معمور شد ز آرایشِ دہر　　　ولایت با ولایت شہر با شہر

طرب کردند آں ہر دو جہانگیر　　　گہے در بزم و گہ در دشت نخچیر

عشرت خسرو و شیریں بر لبِ شہرود افسانہ گوئی

شبے ہمچوں سوادِ دیدہ پر نور　　　ہوا عنبر فشاں چوں طرۂ حور

زمانہ برگ عشرت ساز کردہ　　　فلک درہائے دولت باز کردہ

فرو مردہ چراغِ صبحگاہی　　　نشاطِ خواب کردہ مرغ و ماہی

مقیمانِ زمیں در پردۂ راز　　　عروسانِ فلک در جلوۂ ناز

کواکب در میان سرمہ تاب　　　درست افگندہ مروارید شب تاب

کشادہ شب دریں طاؤس گوں باغ　　　دمِ طاؤس[4] را بر سینۂ زاغ[5]

---

[1] بلب و دہاں یا بکنار و آغوش [2] ق۔ شمع [3] مقابل [4] یعنی کواکب [5] یعنی سیاہی شب

فرو برده زمانه جامِ جمشید[1] — شده مه در زمین مهمانِ خورشید

ز زلفِ شب که دامن بر زمین سود — بساطِ خاک گشته عنبرآلود

ببازی در هوائے عنبرانگیز — معلّق زن شده مرغانِ شب خیز

شده زهره بصد دستان ارغنون ساز — ثوابت را برقص آورده زآواز

ز قصر آهنگِ صحرا کرد خسرو — کشیده بارگه در سبزهٔ نو

لبِ شهرود[2] و مطرب نغمه در رود[3] — غبارِ غم جهان را کرده پدرود

برستے لاله و گل خرگه[4] شاه — چو بر نطع[5] کواکب خرمنِ ماه

بساطِ سبز و تر بر سبزهٔ پاک — فلک را ساخته همخوابهٔ خاک

معنبر شمعهائے مجلس افروز — گشاده در دلِ شب روزنِ روز

بخورِ مجمر از عودِ قماری[6] — زده ره بر نسیمِ نوبهاری

صبا کانجا عبیر انداز میگشت — بپائے[7] پس همه از ره باز میگشت

سپند[8] از سوزِ خود پرشور میشد — ز دودش دیدهٔ بد کور میشد

نهانی مجلسے کز هیچ سوئے — بجز محرم نمی گنجید موئے

ملک را داده گردونِ دوتا پشت — بشارت نامهٔ مقصود در مشت

صنم با او بپرسشِ دل نوازی — نشسته بر سریرِ سرفرازی

---

[1] آفتاب [2] نام رودیست در عراق [3] مضراب [4] خیمهٔ بزرگ [5] فرش چرمین
[6] قسمے از عود [7] پائے پس یعنی که بزمین پسپا تیز رو پس ماند [8] دانه که برائے دفع نظر بد سوزند

بگردِ تختِ خوبانِ سرائی[51] — زچہرہ دادہ شب را روشنائی
ازیں سودہ غلامِ نازک اندام — زجعد از بہرِ دلہا بافتہ دام
نسیم و لالہ و گلرنگ و شمشاد — گلاب و آذر و میمون و نوشاد
دگر طاؤس کز خوباں گرو برد — دگر جوزا کہ پرویں پیش او مرد
وزانسو دہ عروسِ نازپرورد — زچشمِ بد ندیدہ روئے شاں گرد
بہار و سوسن و گلنارِ گلبوے — زلال و کوثر و پرویں ہمہ روئے
ہمائے فرخ و مینوے دلکش — نشاطِ تازہ و سیّارۂ خوش
بہ پیشِ تختِ شاپورِ ہنرسنج — مہیّا چوں کلیدے بر درِ گنج
کنیزے بود دیگر مشتری نام — کہ خورشیدے مشتری بربادہ و جام
زطفلی تا جوانی یارِ شیریں — بہ شیرینی نیابت دارِ شیریں
نشستہ شاد و خنداں پیشِ شاپور — چو شمعے کو دہد پروانہ را نور
چو اسبابِ غرض باشد مہیّا — بود خانہ زہر دم چوں ثریّا
مبادا ہیچکس را تنگیِ حال — کہ سایہ نیز بگریزد زدنبال
بہا چنداں بود گل را بگلزار[52] — کہ باشد بر سوادش[نیم] برگ بسیار
چو خالی شد زسیم و زر کنارش — بروئے خاک بگذارند خوارش
چو بے برگ از خزاں شد گلبن باغ — نہ بلبل بر سرش بینی و نے زاغ

---

[51] محاورہ طبع زاد ہند است [52] علم کلام کے ساتھ اظہار واقعات [53] ح - گرد گردش

بریشم[۱] زن رهِ عشاق میزد ‏ ‏ ‏ سرودش بر دلِ مشتاق میزد

کرشمه ساز کرده ساقیِ مست ‏ ‏ ‏ ز غمزه ناوک[۲] افگن شست در دست

خرامان جام بر کف چون تذروے ‏ ‏ ‏ شگفته لالهٔ بر شاخِ سروے

ز مے مغزِ بتاں را جوشش میداد ‏ ‏ ‏ رطب را چاشنیِ نوشش میداد

ازاں سیمیں براں هر خوش خرامے ‏ ‏ ‏ خیالے داشت پنهاں با غلامے

سخن گویاں بغمزه دوست با دوست ‏ ‏ ‏ هوائے دل همی گنجید در پوست

پسے گشتند دل را برقع انداز ‏ ق ‏ که پوشند آرزو در پردهٔ راز

نشد ممکن که در هر لابه و بوس[۳] ‏ ‏ ‏ مژه غماز بود و چشم جاسوس

ز ابرو گشته هر موئے زبانے ‏ ‏ ‏ ز هر لب خنده شرحِ داستانے

ازاں دلها که صیدِ یکدگر بود ‏ ‏ ‏ دو صید اندازِ بیدل را خبر بود

اگرچه شهریار و شاه بودند ‏ ‏ ‏ ولیک از دردِ عشق آگاه بودند

غمِ هر یک بیکے را صد گرفتند ‏ ‏ ‏ قیاسِ کارِ عشق از خود گرفتند

چو گشت از جامِ نوشیں فتنها خوش ‏ ‏ ‏ فتاد اندیشه را نعل اندر آتش

بخواهش گفت شه با مهرباناں ‏ ‏ ‏ ز جاں بیروں نهید اندوهِ[۴] جاناں

پس آنگاهے بتعظیمِ خداوند ‏ ‏ ‏ وثیقت یاد کرد و خورد سوگند

بنازِ نرگسِ رعنائے شیریں ‏ ‏ ‏ بچشمِ خویش و خاکِ پائے شیریں

---

۱ مطرب ‏ ‏ ۲ گرفت سوفار ‏ ‏ ۳ چاپلوسی و خوشامد

۴ ح- آشوب

که نارم سر بگردی هیچ راهے | که من هم زین نمد دارم[1] کلاهی
کسے کز راستی بینم شمارش | مراد او رسانم در کنارش
صنم کش نیش هجران ناوکے بود | درین اندیشه با خسرو[2] یکے بود
چو خوبان با قد این استواری | زبانها باز بست از پرده داری
زمستی و خوشی با دلبر[3] خویش | برون میداد هر یک گوهر خویش
نسیم اوّل بطیبت غنچه بشگافت | که دمے[4] باد بهار آنسو گزر یافت
مرا از خود ربوده طرفه کارے | که بر باید نسیمے را بهارے[5]
بهار از سوئے دیگر گفت خندان | که بستان بی نسیمے هست زندان
اگر بر بوئے اویم نیست بیمے | که باشد هر بهارے را نسیمے
درآمد لاله[6] رنگیں بگفتار | که می گشتم سحرگاهاں بگلزار
دلم را سوسنی[7] بگرفت در زیر | زبانم داد و بر من راند شمشیر
بآزادی زباں بکشاد سوسن | که در باغے شدم با بخت روشن
بجام لاله عشرت ساز گشتم | قدح ناخورده بیخود باز گشتم
سخن را رنگ و بوئے داد گلرنگ[8] | که در مستی بگلنارے[9] زدم چنگ
چو شد در مغز ازاں گلنار بویم | رواں شد اشک گلناری برویم

---

۱ کلاه نمد کلاه درویشانه و دراینجا مراد آن که من ازین حالت خبرے دارم - اپیر ۲ موافق نسخ - همسر ۳ ق - که وے ۴ نام کنیز ۵ نام غلام ۶ نام کنیز ۷ نام غلام ۸ نام کنیز

بخنده گفت گلنارِ شکرخند   که بر جان بارِ جرمِ عشق تا چند

نه دل آنکس بسینه سنگ دارد   که صبر از عاشقِ گلرنگ دارد

چو شانه صد زبان بکشاد شمشاد[1]   که آمد ساقی و دولت بمن شاد

زلالی[2] ریخت اندر کامِ من دوش   که کردم چشمهٔ حیوان فراموش ‖

زلالِ خوش زبان بکشاد کامروز   گذشتم بر یکے جوے دل افروز

رسیدم زیرِ شمشادے که جُستم   چو بنشستم بپایش از خود[3] دست شُستم

چو دورِ کوثر[4] آمد گفت کامشب   بشادی جام را کرده لبالب

گلابی[5] یافت با من آشنائی   که نا ممکن بود از وے جُدائی

گلابِ صاف گفت آں آشنا را   که در شیشه مکن زین گونه ما را

گلانی[6] را رسد نیکو ببندیش   که در کوثر چکاند قطرهٔ خویش

برون داد انور[7] از دل چشمهٔ نور   که خواهم نیست در شبهائے دیجور

چنان شد دیده در پروین[8] اسیرم   که گر پروین نهان گردد بمیرم

بخنده گفت پروین تگ و تاخت   چو دولت چشمِ انور بر من انداخت

جمالِ من از و نورے بکف کرد   که مه با نورِ خویش از وی شرف کرد

سخن بر داشت میمونِ[9] خجسته   که بودم شادماں روزے نشسته

---

[1] نام غلام   [2] نام کنیز   [3] بیخود گردیدم   [4] نام کنیز   [5] نام غلام
[6] ق. گلابے کے بود نیکو ببندیش   [7] نام غلام   [8] نام کنیز   [9] نام غلام

همای[1] سایه کرد از اوج بر خاک   که من میمون شدم زاں سایهٔ پاک

همای بخت فرخ[2] گفت کاری   فسوں در خور بود با سایه داری

چو میمونے تواند بود جائے   که ماند استخوانے از همائے

لب نوشاد[3] نیز از شادیِ نو   ز سر و تازه کرد آزادیِ نو

که جانم را ز شادی ناگزیر ست   که از بختم نشاط[4] در ضمیر ست

نشاط از عشق پنہاں پرده بکشاد   که غم ہائے کہن دارم ز نوشاد

دلش از بس نشاط آباد خوانند   مرا از روئے بتِ نوشاد خوانند

بزاری خنده زد طاؤس[5] کافسوس   که بے مینو بماند زنده طاؤس

نه چوں طاؤس گشتم گم دریں باد   بجز مینو رسد شخصے بفریاد

درآمد حور مینو نام در گفت   که مینو کے شود طاؤس را جفت

رقیبِ من که مینو را ہند خار   مگر رضواں که ہم دیو ست و ہم مار

سخن بر داشت جوزا[6] کاندریں دل   مرا ستاره[7] کرده است منزل

سعادت بیں که چوں در ماه در آید   ہماں ستاره در جوزا در آید

بجوزا کرد رو ستاره و گفت   که جوزا به بود ستاره را جفت

من آں ستاره ام کاندر روائی   ز جوزا دارم اوجِ روشنائی

۱؎ نام کنیز   ۲؎ ن ح - اوج اختر   ۳؎ نام غلام   ۴؎ نام کنیز   ۵؎ نام غلام
۶؎ نام غلام   ۷؎ نام کنیز

چو دور آمد بشاپور سخن گوئے　　روان کرد از لطافت آب در جوئے

که در خوابم نمود است آسمان دوش　　که گوی مشتری[۱] دارم در آغوش

مرا زین یار خوش نیک اختری باد　　عطارد را قرانِ مشتری باد

بپاسخ گفت ماهِ مشتری نام　　کزین افسون نگردد مشتری رام

که یارد[۲] کرد سوئے مشتری راه　　مگر بر آسمان خورشید یا ماه

بزیبائی منم آن نقشِ جماش[۳]　　که سویم رد نیاید هیچ نقاش

همه را نقش بر ایوان نگارند　　وَلے نقشِ مرا بر جان نگارند

چو آمد نوبتِ پرویز در گفت　　صدف بکشاد و مروارید بسفت

که بود اندر کمینِ فتنه جائے　　نشسته در ره[۴] صید اژدهائے

زره[۵] شیرین نگارے باز خورد آ　　بشیرینی شکارِ خویش کردش

منم آن اژدهائے آهنین چنگ　　که شیرین کرد نخچیرم به نیرنگ

دگر خود اژدها گیرد اسیرم　　چو شیرین جانِ من باشد نمیرم

ز شیرین نام آن شیرین زبان است　　ازان شیرینیش[۶] میخوانم که جان است

مگر شیرین ازان خوانند جان را　　که چیزے ماند آن شیرین لبان[۷] را

لبِ شیرین چو پاسخ را عنان داد　　زبان را در سخن پیوند جان داد

---

۱ نام کنیز　۲ بتوان کرد　۳ کسیکه در بازی غالب بود و هم بمعنی شوخ و دلیر

۴ ن ق - برسر　۵ ن ق - بره شیر شکاری　۶ ن ح - وسے　۷ ن ق - نامهربان

اجازت داد از چشمِ دغا باز | که باشد غمزه را دستوریِ ناز
بشوخی کرد بازارِ سخن گرم | بگفت اندر میانِ شوخی و شرم
که شیر افگن غزالے بوده ام مست | بسے ناوک زناں را برده از دست
فتاد آهو کشی را سوئے من رائے | بیک تیرِ خدنگم دوخت بر جائے
چناں دوزم کزاں پیکانِ شیریں | نخواهد برد شیریں جانِ شیریں
ازیں پیش از فراغِ بختِ دلشاد | دلم آسوده بود و جانم آزاد
جوانی عشق بازی را صلا داد | شکیبم را بتاراجِ بلا داد
چو دل بر دستِ یارم شد گرفتار | کنوں چشمِ من و خاکِ رهِ[1] یار
گرم گردن بتابد چرخِ کج رو | نتابم گردن از فرمانِ خسرو
نظر سوے صلاحم بود چنداں | که با من بود رائے هوشمنداں
خرد را چوں ز من پوشیده شد نام | چه تحسیں بر من از خلق و چه دشنام
چو راضی گشت بر شمشیر جانم | چه باک آید ز شمشیرِ زبانم ۱۱
مرا با دوست بودن نیز[2] گزافست | گرم دشمن بدے گوید معافست
اُمیدِ نامِ نیک از عشق خامیست | چو عشق آمد چه جائے نیک نامیست
بعشق آں کو ز گفت و گوئے ترسد | چه میخوارے بود کز بوئے ترسد
بر آنکس نامِ غواصی بود زرق | که هم دُر جوید و هم ترسد از غرق

---

[1] ح - در [2] ح - نه گزافست

کسے کاندیشد از غوغائے زنبور — بہ بیند انگبیں را لیکن از دور

چو گل چیند کسے از مرغزارے — گریزش کے بود زاسیبِ خارے

شہنشہ کز طریقِ مہربانی — ز شیریں یافت ایں شیریں زبانی

بسجدہ پائے شیریں تاجِ سر کرد — کفِ پایش بہ بوسہ پر شکر کرد

بزاری گفت جائے بوسہ دانم — ولے آنجا دلیری کے توانم

کجا بختِ من آں سر پنجہ دارد — کہ لعلت را بہ بوسہ رنجہ دارد

اگر اندیشہ گرد[1] دہم عنانت — بنوسم جز بدستوری دہانت

شکر لب زاں نوازشہائے چوں نوش — نہادہ گوش و می شد حلقہ در گوش

دل از مہرش چو شد یکبارگی گرم — می از طبعش بشست آلایشِ شرم

ستد جامِ شراب از دستِ ساقی — [2]مے خورد و بخسرو داد باقی

کہ من چوں چاشنی گیرم ازیں جام — ازاں کن چاشنیِ لعلِ من دام

دو بوسے زاں بنوش و باز بستاں — یکے وام دہ و صد باز بستاں

دہاں زاں جام در جلاب تر گیر — ازاں می و ز لبِ من نقل برگیر

نشاط انگیزیِ آں جامِ پر نوش — ملک را برد بیش از چاشنی ہوش

بصد ذوق آں نہالِ روح پرورد — ستد زاں شوخ و ہم بر روئے او خورد

ز دریا گرچہ نشکستے خمارش — بداں یک جرعہ رفت از دست کارش

---

[1] ق - می گیرد   [2] یک جرعہ

چو بادہ بر رخِ خوباں خورد کس　　بود دریاکشی را جرعہ بس

نشاید عاشقاں را مے پرستی　　کزاں دیوانگی خیزد نہ مستی

شراب و عاشقی چوں شد بہم یار　　معاذ اللہ برسوائی کشد کار

بجائے کآتش اندر خرمن افتد　　کجا میرد چو در وے روغن افتد

چو خورداں بادہ را مستِ جگر خوار　　بدستوری شد از شیریں شکر خوار

دہاں را بر دہانش ہم نفس کرد　　لبش بوسید و ہم بر بوسہ بس کرد

لبش خوش بود ہم زالایشِ جام　　اگرچہ تر نگشت از شربتش کام

چناں وقت خوش و عیشِ دل افروز　　بزیبائی شبے خوشتر ز نوروز

دو یارِ نازنیں در بادہ ہم دست　　جوان و عاشق و دیوانہ و مست

ز مقصود آنچہ باید در نظرگاہ　　غم و اندیشہ زحمت بردہ از راہ

گہے جستند از می جاں نوازی　　گہے کردند باہم بوسہ بازی

گہے سر پیش یکدیگر نہادند　　گہے در پائے یکدیگر فتادند

گہ از جاروبِ مژگاں خاک رفتند　　گہے ز الماسِ دنداں لعل سفتند

گہ آں در زلف ایں شبگیر کردے　　بگردن زلف را زنجیر کردے

گہے ایں عہد او بکشادے از ناز　　دلِ درماندہ را کردے گرہ باز

گہ ایں جستے از آں خونِ دلِ تنگ　　بدیں دعوی زدے در دامنش چنگ

گہ آں با ایں عتاب اندیش گشتے　　شفاعت خواہ جرمِ خویش گشتے

که این افسانهائے نازگفتے | زہجران ہر گزشتے باز گفتے
گہ آں از دل بروں دادے ہوائے | بگریہ باز راندے ماجرائے
دراں مجلس کہ بود از عشق بازار | خرد در خواب بود و فتنہ بیدار
زبس عشرت ہمہ شب تا سحرگاہ | بہشتِ این جہانے بود خرگاہ

عقد خواستنِ خسرو دختر ازبرائے مشتاقانِ خود

چو خنداں گشت صبحِ عالم افروز | زمانہ داد شب را مژدۂ روز
نماند اندر فلک زانجم نشانے | بہ نیلوفر بدل شد گلستانے
ملک بر وعدۂ دوشینہ برخاست | حریفاں پیش خواند و مجلس آراست
درآمد باربد بر نسبتِ دوش | نوائے ارغنون و نغمۂ نوش
خمارِ عشق بازی در سر افتاد | دل از جوشِ شراب از پا[1] در افتاد
اشارت کرد خواندن مو بداں را | ہمہ کارآگماں[2] و بخرداں را
چو مجلس[3] ساز شد خسرو چنیں گفت | کہ گرد و ہر درے با گوہری جفت
کسے کز عشق کس باشد خیالش | شود ہمسر بکابینِ حلالش
بفرمانِ دو صاحب چارہ سازاں | ہمی جستند رازِ عشق بازاں
ہمیکردند یک یک را فراہم | دو گانرا عقد می بستند باہم

---

[1] بیکار شدہ [2] ح - دانندگاں [3] ح - خردمنداں چو گشتند انجمن

چو گشت آسوده خاطر ها ز پیوند · ببوے وصل دلها گشت خورسند

ملک در پیش شیریں زار بگریست · که چندا ز یکدگر فارغ تواں زیست

نه پاینده است بر مردم جوانی · نه کس را اعتماد زندگانی

چو اسباب جوانی رخت بر بست · بسمل[1] گردد بچشم نرگس مست

گل ار بو گرچه باشد نامۂ مشک · چو شد پژمرده خاشاکے بود خشک

بمحرومی مکش یار چنیں را · غنیمت دار بازار چنیں را

چه بخت ست اینکه چوں من بادشاہے · بود محتاج رویت چوں گدائے

کنونم ده زکوٰۃ خوبی خویش · که فردا من غنی گردم تو درویش

روا باشد که رویت قبلۂ حور · منت می بینم[3] وے میرم از دور

مگس گر جاں[2] کند در جام جلاب · به از گریه است در دکان قصاب

زلال آں به بود کز[4] لب رود زیر · که از دیدن[5] نگردد آدمی سیر

ازاں جوے که نتواں خوردن آبے · هلاک تشنه[6] را باشد سرابے

دریں دولت که گردوں پایۂ ماست · زمین تا آسماں در سایۂ ماست

سریر ما که دارد بر جہاں دست · ذرو جز نیستی دیگر همه هست

چرا نقد رضا در بند داریم · به نسیه خویش را خورسند داریم

بیا تا با هم از بخت جہانگیر · در آمیزیم همچوں شکر و شیر

له نام مرض چشم لنه ح- نیک تیز رد لنه ح- می میرم وحے بینم لنه ح- کو لنه ح- شود لنه ح- شوق

زسودا به که مردم سود گیرد / که سود اندیش در اندیشه میرد

قناعت را که قیمت هست بسیار / زمن پرمایه تر نبود خریدار

تبر مفگن که بس میموں درختم / به پشتِ پا مکن دُورم که بختم

پاسخِ شیریں بخسرو

شکر پاسخ ز شکر بند بگشاد / بپاسخ لعل شکر خند بگشاد

که بخت آں روز ما را داد مایه / که اقبالِ تو ما را کرد سایه

که باشم من بخدمت زیر دستے / کنیزانِ ترا آئیں[1] پرستے

نه چنداں قیمتے دارد متاعم / که رنجد گوشِ والا از صداعم

وگر نزدِ تو قدرے دارد ایں خاک / بمژگاں روبم از راهِ تو خاشاک

گرم در حجلهٔ خدمت دہی راه / کنیزے را کنی مقبولِ درگاه

ور از تو خویش را مهجور بینم / همت چوں آفتاب از دور بینم

گر از تو دور بودن رائے دارم / چه پنداری که دل بر جائے دارم

بجانِ تو که جاں پیشت بصد داغ / ازاں بهتر[2] که بے روئے تو در باغ

غمت من دانم و ایں جانِ خونی / تو هم دانی که در جانم درونی

گر از من میروی چوں گل شتابان / تو از دل دور می مانی من از جاں

---

۱ خدمتگار ۲ شرکت کے ساتھ وحدت سبحان اللہ

ولیک اینست خود سودای شیرین | که شربت آرد[1] از حلوای شیرین

بزرگاں گفته اند این نکته درست | که هر کو سیر باشد زود سیرست

کسے کورا بود صد کاسه در پیش | بیک سکبا[2] کجا بندد[3] دلِ خویش

کسے کو شربتے هر دم کند نوش | تواند سرکه را کردن فراموش

چو مرغے خرمنے بیند بهر گام | بیک دانه[4] دلش کے گیرد آرام

چرا گل دامن از بلبل نچیند | که هر دم[5] بر گلِ دیگر نشیند

من آں سرچشمهٔ شیریں گوارم | که آبِ زندگانی نام دارم

تو میخواهی بجویم[6] راه جوئی | بنوشی[7] شربتے و دست شوئی

بگوتا در کشم دست از عنایت | غبارِ خود بروبم ز آستانت

کنم در خاکِ خواری منزلِ خویش | نهم سنگِ صبوری بر دلِ ریش

کشم در دامنِ اندیشه پائے | ز دورت بینم و خوانم دعائے

وگر بر من زند بے طاقتی راه | کنم نظاره در خورشید و در ماه

کیم من[8] مقنع اندازِ قصب[9] پوش | که خویم با کله داراں زند جوش

لن[1] ق۔ که سیری دارد [2] بکسر سین و سکون کاف و بائے موحده قسمی از طعام که به بلغور گندم و سرکه و نبات و گوشت و کشمش تیار سازند لن[3] ح۔ در لن[4] ح۔ خرمن [5] توارد بمصرعه شیخ سعدی است که هر دم بر گل دیگر سراید۔ و هم ازینجا فرق زبان ظاهر میگردد لن[6] ح بچشمه لن[7] ح۔ بنوشی لن[8] ق۔ کنم من مقنع اندازی [9] جامه ایست ابریشمی و درینجا مراد از قصب پوش کسیکه جامه از پوست نے دارد که پوشش گدایانست

بآتش در مزن خوشیدہ[1] را — مکن بے پردہ روپوشیدۂ را

کہ من گرچہ زہم کار آزمایم — رہا کن تا تو بسیار آزمایم

تو ہم دانی کہ من چوں در تو دیدم — دو عالم دادم و مہرت خریدم

ندانم[2] یاد روزے در خیالت — کہ بودم خالی از یاد جمالت

اگر جز من کسی بودے دریں سوز — نماندے زندہ زیں درد جگر سوز

تو عصمت بیں کہ با ایں بیقراری — چہ ساں کردم ز تو پرہیزگاری

گلے از باغ وصلم بر نچیدی[3] — بجز نظارۂ کز دور دیدی

مرادے کت بروے من خجل کرد — گناہی بود نتوانم بجل[4] کرد

دو بوس[5] از لعل من کامد وبالت[6] — حرامم باد گر دارم حلالت

حلال آں شد کہ با من چند گاہے — بحرمت[7] باشد از دورت نگاہے

گرت زحمت بود ز اندیشۂ خام — چو کام خود بگیری[8] گیری آرام

ورت بخشست سودائے کہ داری — بیابی خود تمنائے کہ داری

مرا نیز اعتمادے باشد از بخت — کہ آساں نگسلد پیچے کہ شد سخت

بنائے دوستی چوں محکم افتد — خلل ز آسیب دورانش کم افتد

چناں پیوند کن[9] مہر ابد را — کہ در وے رہ نماند چشم بد را

ن[1] ح- خوشیدہ   ن[2] ح- ندارم   ن[3] ح- کم   [4] بکسرتین عفو و معاف   ن[5] ح- دو بوسے کاشنلم آمد   [6] گراں و دشوار   [7] عزت و ارجمندی   ن[8] ح- نیابی گیرم   ن[9] ح- شد

ملک گفتا که بر یارانِ جانی — بدین غایت نشاید بدگمانی

مرا کاندیشهٔ آن روی چون ماه — رساند بر فلک هر شب علی الله[1]

ازان گوشه ز سودای جمالت — یکی شد هستیِ من با خیالت

که چون در خاک گم گردد نشانم — دهد بوی تو خاکِ استخوانم

هم اوّل بر سرِ من بود تقدیر — که در جانم چکد مهرِ تو با شیر

چو با شیر این هوس رفتست در کام — ز تن با جانِ من آید بنا کام

دو جان را گر ازل با هم وصالست — کنون از هم جدا کردن محالست

نه مرغی را بود صبر از گل و بید — که نیلوفر[2] نتابد روز خورشید

نه کم گردد کسی را ذوقِ جلاب — نه ماهی زنده داند بود بی آب

نه بینم تازه ماند سبزهٔ نو — نه بی شیرین تواند بود خسرو

چرا باید[3] که آخر چون تو یاری — ز من جز دوستی گیر دشماری

نکو گفتند دانایانِ[4][5] پر خواست — که دل را دل بود آیینهٔ راست

دو آیینه چو رو در رو بخندند — ز یکدیگر خیالِ راست بندند

خیالِ راست بایستی که در تن — من از موم آیینه دارم نه ز آهن

میفگن بر دل از دوری خراشم — مکش هر دم بر خشمِ دور باشم[6]

---

[1] فریاد و فغان [2] ح. نه نیلوفر نتابد [3] نتیجهٔ اشکالِ سابقه [4] ح. مگر کاں گفت دانایان بجاست

[5] غالباً یعنی دانایان پر دو داد و اهلِ محبت باشد. مگر بنظر نیامده. اسیر [6] ای دور شو

من از بهرِ هلاکِ خویشتن فرد | تو پنداری که گرد د خاطرم سرد
دلِ من کاتشش هرگز نمیرد | ندانم خود[۱] که سردی چون پذیرد
چو عزت[۲] داری از خواری بیندیش | مگر کانروز خواری نایدت پیش[۳]
غمِ روزی که در روی سوز باشد | همان روزی خوری کانروز باشد
چو پیش از غم دل از غم خاک باشد | همه عمر آدمی غمناک باشد
بشادی غم مخور چندین بیکبار | زبهرِ روزِ غم چیزی نگهدار
کسی کز آفرینش بی گزند[۴] است | همه وقت و همه جا سربلند است[۵]
گر[۶] آرد کس که یا قوتِ[۷] خطرناک | ز دیح زرفته بر دامنِ خاک
دری کان تاجِ سلطان را فروزد | کسی در بندِ نعلینش ندوزد
زری کاین عزت[۸] شد شمارش | کسی هرگز نتواند کرد خوارش
بسی زینگونه نقل افشاند پرویز | حریفِ[۹] گرم دل بشکست پرهیز
خجالت در دلِ خسرو اثر کرد | بزانو سر نهاد و دیده تر کرد
دل از شیرین شده یکبار نومید | برفت از تاب چون مه پیشِ خورشید
بخشم از پهلوی دلدار برخاست | جنیبت جست و سازِ رفتن[۱۰] آراست
سوی مشکوی مشک آلود شد تند | ز شیرین کرد دندانِ هوس کند

ن۱ح - بگویم خود که چون سردی   ن۲ح - چو عشرت   ن۳ح - مگر کانروز خواری آیدت پیش
ن۴ح - سربلند است   ن۵ح - ارجمند است   ن۶ق - گر   ۷ یعنی یا قوت بیش بها بنظر نیاید
ن۸ح - عشرت   ن۹ق - حریفِ گرم را بشکست پرهیز   ن۱۰ق - راه

ز زلف او گره ها داشت[1] با خویش | یکے درابرو وده در دل خویش
غزالان خاکبوسان پیشش رفتند | سوئے فرمانروائے خویش رفتند
نه کس را[2] دید و نه باکس سخن گفت | ز مرکب جست بر بستر[3] فرو خفت
اگر از خوشدلی خسپد همه چیز | بسے باشد که خواب آید ز غم نیز
بخفتن گرچه راحت یار باشد | ولیکن خواب غم دشوار باشد
چو عاشق می[4] نخسپد یک زمان هم | دمے گر[5] خفت بیدار است آنهم
درست اندوهِ بیماران نداند | که خفته حالِ بیداران نداند
چو سر بر کرد ازان خوابِ سحرگاه[6] | بنومیدی برآورد از جگر آه
بباده گرچه لب مشغول بودش | دل از عیش و طرب معزول بودش
ز مژگان سیل آتشناک میریخت | جگر میخورد و خوں بر خاک میریخت
مئے اندیشه را پرواز میداد | لبش میخورد و چشمش باز میداد

نصیحت کردنِ شاپور خسرو را جهت شیرین و دلالت کردنِ شکر

سخن پرداز گویای خردمند | چنیں برداشت از دُرجِ گهر بند
که چوں خسرو ز یارِ عصمت اندیش | بشکوے خود آمد با دلِ ریش

ن[1] ق۔ کرد ن[2] ح۔ نه در کس ن[3] ق۔ در بالیں ن[4] شب ن[5] ق۔ گو ن[6] ق۔ جگرگاه

ز سوزِ سینه ماند افتاده رنجور ‏ ‏ ‏ ‏ چو تشنه کز لبِ کوثر شود دور
بشکو چند گاهے بود غمناک ‏ ‏ ‏ ‏ دلش چون دامن و دامن چو دل چاک
ز غم خوردن چو رفت از کف عنانش ‏ ‏ ‏ ‏ ز مشکو میلِ صحرا کرد جانش
بآهنگِ شکار از خانه برخاست ‏ ‏ ‏ ‏ بدولت خانهٔ زین منزل آراست
روان شد با غلامِ چند دلخواه ‏ ‏ ‏ ‏ که بودندے بخدمت گاه و بیگاه
ندیمِ خاص شاپورِ خردمند ‏ ‏ ‏ ‏ بهمراهی سخن را گشته[1] پیوند
فرو گفتے بچستی هر زمانے ‏ ‏ ‏ ‏ برآئینِ ندیماں داستانے
بافسوں برگشادے مشکلش را ‏ ‏ ‏ ‏ تهی کردے ز غم لختے دلش را
که تا گردونِ گرداں را روائی[2] است ‏ ‏ ‏ ‏ بنائے کارِ او بر بیوفائی[3] است
نیارد هیچکس را شاد دیدن ‏ ‏ ‏ ‏ نه یک دل را ز رنج آزاد دیدن
ازاں بهتر نداند[4] کوششِ کار ‏ ‏ ‏ ‏ که پائے را جدا گرداند از یار
جوابش باز گفتے خسرو از درد ‏ ‏ ‏ ‏ که با تقدیر نتواں داوری کرد
اگر شیریں ز راهِ بیوفائی ‏ ‏ ‏ ‏ بُرید از آشنایاں آشنائی
مگوئیں تلخ از شیریں نکو نیست ‏ ‏ ‏ ‏ که عیب از خوئے بدخواهیست از وے
بهر نیک و بدے کاندر میانست ‏ ‏ ‏ ‏ گنه بر بخت و تهمت بر زمانست
چو تلخی میکند بختِ نژندم[5] ‏ ‏ ‏ ‏ گنه بر گیسوئے شیریں چه بندم

---

[1] را بدل اضافت ‏ ‏ [2] رواج و رونق ‏ ‏ [3] نسخہ ح - بیوفائی ست ‏ ‏ [4] نسخہ ح - ندارد ‏ ‏ [5] خوار و واژگوں

چو در قرابه[1] نبود باده باقی　　شکایت چون توان کردن ز ساقی

چو باران قطره نفشاند از غیب　　اگر بستان نخندد چون کنم عیب

چو شب نبود چراغِ خانه را نور　　اگر دیده نه بیند هست معذور

بسی زین فتنه میگردم گران‌گیر[2]　　چو با دل بس نمی آیم چه تدبیر

میان شاه و شاپور از شکایت　　فراوان زین نمط بودی حکایت

هر آتش کز دلِ شه برزدی تاب　　روان شاپور[3] بر وی ریختی آب

بسی سودا چو زینسان در سر افتاد　　سخن در خوبیٔ خوبان در افتاد

ملک گفتا که دارد کس ز عشاق　　بتی شیرین تر از شیرین در آفاق

کزان گاهی که من هستی گزیدم　　بتی[4] چون او به شیرینی ندیدم

بپاسخ گفت شاپورِ سخن سنج　　که ای در هفت[5] کشور نوبتت پنج

بلذت گرچه شیرین هست چون نوش　　ترا شیرین تر است از جانِ پر جوش

چو طبع از عشق باشد ناشکیبا　　نماید نقش مفرش[6] نقشِ دیبا

ز آتش گاهِ سرما خوش بود تاب　　بقدرِ تشنگی شیرین بود آب

گرسنه کش نباشد صبر چندان　　خوشش چلغوزه[7] باشد زیرِ دندان

نه من زان میکنم این نکته برکار　　که شیرین را کم است از حسن بازار

---

[1] شیشه و صراحی باده　[2] غالباً بمعنی کنایه دگیرست که بمعنی جدا باشد　[3] زود

[4] ح ـ یکی　[5] سیاقة الاعداد　[6] جامه خواب　[7] نام میوه

چناں سروے کہ در عالم نخیزد | بدش گویم زبانم چوں نریزد
ترا یک روئے او گر صد نگارست | بچشم من یکے زاں صد ہزارست
تو ہم دانی کہ از دانا دُاو باش | نداند نقش را کس بہ ز نقاش
بمعبودے کنم سوگند را یاد ق | کہ نیکی را از و بود ست بنیاد
کہ در نیکوئی و شیریں زبانی ۲ | بشیریں کاری و شکر دہانی[۱]
زمین و آسماں گر باہم آیند ۳ | چو شیریں بیش فرزندے نزایند
ولے چوں زد دلِ شہ در و مندست[۲] | وزاں[۳] یک درد عالم درگزندست
صلاحِ دولتِ شاہ آنچہ دانم | ضرورت گفتنی شد تا توانم
عناں گرداں نہ آخر تاجداری | مکن چندیں بتاج و تخت خواری
خللہا[۴] باید اندر کارِ ما را ۵ | کہ دارد طاقتِ رنج دلِ شاہ
مزاجت رست ہر آں بت سیم | عیاذاً[۵] باللہ از دیوانگی بیم
نباید جوششِ سودا بیش گردد | خرد در چشم بینش ریش گردد
تبہ باشد ازاں در زیر نہ طاق | نہ حالِ شہ کہ حالِ جملہ آفاق
بداں دل کو زبوں آورد تن را | زبوں کردن نشاید خوشتن را
ولے کز میل با دشمن شود یار | نہ دل بل دشمنے باشد ستمگار

---

[۱] ح۔ شیریں زبانی [۲] ق۔ بستمند ست [۳] ق۔ ازاں یکدل دو عالم
[۴] ۔ خلل می باید [۵] کلمۂ اجتناب و پرہیز

به است آن دشمنی کو دوست خوبست — حذر زان دشمنی کو دوست روبست

چو نتوان عشرتے با یار کردن — نشاید خویشتن را خوار کردن

چو او را نیست پر پیوند تو رائے — تو نیز از دامن عزت مکش پائے

کسے کو عزّت یاری نداند — ز عزّت فرق[1] تا خواری نداند

بران باشد که باز آری دل ریش — بخوبان دگر داری[2] دل خویش

کنی سنگین دل اندر سینهٔ تنگ — کشی دستے بهنجار از تهٔ سنگ

چو رفت آن گلبن نوخیزت از باد — همه عالم پرست از سرو آزاد

چو جان ما جاست جانان چند خواهی — چو دولت هست خوبان چند خواهی

دو چیز است اتفاق هوشمندان — ق — کزان باشد هلاک[3] مستمندان

یکے چون بیوفا باشد نگارے — ۲ — بدل کردن بدیگر گلعذارے

دگر زانجا که عشق آتش کند تیز — ۳ — با آهنگ سفر گشتن سبک خیز

کسے کز عاشقی بگسست زنجیر — یکے بس باشدش زین هر دو تدبیر

مرا خود هست در خاطر همه چیز — بگویم گر[4] بدل باشد سفر نیز

شنیدم در سپاهان[5] هست ماهی — بتان روم و چین را قبله گاهی

شکر نامے و شور انگیز عشّاق — بشیرینی چو شیرین در جهان طاق

یگانه دلبرے[6] در نیک خوئی — ندارد او دویم در خوبروئی

ن۱ ح - چو یارے زار شد — ن۲ ح - بندی — ن۳ ح - خلاص

ن۴ ح - کان — ۵ اصفهان — ۶ دلربائی در نکوئی

دو نارنج ترش در حلهٔ نور   بدل نزدیک لیک از دستگه دور[ن۱]

درش ز آشوب مشتاقان چو محشر   بسی سرگشته سرگردان آن در

بزرگان جهان در آرزویش   گدایان خود کجا بینند رویش

رسند از هر طرف صاحب کلاهان   خریدار شکر سوی سپاهان

خیالش دیده را سازد محراب   خزینه بر درش ریزند چون آب

چو خان[ن۲] و مان شان را کرد تاراج   پس از عمری نماید رو بمحتاج

همه روز از طریق عشق بازی   بنقل می کند عاشق نوازی

شبانگه سوی مهمان پر امید   فرستد سایه بر جای خورشید

چنان از جام[ن۳] نوشینش کند غرق   که سکبا[ن۴] را ندانند انگبین فرق

فریبد همچو طفل نازنینش   بانجیری[ن۵] برد انگشترینش

ز هر رنگونه شبها چون ظریفان   کنیزان را در آغوش حریفان

خود اندر مهد عزت شاد ماند   سمن دربند و سرو آزاد ماند

بسی دادند شاهان قیمت[ن۶] پر   نشد خاریده ز الماس کس آن در

عجائب گوهری باشد که در کار   بود پوشیده رو با صد خریدار

فراوانش رسید اندر زمانه   ز عشق خسرو و شیرین فسانه

ن۱ ح - از دوست تر دور   ن۲ ح - در جام جو شانش   ن۳ - جان و مال   ن۴ همان سکبا بکاف عربی قسمی از طعام که تحقیقش گذشت   ن۵ ای بیک انجیر انگشتری از دست طفل برد مثل هندست   ن۶ ای قیمت بسیار

وفای شاه بس کافزون شنیدست | بصد جان مهرِ شه را برگزیدست

ز هر آینده با جانِ پرسوز | خبرهای ملک پرسد شب و روز

بجز تو دل بکس مائل ندارد | بجز پیوندِ تو در دل ندارد

رکابِ دولت ار جنبد[1] درین راه | تواند شب که خورشیدی کند ماه

نه با شیرین ست شیرینی همه جفت | شکر را نیز شیرین می توان گفت

گرت جلاب شیرین ست در جام | شکر هم خوش تواند کردنت کام

همه مستی نه با انگور یارست | که آبِ نیشکر هم مست کارست

چو گل نبود درمنه[2] مشک نابست | چراغ اندر دلِ شب آفتابست

شکر نامی که از بهرِ هوس را | بخشتست از شکر بسیار کس را

چو در جانهای شیرین جایگه داشت | تواند جای شیرین را نگهداشت

شهنشه زان فسونِ رغبت انگیز | شد از بهرِ شدن یکبارگی تیز

همه ره زآهو افگن بود در دشت | شبانگه سوی مشکو آمد از گشت

دران سودا که بودش فتنه دلدوز | همه شب پاسِ دل میداشت تا روز

رفتنِ خسرو باصفهان و دلالت کردن باشکر اصفهان

چو شد تاریخِ مشرق صبحگاهان | سفید و سرخ چون سیبِ سپاهان

---

[1] ق۔ ارزانی

[2] بفتحتین گیاهی که گلش همچو درم باشد

زمانه گشت ازان نارنج سازی   مشعبدوار در نارنج بازی

برآمد شمعِ شادروانِ خورشید[1]   فرازِ کرسیِ زر همچو جمشید[2]

بخدمت[3] خواند دستورِ گزین را   ز لعل افشاند لولوی ثمین را

که تنگ آمد دلم زین منظرِ تنگ   دو ماهی سوی صحرا آرم[4] آهنگ

چنان باید که با نیکوترین رائی   شوی در ملک و دولت کارفرمائی

نگهداری طریقِ نیک خواهی   ندانی غائبم زاورنگِ شاهی

چو کرد این رهنمونی باخردمند   برآمد بر کمیتِ باد پیوند

همان خاصانِ دولت هم رکیبش   کز ایشان طبع بودی ناشکیبش

بهمراهی بزرگ اُمید و شاپور   و زان[5] سو باربد با نای و طنبور

دو[6] اشتر پر ز گوهرهای شهوار   گران در نرخ و در بردن سبکبار

که تا هر جا که خرجش سهل ماند   بدُری دخلِ اقلیمی ستاند

هیولای دلبرِ تو کرده در دل   همی شد ده به ده منزل بمنزل

رها کرده همه ترتیبِ شاهان   درآمد بی سپاه اندر سپاهان

طلب کرد از گذر پوشیده جائی   ز موکب ساختش دولت سرائی

بزرگ اُمید را در حال فرمود   ق   که ره گیرد بدکانِ[7] شکر زود

ن[1] ح جمشید   ن[2] ح - خورشید   ن[3] ح - بخلوت جست   ن[4] ح - دارم

ن[5] - سه تا زن باربد با رود و طنبور   ن[6] ق - دو اشتر پر ز گوهرهای غلطان، بها که کس قیمت نداند هر یکی زان

[7] بصنعت ایهام مراد از دولت خانه شکر

بر و سلکی ز مروارید شب تاب | بیک رشته درون صد قطرهٔ آب
رساند تحفهٔ شه بر دلارام | پس آنگاهش بهد پوشیده پیغام
که آمد بهترین پادشاهان | خریدار شکر سوی سپاهان
سزد گر برگ مهمان را بسازی | ترا رسم است خود مهمان نوازی
رسول کاروان پیغام را برد | بآیینے[1] که در خور بود بسپرد
شکرلب چون پیام شاه بشنید | بگوش خویش نام شاه بشنید
بران دل[2] شد که بیرون افتد از کوی | برهنه پا و سر پوید[3] در آن سوی
ازان شوخی که در چشم سیه داشت | بطنازی عنان دل نگهداشت
ز جا برخاست با صد بیقراری | چو مه بنشست در شبگون عماری
ز سودای کهن با رغبت نو | روان شد تا بمنزل[4] گاه خسرو
ملک را خود دو دیده سوی ره بود | که شیرین نوش در خوابگه بود
در آمد تا زمین و دیدش را | بمژگان رفت خاک بارگه را
چو جان را از جمال شاه خوش کرد | متاع قیمتی[5] را پیش کش کرد
پذیرفت آن همه خسرو کم و بیش | نشاندش زار جمندی[6] پهلوی خویش
تماشا کرد حسن با کمالش | موافق دید با شیرین جمالش

ن[1] ح - برآیینے   ن[2] ق - جازم   ن[3] ق - پرد   ن[4] ح - سوے منزل گاه
ن[5] ح - خدمتی   ن[6] ق - از عزیزی

مے یاد آمد از پیشینه پیوند | ز شیرین هم بشکر گشت خورسند
صراحی جست و جام باده برداشت | برود [ن۱] و مے دل افتاده برداشت
بآهنگ [ن۲] طرب مے نوش میکرد | ازاں می خورد و زیں در گوش میکرد
نوائے باربد بر ماه می شد | دل زهره زره بیراه می شد
برود از هر ترانه آب می رفت | بهر سو آدمی در خواب می رفت
طرفهائے شاپور از سر حال | عطارد را ورق میکرد پامال ۱۱
بزرگ امید هم در خورده [ن۳] کاری [۴] | ز لب میکرد [ن۵] هر دم شهد باری
شهنشه گاه بودے [ن۶] از ظرافت | سخن را آب میداد از لطافت
شکر چوں [ن۷] نیشکر جانے دگر بود | که سر تا پا ز شیرینی شکر بود
بجانها می فتاد از چشمش آشوب | مژه میرفت دلها را بجاروب
دهانش داده چشمش را ولایت [۸] | زبان خاموش مژگاں در حکایت
چو معجون شفا دادے زباں را | به پیوستے جراحتهائے جاں را
قدح بر کف گرفته عاشقانه | خویش میریخت از رخ دانه دانه
ولے کو [ن۹] آب برد از دانهٔ خویش | همانجا دست شست از خانهٔ خویش
بیش چوں در مزاج طبع ره یافت | هنر جولان خود را جایگه یافت

ن۱ح - بزور ن۲ح - بر ن۳ح - خورد ۴ دقیقه سنجی ن۵ح - شهریاری
ن۶ح - کاشفته بود ن۷ح - خود ۸ ولایت دادن حاکم نمودن و قایم مقام خود ساختن
ن۹ح - کان

ز رامشگر شد چنگِ خوش آواز روان دستے فرود آورد دستان

نوا را بر طریقے ساز میکرد که گوشش یارِ بد را باز میکرد

چو شد پرداخته ترتیبِ سازش نوازش یافت لحن جان نوازش

بلند و خوش نوائے کرد پرکار گران شد نغمہائے خفتہ بیدار

بنوکِ غمزه مروارید می سفت که شادروان مروارید می گفت

نوا چون گفته شد بکشاد[1] لو لو ز راهِ خسروانی عشقِ خسرو

برون برد از دلِ جوشان خلل را ز جوشِ دل برآورد این غزل[3] را

غزل سرائے شکر در مجلس خسرو

چه فرخ روزگارے[2] باشد آن روز که گردد همنشین یارِ دل افروز[4]

همه سرمایهٔ عشرت مهیا ز موجِ شادمانی دل چو دریا

مرادِ خوشدلی و کامرانی نشاط و عیش و آغازِ جوانی

کسے را کین همه یکجا دهد دست گر از دولت بنازد جائے آن هست

مرا کین دولت امروز است در چنگ بدولت چون نوشم جامِ گلرنگ

ز ما چون برد دولت روزِ بد را غنیمت داشت باید روزِ خود را

---

[1] نخ - چو جو   [3] در اینجا غزل مطلق مراد از نظم عاشقانه است

[2] نخ - ساعتے باشد دران روز   [4] نخ - دو یار دلسوز

کسی را زنده گیر اندر دلِ خویش — که بردارد نصیب از حالِ خویش

کسی کز مدبری بد حال باشد — نباشد زنده گر صد سال باشد

مرادِ زندگانی کامرانی ست — چو آن نبود چه جای[1] زندگانی ست

بشادی کوش گر سرمایه داری — بقا چندست کاندر غم گذاری

زمان چون رفت دیگر یافت نتوان — عنانِ زندگانی تافت نتوان

ز سالِ رفته نتوان یافتن روز — نه دی را باز گردانیدن امروز

درین شیشه که زهرش در شرابست — جهانی زان[2] بهر دوری خرابست

کسی را باشد آن شربت گواران[3] — که داند خوردنش بر روی یاران

تو چون عقل و دلِ چالاک داری — بخور کین زهر[4] وان تریاک داری

تهی دل کو بمحرومی زبونست — چه داند لذتِ عالم که چونست

نه هر لذت سزای هر زبانیست — نه هر میوه برای هر دهانیست

سزای کامِ هر کس نیست هر چیز — نه سگ خرما خورد نه گربه کشنیز

شکارِ صیدِ گنجشک آمد انجیر — بمیرد چون ز سگ[5] پستان خورد شیر

خری کو روزی اندر خاک جوید — گرش ریحان دهی خاشاک جوید

تو گر مردم مزاجی لقمه خور پاک — رها کن کژمزاجان[6] را بخاشاک

---

[1] ح- کش در غمگساری [2] ح- زو [3] نون زاید [4] ق- جهره وان [5] سگِ پستان ثمریست لعاب دار دشکل پستان سگ که به سپستان شهرت دارد و از شیر او گنجشک را گرفتار کنند [6] ح- خرمزاجان را

چو نگذارد جہاں در کام[ن۱] راندن   بزعمِ او بباید کام راندن
چو خوے روزگار آمد حرونی[۲]   نشاید کرد با دشمن زبونی
کسے را کو فتد با مشت زن جنگ   قدم بے سنگ[ن۳] باید دست بر سنگ
چو سگ در کوچہ دنداں خاے[۴] باشد   بروزن[۵] بانگ تا بر جاے[ن۶] باشد
نہ پا بر سنگ باید سنگ[ن۷] در دست   چو پا بر سنگ[۸] آمد او فتی پست
حریفے کو زبوں آید ز تقدیر   زبوناں نیز گردندش زبوں گیر
مگس چنداں کہ جست از کنج دیوار   نرست از عنکبوتاں آخر کار[ن۹]
چو خواہی کاسماں را گوش مالی   مباش از کیمیاے ہوش خالی
چو باشی از خودی گردن فرازی   بہنجارش توانی[ن۱۰] داد بازی
چو باقی نیست کس در گردشِ دہر   خوش آں کز شادمانی باشدش بہر
خوریم امروز آب باصفا را   کہ فردا خاک خواہد خورد ما را
گرت نقدیست امروزش بخور خوش   مشو بر نسیہ[ن۱۱] فردا مشوش
ترا کامروز عیش آسودہ باشد   غمِ فردا خوری بیہودہ باشد
بساکس کاندہ فردا کشیدند   کہ دے مردند و فردا ندیدند
پس آں بہتر دریں دیرینہ بنیاد   کہ داری دل بروے دوستاں شاد

ن۱ ق۔ آرام   ۲ سرکشی   ن۳ ق۔ قدم بر سنگ   ۴ غضبناک   ۵ آواز زدن
ن۶ ح۔ بر تا جاے   ن۷ ق۔ بگاہ جنگ بر سنگ آیدت دست   ۸ پا بر سنگ آمدن افتادن
ن۹ ح۔ مگس خوار   ن۱۰ ح۔ تواند   ن۱۱ ح۔ زاندیشہ

بود عالم برشے دوستان خوش | که باشد از ریاحین بوستان خوش
خبر گویند[ن۱] ز آب و سبزه هر کس | جمالِ دوستان نزدیکِ من بس
چو مهمانِ تو[ن۲] آمد خسرو امروز | مبارک باد اقبالِ تو امروز
شکر چون این ترانه باز پرداخت | حریفان را غلامِ خویشتن ساخت
ملک از آن سرود[ن۳] شکرین ساز | شکر در عشق با شیرین شد انباز
بعشق اندر دوئی هر چند خوش نیست | که در مے چاشنی از قند خوش نیست
ولے چون شه بجان بود از غم دوست | خلاصِ جانِ خود مے جست[ن۴] در پوست
بدل میکرد یارے را بیارے | بسوزن میکشید از پاے خارے

بردنِ شکر خسرو را بخانهٔ خویش جهتِ مهمانی

چو گیتی کرد صافِ خویش را درد | سپهرِ بو العجب خنجر فرو خورد[ن۵]
بصد خواهش گری شه را پری روے | بعشرتگاهِ خود شد میهمان جوے
شهنشه نیز نگذشت از رضایش | بمهمان رفت در مهمان سرایش
کنیزان سوے او از هر کرانه | نثارے ریختندش خسروانه
شکر فرمود تا هر ماه روئے | حریفے را برد مهمان بسوئے

ن۱ ح - بصر جوبند　　ن۲ ق - تو　　ن۳ ح - درود　　ن۴ ح - میداشت

ن۵ ح - برد

چو هر گل[1] ساخت با هر بلبلِ خویش   ملک بس ماند و آرامِ دلِ خویش

بر آن دل شد که آرد تنگ در بر   خورد زان شاخِ نازک میوهٔ تر

شکر گفتا که چون من هم[2] بر آنم   که باقی عمر و دولت با تو رانم

تو هم بر دلِ من گر تو دانی   حدیثم[3] گوش کن دیگر تو دانی

شهنشه زان حدیث آمد بجود باز   صنم بر داشت مهر از حقهٔ راز

که گر خسرو نداند داند آفاق   که من چون رستم از غوغای عشاق

چه شیران را ز راه افگندم اینجا   چه شاهان را کلاه افگندم اینجا

چه زرها پاک[4] شد بر آستانم   چه سرها خاک شد بر آستانم

که با چندین حریفان در بزمِ[5] من   نیالود از لبِ کس ساغرِ من

نه مقصودِ من این بود اندرین کار   که رو در پرده دارم پارسا وار

ولیکن بس که نامت می شنیدم   هوایت را بصد جان می خریدم

خیالت گرم کرد از جنبش درد   مرا میکرد میلِ دیگران سرد

غمت ز آسیبِ خلقم دور میداشت   همه خلقم بدین معذور میداشت

درین فکرت چه همت ها که بستم   که یکدم نیست[6] کز همت نشستم

چه خوش گفت آن که سنگ از همتش سود   که همت هست مقناطیسِ مقصود

ل[1] ح - چو هر گل کرد خوش با بلبلے جائے ٭ ملک ماند و بہارِ عالم آرائے   ل[2] ح - خود

ل[3] ح - حدیثے گوش کن زاں پس تو دانی   ل[4] ح - چہ زرہا خاک شد در آستانم

ل[5] ح - بر در   ل[6] ح - پشت از

چو مرغے بیضه را زیرِ پر آورد بهمت مرده را جاں در بر آورد

کنوں اقبال کرد آں کارسازی که از وصلت کنم گردن فرازی

روا باشد که چندیں کرده پرهیز سر انجام از فساد آتش کنم تیز

چو بینی زیرِ دامن عقدِ من هست بعقدِ من کجا دامن کشی چست

همی خواهم[1] که نفنند ز اشتیاقت بجز تزویج با من اتفاقت

ملک گفتا که هست ایں سهل کارے بکابینے خوش ارزد[2] چوں تو یارے

همیں دم موبد از اشو طلبگار که تا فردا ندارم صبر ایں کار

صنم گفت ارچه جانم ناصبور است بیا امشب که فردا هم نه دور است

ملک ناکام ازاں شیریں شکرخند بآغوشے و بوسے گشت خورسند

عقدِ خسرو با شکر و تزویجِ ایشاں

عروسِ صبحدم چوں پرده برداشت جهاں را جلوهٔ خود در نظر داشت

سپهر اندر نثارِ جلوه حالی طبق ها را ز گوهر کرد خالی

دو کار[3] افتادهٔ با چند امید شدند[4] اندر پئے پیوند جاوید

طلب کردند موبد را نهانی که عقدے بست بر رسمِ معانی

---

[1] ح - مرا خواهی تو کش خواه اشتیاقت * که بے تزویج دورم ز اتفاقت   [2] ح - بیرزد

[3] ح - دو کار افتاده کهتر با صد امید   [4] - شده

چو شد شرط زناشوئی همه راست — مراد آماده گشت و داوری خاست

ملک در پرده با دلدار بنشست — بتاراج شکر شد طوطی مست

درو پیچید چون گل در گیاهی — غلط کردم که در گنج اژدهائی[1]

پر از صد گونه نعمت دید خوانی — درو پالوده و حلوا جهانی

نخست اندر نمک شد چاشنی گیر — نشاند[2] آنگه نواله غرق در شیر

شکر خائیده شد در زیر گازش[3] — بحلوا در شد انگشت درازش

بگنج اندخت مارش بهرهٔ خویش — صدف بستد ز باران بهرهٔ خویش

چو شیرین دید شربت را خردمند — فشاند از آب در وی قطرهٔ چند

می با دلبر اندر کام دل ماند — دلش آسوده شد چون کام دل راند

شبا روزی کشیده در برش تنگ — همی پیمود ره فرسنگ فرسنگ

بدانسان کرد حلوای[4] شکرنوش — که شد حلوای شیرینش فراموش

خبر یافتن شیرین از عقد خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بفرهاد در آمیختن

خبر شد چون بشیرین مشوش[5] — که خسرو شد بشیرین دگر خوش

---

[1] اسے بمقدار یک جہاں پالوده و حلوا مہیّا بود [2] ن ح - اندر [3] بکاف فارسی
گلگیر شمع که نوعے از مقراض ست درینجا آله خسرو پرویز را بآں استعاره نموده
[4] ن ح - جلاب گلاب بشکر آمیخته [5] پریشان حال

گه از جورِ فلک دلتنگ می بود — گهے با بختِ بد در جنگ می بود

نه دلداری ز کس نه یاری از یار — هم از دل[۱] دور مانده هم ز دلدار

دلے و صد هزار اندوه بر دل — ز بے سنگی غمے چوں کوه بر دل

به تنهائی نشستے در شبِ تار — همه شب تا سحر بگریستے زار

ز بیخوابی شدے چوں ماه بر بام — فرستادے بدستِ باد پیغام

کشیدے هر دم از دل دورباشے[۲] — فگندے چشمِ انجم را خراشے

شبش تا صبحگاه این کار بودے — بروزش کار خود دشوار بودے

جنیبت بیروں راندی ز اندوه — گهے در دشت بودی گاه در کوه

فراواں صید کردے دام و دد را — بدینها داشتے مشغول خود را

شبانگه باز گشتے سوئے خانه — نشستے هم بر آئینِ شبانه

چو لختے کوه از میناں پی سپر[۳] کرد — بکوهِ بے ستوں روزی گذر کرد

فرس میراند در وی با دلِ تنگ — ز نعلِ رخش مے برید فرسنگ

ز خارا دید جوئے ساز کرده — رهے در مغزِ خارا باز کرده

درین[۴] سنگے تراشیده چو سندال — سپید و نغز چوں گلبرگِ خنداں

بهمواری و صفوت[۵] چوں بلورے — که بر رفتن نمی یارست مورے

---

۱ بیدل که اصل صفت عشاق ست ۲ آه و ناله ۳ پے سپر کرد - طے نمود

۴ ج۔ درد ۵ صفائی و برگزیدگی

بحیرت گفت کاحسنت[1] آں جوانمرد[2] — که زاهن سنگ را اند چنیں کرد[3]

همی شد در نظاره بر لب جوئے — نظر میکرد در روی[4] موئے باموئے

عناں میداد رخش کوه تن را — که دید از دور ناگه کوه کن را

شتاباں شد بصد رغبت بپیش — وزاں پس[5] کرد لختی جست و جویش

جوانے دید[6] خوب و سرو قامت — بکوه انداختن کرده قیامت

ازو هر بازوئے آهن[7] ستونے — ز تیشه بے ستوں پیشش زبونے

بپرسش گفت کاے مرد سخن سنج[8] — ق — بکوه از تیشهٔ آهن زرافسنج

چه نامے و چه ساں نیرنگ سازیست — که پیشت صنعت ارژنگ[9] بازیست

بگوش مردکاں آواز در شد — چو آں بشنید[10] از خود بے خبر شد

نگارے[11] دید در زیر نقابے — نهفته زیر ابرے آفتابے

بزاری گفت فرهاد ست نامم — دریں حرفت که می بینی تمامم

بسختی چوں کنم پولاد را تیز — بهر زخمے بود کوهی سبک خیز[12]

دگر تیشه بهنجار آزمایم — بصنعت پوست از مو بر کشایم

چو روشن کردمت کیں کوهکن کیست — تو نیز هم باز گو تا نام تو چیست

---

[1] کلمهٔ تحسین و تعجب - بمقابل ندا همیشه فعل غائب آید نه حاضر ابتر [2] ح - هنرمند [3] ح - کند

[4] ح - در موے [5] ح - فن [6] ح - جواں خوبروئے [7] ح - زاهن

[8] ح - هنر سنج [9] نام مصور چین حریف مانی [10] ح - چو آواز شنیدن

[11] ح - بهارے [12] زود خیز

کہ تا گفتِ تو در گوشم رسیدست   ز بیہوشی[۱] ہمہ ہوشم رمیدست

صنم گفتا[۲] کہ ایں پرسش نہ سازست   رہا کن سرگزشتِ من درازست

ولیکن خواہمت فرمود کارے   کشیدن[۳][۴] جوئے اندر کوہسارے

بعزمِ کار چوں زانوے رانی   ضرورت کار فرما را بدانی

بکوہستانِ ارمن از بز و میش   گلہ[۵] دارم بسے سوا ز عدد بیش

ز شیر آرندگان جمعے انبوہ   در آمد شد بہ پخند از سرِ کوہ

بباید ساختن جوئے بتدبیر   کز انجا تا بما آساں رسد شیر

چنیں کارے جز از تو بر نیاید   تو کن کیں از کسے دیگر نیاید

فنت را کو گوا با خویش دارد   شناسد آں کہ دانش[۶] بیش دارد

دراں منگر کہ من خود شیر خوارم   کہ گرچہ شیر[۷] خوارم ہوشیارم

چو بینش را بود آئینہ بے رنگ   نہ بیند صورتِ آئینہ بے سنگ

جوابش داد مردِ سخت بازو   کہ مزدِ دستِ من نہ در ترازو

وگر نہ کے گذارد عقلِ چالاک   کہ ہر نسیہ نقدے را کنم خاک

شکر لب گفت اینجا چیست با من   کہ مزدِ چوں توے ریزم بدامن

بزاری[۸] بر زمیں غلطید فرہاد   زمیں بوسید و رازِ سینہ بکشاد

لہ[۱] ح - ز بیخودی   لہ[۲] ح - گفت از من   لہ[۳] برآوردن   لہ[۴] ق - بریدن

لہ[۵] ح - دمہ   لہ[۶] ح - بینش   لہ[۷] ح - شیر مستم   لہ[۸] ح - بخواری

بگریه گفت مقصودم نه مالست — که مزدِ کارِ[1] من دیدِ جمال ست

هر آں صنعت که بر سنجی بمالے — بہائے گوہرے باشد سفالے

مرا مزد از چناں رخسار دلدزد — تماشائے[2] که باشد دیدنش مزد

ز ابروئے ہلالی پرده بر کن — مرِن دیوانه را دیوانه تر کن

چو شیرین[3] دید کو دلریش دارد — ق — تمنائے بجائے[4] خویش دارد

گراں[5] پند آمدش کز خوبیِ خویش — زکوتے[6] را نگهدارد ز درویش

بدستِ ناز برقع کرد بالا — که چون پوشد کسے زینگونه کالا

دلِ[7] فرہاد ازاں نظاره چست — ز سر تا پائے گشت از بیخودی سست

ز حیرانی زمانے بیخبر ماند — دلش در خون و خونش در جگر ماند

چو حالش دید شیریں داد آواز — کزاں آواز جانش آمد به تن باز

میان بربست و ساز کار برداشت — رهِ مشکوئے آں دلدار[8] برداشت

شکرلب در پس و دلداده[9] درپیش — شدند از کوه سوئے مقصدِ خویش

اظهارِ عاشقیِ فرہاد با شیریں

چو پنہاں کرد رو خورشیدِ رخشاں — درونِ کوه چون لعلِ بدخشاں

ن۱ ق - بزر تیغ هنر کردن و بالست — ن۲ ق - تماشائے بود وان باشدم مزد — ن۳ ق - صنم چوں
ن۴ - بجاں — ن۵ ح - گرم نگذاشتش — ن۶ چهلم حصهٔ سیم که بمسکینان دهند
ن۷ ح - تن — ن۸ ح - عیار — ن۹ ح - فرهاد

طلب فرمود شیریں کوہکن را — کہ تا مشغول دارد خویشتن را

زبیرون سرایش پیش خود خواند — بہ تعظیمے کہ واجب بود بنشاند

درآمد چاشنی گیرِ شکر خند — درختے از نبات و سروی از قند

فرود آورد بہرِ قوت و قوت — نہ فرقِ مطبخی خوانے ز یاقوت

درو آرایشے بر رسمِ شاہاں — سزاوارِ دہانِ نیک خواہاں

چو نعمت خوردہ شد ساقی پیالے — نشاط انگیز شد از میوۂ مے

فرو مے برد خوش فرہادِ مسکیں — شرابِ تلخ را بر روئے شیریں

شرابِ خلوت و ہمراز گونہ یارے — کجا باشد ازیں بہ روزگارے

چو سرخوش دید شیریں میہماں را — طلب کرد از دلش رازِ نہاں را

کہ در سیمائے تو از فرق تا پائے — فراست را چو گشتم کار فرمائے

گواہی[1] داد دل کز خسروانی — کز ینساں با فرودستاں نمانی

جوانِ کارداں گفت ایں خیالست — گدا را تہمتِ شاہی محالست

کجا با خسرواں ہم سنگ باشد — کسے کز سنگ روزی می تراشد

گدائے کز دوراں تنگ روز ست — بہ از من کوہ نہ چوں من سنگ روز ست

بکاں کندن بود ہر کس بکہسار — مرا با کوہ جاں کندن بود کار

رود ہر مورے اندر گوشۂ خویش — من اندر کاوکاو[2] کارگاہ[3] خویش

---

[1] ق۔ کہ دلدادہ تو [2] حاصل مصدر کاویدن یعنی کاوش [3] کارگاہ

همه کس باده کش در جایگاهی   من اندر خاک خواری[1] زیر چاهی

تننده در عمل بهتر ز جولاه[2]   ازین معنی که این راهست و آن چاه

چو ز دبخت این گره در کار من سخت   ستیزه چون توانم کرد با بخت

✓ هر آن مرغے که روزی سنگ دارد   نه بازوی و نه خود جنگ دارد

نه بس زیبا بود گر راست خواهی   گدائے را نهادن نام شاهی

ولیکن بر غریب آرزومند   بچشم لطف مے بیند خداوند

چو چشم از مردمی دارد نشانی   هنر بیں راست[3] چشم مهربانی

چو اقبال آدمی را رو نماید   بچشم مقبلاں نیکو نماید

بخنده گفت شیریں طرفه حالے   که پوشی گوهرے را با سفالے

مرا زینگونه نیز[4] ابله مپندار   که سنگ از لعل نشناسم گل از خار

بداں دانا که ما را دانش آموخت   بهر مغز از خرد شمعے بر افروخت

که با من بانگ[5] گوئی گوهرت چیست   دیارت[6] از کجا و نسبت از کیست

تأمل کرد مرد از هر صوابے   ندید از راستی بهتر جوابے

ز لب بکشاد قفل رستگاراں   که گنج[7] بود خیال بختیاراں

من اندر نسبت خاقان چینم   بگوهر صاحب تاج و نگینم

ل۱ - خوردن   ش۲ باشباع حرکت لام نساج و سفیدباف و هم بمعنی عنکبوت آمده که نساجی دارد   ل۳ ح - [illegible]

ل۴ ح - نیز   ش۵ اے صاف گوئی   ل۶ ح - دیانت را چه نام و گوهر   ل۷ ح - گنج

بقصرِ دولتم مانی و ارژنگ — طرازِ مهر[1] می بستند بر سنگ
برانم داشت این طبعِ هوسناک — که چون ایشان شوم[2] استادِ چالاک
درین صنعت چنان آشفته[3] شد هوش — که کردم دولتِ شاهی فراموش
خبر در گوشِ خاقان گفت دستور — که ماند از تاجِ شاهی گوهرت دور
مدام از تیشه مغزِ سنگ خارد — هوس نے بر نگین بر سنگ دارد
چه باشد چهره سارا کار با چشم — بیاقوت و زمرد کے نهد چشم
چو دولت ابر رفتن باشد آهنگ — زند مقبل بکارِ مدبران چنگ
چو آید بخت دهقان را گرانی — دلش کاہل[4] شود در جفت[5] رانی
چو خواهد گشت زرگر تنگ روزی — هوسناکی[6] کند در کفش دوزی
پدر کاگاه گشت از پیشهٔ من — به تیشه کرد پارهٔ تیشهٔ من
بسی تادیب کرد از هر نمط ساز — نیامد زین هوسناکی دلم باز
برنجش داشت از آزارِ من دست — بآبِ دیده شست از کارِ من دست
بصد نومیدی از خود دورم داد — بر آهنگِ سفر دستوریم داد
روان گشتم ز شهرِ خویش ناکام — ازان کشور درین کشور زدم گام
چو مردان دستکاری پیشه کردم — چو پیکان[7] دستمزدِ خویش خوردم

---

[1] ح۔ سحر [2] بمعنی شوم [3] ح۔ چنانم شیفته شد [4] ح۔ بابل [5] ح۔ بره
گاورانی زیرا که جفت بمعنی هردو گاو قلبه آمده [6] ح۔ هوس بازی [7] ح۔ بازان

چو دیدم پادشاهی خود همین بود — ز خونِ دل در انگشتم نگین بود

نیم زین پس بتاج و تخت محتاج — خوے پیشانیم بس دُرّة التاج

سرِ آزاد و بازوے زر[1] افنج — مدان کم کان[2] و اژدرهاست با گنج

چو شیر ابراست خرد از بیشهٔ خویش — چه سان[4] جائے دگر چه بیشهٔ خویش

برو نامرد[5] هر گنج از پے قوت — کشد مرد از میانِ سنگ یاقوت

بگو[6] هر قانعم با اندکے مرد — نه کارم با عسس نه بیم از دزد

به تنهائی[7] زمین کاسوده کارم — سرِ انبوهیِ مردم ندارم

نفیر[8] خلق جستن بر درِ خویش — صداعے باشد از بهرِ سرِ خویش

بدیدارِ کسے شد خلق مشتاق — که دارد نام و ناموسے در آفاق

نپرسد هیچکس گم نام را حال — که موران ایمن اند از بیع و دلّال

کنون کین[9] دولتم شد کار فرمائے — تو دار از دولتم بر آسمان پائے

کشم[10] جوئے دران خارائے دیگر — که جدی[11] آرد فرود از آسمان شیر

بشرطے کافگنی در کارِ من نور[12] — ز روے خویش بخشی مزدِ مزدور

بگردِ من برآئی گاه گاهے — نمائی آفتاب از[13] بعد ماهے

چو بیدل دید شیریں کوهکن را — برحمت در پزیرفت این سخن را

---

[1] همان زر اندوز که ذکرش گذشت   [2] ح - چو   [3] ح - در   [4] ق - شان

[5] ق - رود نامرد برگنج   [6] ق - بگوی   [7] ق - نه تنهایم   [8] فریاد خلق   [9] ح - چون

[10] ق - کشم   [11] بفتح اوّل و سکون دال بُرجی است از بروج آسمان   [12] ح - برراه   [13] ح - آفتابے

بوعده شاد شد فرهاد جان کن ۔ چو بر امید گوهر مردکان کن
بدان وعده همه شب خرمی داشت ۔ ز جان شادی ز جانان بیغمی داشت

صفت جوی فرهاد که بحکم شیرین از کوه برآورد

برون آمد چو صبح عالم افروز ۔ لبالب جوی شیر از چشمهٔ روز
بکوه انداختن فرزانه فرهاد ۔ بکوه سنگ شد چون کوه پولاد
دل خارا به تیر وی همی کند[۱] ۔ که در هر ضربتی جوی همی کند
چنان بر کوه زد تیشه به تعجیل ۔ که سنگش سرمه می شد میل در میل
چنان میداد ز آهن سنگ را تاب ۔ که هم آتش برون می جست هم آب
چو بر کارش فتادی چشم یارش ۔ یکی در ده شدی نیروی کارش
بنظاره شدی گه گه پری روی ۔ نشستی یک زمانی بر لب جوی
چو دیدی دستگاه کوهکن را ۔ گزیدی[۲] پشت دست خویشتن را
امیدش را بوعده بند کردی ۔ بدان وعده دلش خورسند کردی
بگنجی گرچه خوش کردی ضمیرش ۔ ز بر[۳] چشمی نگشتی دلپذیرش
چو دل بر سیم داده عاشق مست ۔ بباید داشت از سیمین برش دست

۱؎ میزد ۔ ۲؎ تعجب میکرد و بر حالش افسوس می خورد ۔ ۳؎ فقط زیر چشمی نگشتی

بجان کن خدمتے گر یار باشد | کہ خدمتگار زر بسیار باشد
بجز مردم ز مردم خواستن چیز | تہی چشمی بود نادیدگی[1] نیز

صحرانوردی فرہاد در عشق شیرین و گریہ و زاری او

جواہر سنج دریاے معانی | چنیں کرد از سخن گوہر فشانی
کہ چوں بر کوہ شد فرہاد دلتنگ | ز غم بے سنگ شد با آں ہمہ سنگ
نہ جوے شیر[2] بدلجوے میکند | کہ بہر خون خود او جوے میکند
نہ تنہا کوہ میکند از پے جوے | کہ گاہے جوے میکند گہے روے[3]
ز عشق آتش بدامانش گرفتہ | ز داماں شعلہ در جانش گرفتہ
ازاں دودے کہ سر بر زد ز جانش | گداز آں گشت مغز استخوانش
نہ رہے آنکہ رو از عشق تابد | نہ ہوش آنکہ خود را باز یابد
ز شوقش موے بر تن خار گشتہ | مژہ در چشمہا مسمار[4] گشتہ
ازاں نالش کہ او کردے باندوہ | بنالیدے بآواز صدا کوہ
بگریہ ز آستیں الماس میرفت | سرشکش[5] سنگ را از الماس می سفت

ن[1] بے دیدگی — ن[2] غالباً مخفف برابر باشد و لجو یعنی محبوب — ن[3] موے

ن[4] مراد از بیداری شبانہ روز و انتظار شدید

ن[5] سرشکش لعل از الماس می سفت

برآورده چو آهِ صبحگاهی — گرفته آتشش اندر مرغ و ماهی

چو شیرین گرگ‌های پیشش رسیده — نمک بوده که بر ریشش رسیده

در و دیده و نالیدی[1] بزاری — میانِ خاک غلطیدی[2] بخواری

چو مرغِ تشنه کآبی بیند از دام — نه آن یابد نه این[3] آن گیرد آرام

ز همت ساخته پیرایهٔ خویش — گریزان از خود و از سایهٔ خویش

سپهر افسون غم در وی دمیده — دلش از هوش و هوش از وی رمیده

شده از دست چون شوریده کاران — بمانده خیره چون سایه‌داران

پرورش دیده اشک اندر ربوده — شبش چشم از غنودن باز بوده

ز حیرانی بکار خویشتن گم — شده دیوانه همچون دیو مردم

نه در مغزش نشانِ هوشمندی — نه خوابش[4] را فسونِ چشم‌بندی

سحر تا شام خارا سوختی زآه — میانِ خار غلطیدی شبانگاه

به پیشش خار خونی نیم سیمی — خلیده چون درفشی در ادیمی

ز پای دام و دد گشته ندیمش — نه ترس از گرگ و نه از شیر بیمش

گهی نقش پلنگ از گرده شستی — گه از خرگوش خوابی دام جستی

گهی در آرزوی چشم دلبند — زدی بر چشم آهو بوسه چند

---

[1] ن: ح افتادی بخواری [2] ن: ح بزاری [3] ن: ح او [4] ن: نه در خوابش

گه از سودائے آں خالِ دل افروز   سواد دیده کردے خاک شب[1] روز

گه از دنداں بریدے سلبتِ شیر   بخوردے و شدی از جان خود سیر

گہے اشک گوزناں پاک کردے   ز بہرِ زہرِ غم تریاک کردے

ہوایش را چو عصمت در میاں بود   نہ زینش سود نہ زانش زیاں بود

تنِ مردم چو شد ز آلودگی پاک   پلنگش آہو ست و زہر تریاک

رسولِ پاک دُرِّ پاک سفتست   کہ پاکی را سلاحِ مرد گفتست

گہے در گوشہ با مرغاں نشستے   ز وحشت دل بدیشاں باز بستے

بقمری ماجرائے راز گفتے   غمِ دل پیش بلبل باز گفتے

بیفشاندے غبارِ ہدہد از تاج   بخاریدے بناخن پشتِ دُرّاج

خرامِ کبک یاد آوردے از یار   بگریہ غرقِ خوں گشتے چو منقار

ز عشقِ رنگ آں زلفِ خمیدہ   نشاندے زاغ را بالائے دیدہ

چو در شہر آمدے از قلۂ کوہ   شدے نظارگی در[2] گردش انبوہ

یکے در حالتش بگریستے زار   یکے زخمِ زباں کردیش بسیار

یکے در خندہ لب را باز کردے   یکے[3] از طعنہ سنگ انداز کردے

یکے افسوس کردے بر جوانیش   یکے خوردے دریغ از زندگانیش

دواں طفلاں ز ہر سو پشت بر پشت   بدنبالش کلوخ و سنگ در مشت

ن[1] ق خاک بر روز   ن[2] ق گردش بانبوہ   ن[3] ح یکیش

نهاده او بزخم سنگ گردن
تنش سنگیں شده از[1] زخم کردن

بشادی زاں کلوخ افزود جانش
کلوخ امرود گشته در دهانش

نبود ارچه کلوخ امرودے از دوست
بسنگے بود خوش کیں از پے اوست

بود دهقان چو[2] بهر آب دل تنگ
شود شاد ار ببارد زآسماں سنگ

مدان[3] عاشق که از آزار ترسد
چه گل چیند کسے کز خار ترسد

بدریا صبر که مروارید چیند
نخست از جوهر جاں دست شوید

بآب زندگانی چوں روی راست
نخست از زندگانی بایدت خاست

زبهر تخت جاناں[4] راست ایں ساز
که از نازک تناں ناید بجز ناز

چو زخم تیشه سنداں خورد شمشیر
بسر[5] می در رود در دیدهٔ شیر

نشاید چوں سپر بودن دریں کوے
که پیش از زخم برچیں گرددش روے

سر مردانگی آں مرد دارد
که گر غضباں زنندش سر نخارد

بباید همچو فرهاد اژدهائے
که تا بر سر خورد سنگ بلائے[6]

بدیں رنج آں غریب رنج پرورد
زگردوں منجنیق فتنه میخورد

بدل جز عشق بازارے نبودش
بجز دیوانگی کارے نبودش

زبس کز بیخودی هر لحظه[7] مے مرد
شب و روز آرزوے مرگ می برد

مدام از بس که ناخوش بود جانش
حدیث مرگ بودے بر زبانش

ن ۱ زاں   ن ۲ بهرابه   ن ۳ هراں   ن ۴ هست   ن ۵ بتیزی   ن ۶ آسیائے   ن ۷ لحظه

نشاید فال بد زد خویشتن را — که تاثیر است فالِ مرد و زن را

حکایتِ ابلهِ بدفال

شنیدم کابلهی را خیره کاری — فرو پرد از سر بازیچه خاری

سرش پوشید و مار[1] افسای را گفت — که هان بیداری[2] نمای که خفت

فسون گر چون فرو شد در شمارش — بگریه گفت رفت از دست کارش

بخنده کرد بیدارش دعا باز — ز شخص[3] خفته بیرون نامد آواز

چو بگشادند رویش بی خبر بود — دمش محتاجِ افسونِ دگر بود

بمردن خویش را چون فال بد کرد — همان فال بد او را حال بد کرد

نکو گفت آن حکیمِ فال پیشه — که تو را فال نیکو زن همیشه

آگاهی خسرو از عشق فرهاد

حکایت فاش گشت اندر زمانه — بگوش عالمی رفت این فسانه

چو اندر شهر گشت این داستان نو — رسید آگاهی اندر گوش خسرو

که شیرین را ز عشق هست شیدا — بدل شد غیبتِ شیرین بفرهاد

---

۱ افسونگر مار ـ ۲ ن ق که هان بیداری نمای بر خفت ـ ۳ ن ح زعرو

۴ ن ح بمردم ـ ۵ ن پاک شد

ندیماں ہرچہ بشنیدند ازیں راز | ہمہ گفتند شہ را یک بیک باز
فتاد اندر دل شہ خار خارے | کہ دامان دلش بگرفت خارے
چنانش از عشق شیریں تلخ شد کام | کہ در کامش شکر را تلخ شد نام
فرو بست از سخن لبہاے خنداں | بخائید از غضب لب را بدنداں
ز سوز سینہ گشتش عیش ناخوش | گرفت از غصہ سر تا پاے آتش
چو مرداں شد ز غیرت لاابالی | کہ از غیرت نباشد مرد خالی
چو طبع مردم از غیرت شود دور | زنا محرم نباشد خانہ مستور
ولیکن رخت چوں جنبد ز بالا | بپاے خود رود بر دزد کالا
چو پاے خویش را بے بند خواہی | درت را بے بہا تا چند خواہی
کند یک مادہ را دہ خوک در زیر | نباشد مادہ شیرے را دو نر شیر
بباید مرد را کیش خروساں | کہ تنہا داشت بتواند عروساں
چو طاقت طاق شد شہ را ز تیمار | طلب کرد از حریفاں چارۂ کار
کہ چوں شیریں ز ما بگسست پیوند ق | بیار بہتر از ما گشت خورسند
شما ہم چارۂ کارم بجوئید | خلاصم چوں بود از وے بگوئید
بسے خوردم شکر بر جاے شیریں | نہ شیریں بود چوں حلواے شیریں

---

۱ نح رشک ۲ نح بازو ۳ نق عشق ۴ نق مرد ۵ نح ولیکن رخت چوں جنبید بالا
۶ نح دزد ۷ ن کشتہ ۸ نق نباید مرد

چو دیدم شور شیرین همچنان بود — که درگه[1] با شکر خوردن زیان بود

جوابش داد شاپور از سر هوش — که با دست آرزوے دل[2] در آغوش[3]

چو امیدے کنی از[4] بخت جاوید — مرا دست باد حاصل بیش از امید

مرنج از یار اگر در وے وفا نیست — که از خوبان وفا جستن روا نیست

اگر با کس وفایش بیش بود[4] — مکافاتِ وفاے خویش بودے[5]

چو تو خوردی ز خوانِ دیگرے[6] چیز — نشیند دیگرے بر خوانِ تو نیز

ولے خوش باش کاین کس نخورده است — مگو خوردن که لب هم تر نکرده است

چو شاپور از حکایت باز پرداخت[7] — بزرگ امید هم نسخے[8] دُر انداخت

که شاہا دیر شد کاخترنگار است — همه کارِ[9] جهان ناپایدار است

کواکب را خلاف اندر میانست — طبایع را خصومت هیچ[10] انست

جهان در بیوفائی هست معذور — که هستش تیرگی و البته[11] نور

ز دست شب بهر چون روز را جام[12] — نه خفاش و نه بوش بیوفا نام

و گر پوشد رخ روز از شب تار — خروس و زاغ خوانندش جفاکار

ز بهرِ چشم زاغ و طعنهٔ بوم — تواند شد ز روے خویش معصوم

نسخه بگوشید نسخه که شیرینی بود بر جای شیرین نسخه گرمی نسخه گوش نسخه بر نسخه دیدے

نسخه دیدے نسخه دیگران نسخه شاد دور نسخه زمرے نسخه همه ساز جهان ناسازگار است

نسخه همسان نسخه پالیته چون نسخه چون رام نسخه همخانه زاغ

کند اقطاع مرغے لا بدایں باغ — کہ ہم بومش بود ہم خانہ ہم زاغ

پس آنکس کو دورنگی را نشانست — حقیقت قرۃ العینِ زمانست

چو ایں مادر دورنگ آمد ز نیرنگ — کجا زاید ازو فرزند یک رنگ

ز ابلق کرّہ او ہم نیاید — کہ مار پیسہ مار پیسہ زاید

ورا از صد آدمی یک کس گزیدہ است — خدایش از رحمتِ خویش آفریدہ است

چو روشن شد بتحقیق ایں معانی — ق — کہ کس را نیست بوے مہربانی

شکایت چوں ز بے مہراں کنی ساز — نخست از خویش باید کردن آغاز

مشو بر طرۂ شیریں شکن گیر — وگر گیری نخست از خویشتن گیر

ز عیب آزاد بینائے نشیند — کہ عیبِ خود بچشمِ خود[1] نہ بیند

نشاید[2] بہرِ خود بود از سرِ زور — بہ نیکی احول واندر بدی کور

ز تیر اندازِ احول راست مپذیر — زند گرچہ بہ یک ناوک دو نخچیر

نمودارِ کجی[3] گر چشم کژ خاست — بود نیمے دروغ و نیمۂ راست

ز رائے[4] خویش ساز آئینہ صاف — بنقدِ خویش ہم خود باش صرّاف

درآں آئینہ بنمای ہمہ چیز — وگر آئینہ بیند[5] دوستاں نیز

شہش گفتا کزینہا چند گوئی — چو آئینہ نشاید عیب جوئی

خیال آئینہ صادق نخوانند — کہ میگوید دروغ راست مانند

ن[1] ح خویش بیند ن[2] ق نباید ن[3] ح دوئی ن[4] ق روے ن[5] ح بیند

نہ ہرچہ آں راست واندکس درست — نہ ہرچہ آں کہ نماید نیز ہست
کند ہر کس بقدرِ عقل خود کار — چہ داند کس نہایت را نمودار
ہم اول گر تواں دیدن بد خویش — نیاید ہیچکس را از و در پیش
بچاہ افتادنِ مردم زکوری ست — وگر بینا فتد واں خود[۲] ستوریست
گذشتہ چوں[۳] گذشت از بود نابود — پشیمانی نمی دارد کنوں سود
کنوں آیندہ را باید نظر داشت — کہ از دل چوں تواں ایں بار بر داشت
بزرگ امید گفتا[۴] انچہ رای ہست — منت گویم وگر بہ داں خدای ہست
رواں کن نامۂ با یادگارے — عتاب و لطف را در وے شمارے

جواب نامہ را چوں باز خوانیم — مزاجش ہرچہ باشد باز دانیم
وزاں[۵] پاسخ خیالِ خویش گیریم — بداں اندازہ کارے پیش گیریم
ملک فرمود کیں معنے صوابست — کلیدِ ہر سوالے در جوابست
دبیرِ خاص را فرمود تا زود — کند نوکِ قلم را عنبر آلود
باملاے ملک مرد گہر سنج — فشاند از کلکِ چوبیں[۶] گوہر گنج
نخست از زیرکی و ہوشمندی — سخن را داد منشورِ بلندی

---

(۱) ح رود بدبیش (۲) ق آنجا ضرورست (۳) ق خود (۴) ح گفتش
(۵) منقول از نسخۂ حبیب (۶) ق خوبی

عتاب نامهٔ خسرو به شیرین و عتاب بفرهاد

بنام آنکه تن را نور جان داد — خرد را سوے دانائی عنان داد

خدائے کافرینش کرد برپاے — درونش جاے و بیرون از همه جاے

نه چون ما بندگی را تا ند در بند — خداوندانِ عالم را خداوند

چو خواهد دوستان را دوست کامی — کند در چشم یک دیگر گرامی

وگر خواهد چراغِ مهر بے نور — ز دلها مهربانی را کند دور

اگر نیک ست وگر بیکم و کاست — بهر حال آن کند کو را بود خواست

کسے را بر مرادش دست رس نیست — کلید کارِ کس در دستِ کس نیست

پس آن بهتر که در امید و در بیم — نه پیچد آدمی گردن ز تسلیم

پس از نامِ خدائے آسمانے — برون داده چراغهای جانے

که شمع دیدهٔ شیرین شکر ریز — که چون شمع و شکر شد خاطر انگیز

سلام از من که دل در دام دارم — غلامم لیک خسرو نام دارم

بخواهد با هزاران بیقراری — پس از من پیش خود گوید بزاری

بگوید حال من پیش دلِ خویش — که مردم زین دلِ بیحاصلِ خویش

شرح داد — شرح شمع شکر — شرح سلام من — شرح بخواند

شرح نالد

نیم یک لحظہ از یادِ تو خاموش ‌‌ ‌ ‌ فراموشیم شد گوئی فراموش

نہ خوش دارد شرابِ لالہ رنگم ‌ ‌ ‌ ‌ نہ در گیرد بگوشش آوازِ چنگم

صراحی وار در مجلس نہ بونم ‌ ‌ ‌ ‌ کہ لب پر خندہ و دل پر ز خونم

تو ئی کت نگذرد در دل کہ روزی ‌ ‌ ‌ ‌ بریں درمستمندے داشت سوزی

بلے رسمیست[1] رسمِ آدمی زاد ‌ ‌ ‌ ‌ کہ دور افتادہ را دیر آورد یاد

ولے من گرچہ صد فرسنگ دورم ‌ ‌ ‌ ‌ چو بینی روز تا شب در حضورم

چناں نزدیک تو گشتم ز حد بیش ‌ ‌ ‌ ‌ کہ صد فرسنگ دور افتادم از خویش

نہ از کوے تو زاں برتافتم چہر ‌ ‌ ‌ ‌ کہ دل بے میل شد یا طبع بے مہر

غمے کو را چو جاں باطن وصال ست ‌ ‌ ‌ ‌ ز تن بیجاں بروں آید محال ست

ولے چوں دید مست کز من ملولی ‌ ‌ ‌ ‌ نکردم چوں گراں جاناں فضولی

بچشم افشاندم از خاکِ درت نور ‌ ‌ ‌ ‌ وزاں در ہیچ چشم خود شدم دور

چو دیدم خود ترا حاجت ہمیں بود ‌ ‌ ‌ ‌ گلت را مرغ دیگر در کمیں بود

بصد رغبت شدی با او یگانہ ‌ ‌ ‌ ‌ مرا ہم خود بروں کردی ز خانہ

بلے[2] آں را کہ باشد سر بکارے ‌ ‌ ‌ ‌ نخواہد بر سرِ خود ہیچ خارے

مگس را خورد با جلاب نتواں ‌ ‌ ‌ ‌ خسک در زیر پہلو خواب نتواں

اگر با[3] جز منی راضی است رایت ‌ ‌ ‌ ‌ رضا دادیم ما ہم با رضایت

---

[1] ن ح این است ‌ ‌ ‌ ‌ [2] ن ح مزاحم را ‌ ‌ ‌ ‌ [3] ن ح اگر خود باے

مرا چون دل بسویت مهربانست مرا تو جانی و او جانِ جانست

شود با هر که خواهد آشنا دل دل است این جنگ نتوان کرد با دل

ستم بر دل خداوندی نباشد چو گوید[1] کس خردمندی نباشد

بگفتن میل در قالب نباید که این کارِ دل ست از لب نیاید

حدیثِ عشق کز دل نیست بادوست نمود ار زبان با دیست در پوست

مبارک باد کن خود را ز خسرو بعشق تازه و هم خوابهٔ نو

ز لعلت شربتی کو را بکام ست حلالش باد اگر بر من حرامست

اگر تو وقف او کردی همه چیز نصیبِ خود بحل کردیم ما نیز

نشاید یافت کام از حیله توزی کسی روزی خورد کو راست روزی

ولی زینگونه[2] هم با او مشو شاد که ناری ز آشنایانِ کهن یاد

ز بهرِ ما بآبی بود تقصیر بجوی دیگران خود مهر و شیر

گر او یار ست ما نی خار بودیم که ما هم روزی آخر یار بودیم

دگر یاری نبود[3] اندر میانه غلامی بوده ام آخر بخانه[4]

خداوندان که قدر بنده دانند غلامان را چنین از در نه رانند[5]

غلامی کو کهن پیوند باشد نه بنده بلکه خویشاوند باشد

اگرچه چیرهٔ و چلدست و کاری مکن بر بردهٔ نو استواری

---

[1] ن ق دگر گوید [2] ن ح زانگونه [3] ن ح نبودم در زمانه [4] ن ح زخانه [5] ن ح بیرون نه رانند

دل از میلِ کهن مگسل که سودست ‏ ‏ ‏ شرابِ کهنه داروے وجودست

ور آن دل را وفاداری قدیمست ‏ ‏ ‏ چرا اینجا گزند و آنجا رحیمست

اگرچه آن[1] دوست را دشمن نباشد ‏ ‏ ‏ ولے در دوستی چون من نباشد

گل اندر تازگی از سرو کم نیست ‏ ‏ ‏ ولے در[2] تازگی ثابت قدم نیست

بتان را گرچه باشد یار بسیار ‏ ‏ ‏ بود بسیار فرق از یار تا یار

نصیبم گر ز تو نامهربانی است ‏ ‏ ‏ نه از تو کز قضاے آسمانی ست

گرفتم گفت خود[3] اے سروِ خرامان ‏ ‏ ‏ بگیر صحبتِ دیرینه دامان[4]

مشو غرّه چنان[5] نیز از جوانی ‏ ‏ ‏ که یارانِ[6] کهن از پیش رانی

چو گیری با حریفِ تازه جامے ‏ ‏ ‏ کهن را هم ز دور آخر سلامے

چو فرمائی بنزدیکان براتے ‏ ‏ ‏ بدوران نیز ده آخر زکاتے

چو خاصان را دهی جامِ[7] شرابے ‏ ‏ ‏ بمحروماں کم از بوے کبابے

چو بخشی همنشینان را مرادے ‏ ‏ ‏ جدا افتادگان را کم ز یادے

چو خوانی عاشقِ نو را بلب نیز ‏ ‏ ‏ ز دور خاکے رواں کن سوے ما[8] نیز

جوان مردان چو پیش آرند خوانے ‏ ‏ ‏ سگے را نیز بخشند استخوانے

چو باشد در سرائے[9] منعماں سور ‏ ‏ ‏ گدائے نیز نانے یابد از دور

---

۱ نٔ ق اگرچه دوست چون ‏ ‏ ۲ نٔ ح ولیکن در وفا ‏ ‏ ۳ نٔ ح خود گفت ‏ ‏ ۴ نٔ ق سامان ‏ ‏ ۵ نٔ ح همال

۶ نٔ ح که از تو تا کهن فرقے ندانی ‏ ‏ ۷ نٔ ح زان لب ‏ ‏ ۸ نٔ ح آن ‏ ‏ ۹ نٔ ق هواے منعمی

چو سوزد مقبلے در خانهٔ عودے | رسد همسایگان را نیز دودے

وگر محروم خواهی نیزم[1] از خویش | نگیرم نیز نام آرزو بیش

نکوشم بعد ازین در جستن کام | بهم دوزم دو لب زین گفتنِ خام

سرِ خود زآستانت دور دارم | ترا در کارِ خود معذور دارم

شوم راضی بذلِّ بے نصیبی | بمیرم چون غریبان در غریبی

بدستِ دوست نگذارم برت را | زخوابِ خوش نشورانم سرت را

نگویم هرچه زان بیتاب کردی | مگر زین آرزو سیراب کردی

چو حلوا خورده باشد یار چالاک | من آخر صحن حلوا را کنم پاک

چو می نوشیده باشد عاشقِ مست | شوم از جرعهٔ او من هم از دست

متاعِ نیک داری چون تو در بار | ضرورت باشد ار چونی خریدار

ز مشتاقان چه چاره سیمتن را | فراوان مرغ باشد یک چمن را

نه تنها عاشقان مستند قلّاش | که زیبا نیز حسنِ[2] خود کند فاش

بود معشوق عاشق شهرگی دوست | که گل بے مغز باشد باده بے پوست

دگر تو نه یکے صد بار گیری | یکے زان صد منم گر در پذیری

چو آید میهمانے کش نخوانند | گریبان از درش بیرون ترانند

اگر خود من بمهمانی گرانم | درون خوان از طفیلِ دیگرانم

---

[1] ق دورم
[2] ح خواهد حسن خود

من و خاکِ درت زین پس نهانی — گرم خوانی وگر رانی تو دانی

بعنوان چون مسجّل گشت منشور — رسید از قاصدان پروانه برنور

پری پیکر چو دید آن نامهٔ نغز — بهر حرفے بر آمد دودش از مغز

پُر از حلوائے شیرین یافت خوانے — ولے در هر نواله استخوانے

بزیرِ هر خطے رمزے نوشته — بهر لوزینه الماسے سرشته

ز رفتش لقمه در لعلِ خندان — که سنگے نامدش در زیرِ دندان

رطب هائے که کارِ خار میکرد — فرو میخورد و در دل کار میکرد

چو خواند آن ماجرا را تا بپایان — برفت از جائے چون شوریده رایان

بموزونی دبیرِ خویش را جُست — که داند ز آبِ گل او نامه را شُست

قلم زن کرد گل با مشکِ تر جفت — نشان میکرد هر چه آن ماه میگفت

خیالے را که خسرو کرد تحریر — جوابے باز میگفتش گلوگیر

نخست آغازِ آن دیباچهٔ راز — که رازِ عاشقان را بود غمّاز

جواب نامهٔ شیرین بخسرو و اظهار عتاب در بارهٔ شکر

بنامِ نقشبندِ لوحِ هستی — که بر ما فرض کرد ایزد پرستی

خرد را با کفایت کرد خورسند — سخن را با معانی داد پیوند

ن ح   کلک آن

دو دل را کو بہ پیوند آشنا کرد | بہ تیغ از یک دگر نتواں جدا کرد
دگر خواہد دو تن را نا فراہم | بصد زنجیر نتواں بست باہم
اگر پیوند خواہد ور جدائی | ستیزہ نیست با حکم خدائی
چو شد تقدیر ما را قطع پیوند | رضا دادم بتقدیر خداوند
چو وقت آید کہ این غم با سر آید | مرا از بام و بخت اندر در آید
تو نیز اے دوست کز ارمنت خوست | چو روزی باشدم روزی شوی دوست
نہ رویت گرچہ دورم از ہمہ کام | چو افتادہ ست می سازم بناکام
ور از بیچارگی نالم شغبناک | چہ یارم کرد با دوران افلاک
فرستادی بسوے من نہانی | سوادے پر ز آب زندگانی
مفرح نامۂ کز شوق آں راز | امید مردہ در تن زندہ شد باز
نہ نامہ کز غمم حرز اماں بود | کہ تعویذ دل و آرام جاں بود
چو دیدم بر سرش نام مبارک | گہش بر دیدہ سودم گہ بتارک
بہر خوردہ خرد کامے دگر یافت | بہر خط خاطر آرامے دگر یافت
ز سر تا پاے آں فرخندہ تحریر | نبود از مردمی ہا ہیچ تقصیر
در آں پرسش کہ با یار کہن بود | فراواں آرزومندی سخن بود

نسخہ ح چو تقدیر بست اول قطع نسخہ ح آں غم بر نسخہ ح آرم نسخہ ح ذوق

نسخہ ق بہر حرفے خرد نام دگر یافت

زیادے کز من آمد در دلِ شاه — زشادی پا نهادم بر سرِ راه
شدم زاں گونه با دولت هم آغوش — که خود را کردم از دولت فراموش

کجا باشم من پرستارِ کمینه — که روزے بگذرم شه را بسینه
کنیزِ او کیم ار دارد عزیزم — وگر خواهد[1] گذارد هم کنیزم
شدم نزِ[2] هرچه فرماید یگانه — شفاعت کیست کاید درمیانه

چو گرد و سوز آتش مجمر افروز — تواند گفت عود آهسته تر سوز
چو تابستاں کند خورشید را گرم — تواند[3] گفت حربا کاندکے نرم
چو بیروں و او شاه از دلِ هم خویش — کنوں من هم بروں ریزم غمِ خویش
امید از دوستی مارا چناں بود — که خواهم با تو دایم همعناں بود
ز آمیزشش[4] که دارد نور با نور — نخواهی بود از ما یک زماں دور
گماں نفتاد کافتد خار خارے — بچشمِ دوستی اندک[5] غبارے
یقیں شد کاں وفا و مهربانی — فریبے بود بهرِ ما زبانی
وگرنه بر کسن این تهمت تواں بست — که خود می نوشتی و خوانی مراست

چو وا ز پیماں من بیروں نهی گام — مرا بر عکس بے پیماں نهی نام
کنی خود با هم آغوشش وگر خواب — دهی گوشِ منِ بیخواب را تاب

---

[1] ن ح وگر خواهم   [2] ن ح شکر بر هر که   [3] ن ق کجا خرم باند و سبزه نرم

[4] ن ق زامرزشش   [5] ن اندر

خود اندازی به بازار شکر شور ❊ ز جوی تلخ با شیرین کنی زور

ز شیرین روزهٔ مریم کشی بیش ❊ پس از شکر گشائی روزهٔ خویش

چو از تنگ شکر برداشتی بند ❊ نگردی یاد شیرین شکرخند

چو در لب جوی شیر آید کنونم ❊ چو بی‌مهران شدی تشنه بخونم

مکش زین طعنه شیرین را پیاپی ❊ که جوی شیر شیرینی است بر وی

تو ای شیرین تمی را چاشنی گیر ❊ که بر شکر فزود آورده شیر

مخور چندان که آب افیون نماید ❊ ببین چندانکه شیرین چون نماید

چه پنداری تو ای نامهربان دوست ❊ که بی‌مهرم چو تو من نیز در پوست

به بدعهدی چو گیتی زود سیرم ❊ نگشتن چون فلک بالا و زیرم

من آن یارم که تا مهرت گزیدم ❊ بجز تو در خیالت هم ندیدم

اگر بندند در پیشت گروهی ❊ خیال کوهکن بر من بکوهی

اگر خود را نگهدارم سخن نیست ❊ عنان دیگران در دست من نیست

ز تهمت بیگناهی را منه خار ❊ که نه گل دید ازین بستان نه گلزار

چه تاب بدن من دارد آن خاک ❊ که گر مه بیندم دامن کند چاک

کسی آرد کردن آنکس باده را نوش ❊ که آواز صراحی گم کند هوش

ن۱ ق کنی ن۲ ق خود از ن۳ ح چو لب در جوی شیر ن۴ ح شیرین

ن۵ ق مخور چندان شکر کافسون نماید ٭ ببین چندانکه شیرین چون نماید ن۶ ح وبال کوهکن بر من چو کوهی ن۷ ح دل

کسے کز من بگفتارے شود فرد   گرم بیند غم جاں بایدش خورد

من ار پیشش شوم بے پردہ باشم   بدست خود ہلاکش کردہ باشم

کسے کو میدہد تفسیدہ را آب   بروغن دادہ باشد شعلہ را تاب

دلش روزے کہ پہلوے من آمد   نہ من خواندم کہ خود سوے من آمد

کنوں چندانکہ میرانم ز پیشش   تمنا بیشش می بینم بخویشش

من آخر مردمم ہر چیز دانم   طریق مردمی را نیز دانم

کسے کو شہر من گوشد بجانے   گرش ندہم لبے بارے زبانے

دل او چوں مرا میخواہد و بس   بلے خواہندہ را خواہد ہمہ کس

تو ہم دانی کہ مردم را ہمیں خوست   کہ دارد دوستدار خویش را دوست

تو گر بر من دگر نگرفتی اے یار   رسیدی بر منت زیں گونہ گفتار

چو ایں بنیاد بد را خود فگندی   گناہ خویش را بر من چہ بندی

اگر مظلوم نتواند جزا داد   تواند ظلم ظالم را سزا داد

بمن چوں آتشش در دہد تن   چہ حاجت روغنش گر ہست روغن

تو شاید با چنیں مطلق عنانی   کہ مرکب با عناں داراں جہانی

ہر آں چیزیں گرہ بر تمندے   کہ دارد از تو بر ہر موئے بندے

ن ق گر از پیشش   ن ح بپردہ بد   ن ح کہ   ن ح دلے   ن ق تو بر من گر   ن ح بہ بینہ

ن ح کہ ہست   ن ق توانی   ن ق بر تو انہر

مکن۱ زنیاں دلِ درماندهٔ ریش   که درمانده است از دستِ دلِ خویش

چناں در دل نشستی پیچ در پیچ   که جائے دیگراں نگذاشتی هیچ

مرا خود بس بود داغِ جدائی   تو بر داغم نمک دیگر چه سائی

اگر ماریست اندر فرجهٔ۲ سنگ   ق   وگر موریست اندر رخنهٔ تنگ

اگر در گرد کوهستاں پلنگیست   ۲   وگر در گردشِ دریا نهنگیست

وگر مرغیست اندر مرغزارے   ۳   وگر هست آهوئے در لاله‌زارے

ز هر جنس آنچه حیواں نام دارد   ۴   همه با جنسِ خود آرام دارد

نه یکدم ز آشنایاں۳ در فراقند   نه یک ساعت ز جفتِ خویش طاقند

ندانم تا ازینها نامِ من چیست   که تا باید ازیں ساں بیکسیم زیست

هما آسا بعزلت روے کردم   به تنهائی چو عنقا خوے کردم

روانم۴ خوں ز مژگاں شاخ در شاخ   نه در دهلیز آسایش نه در کاخ

نه سود۵ اندیش که بے آرام گردم   گہے در صحن و گه در بام گردم

کسے همدم بجز آهم نباشد   کسے جز سایه همراهم نباشد

تو شب در خواب و من ز آهِ جگرگاه   بسانِ شمع سوزم تا سحرگاه

بلے رسمیست شاہا نرا که تا روز   شه اندر خواب باشد شمع در سوز

ن۱ ق یکے زنیاں دلِ درماندهٔ خویش ٭ که درماندست با درد دل ریش   ن۲ ح چشمه   ن۳ ح ز آشنائی

ن۴ ع رواں خونم   ن۵ ح نسود ایس

کشد کمتر چراغِ خویش درویش   که داند سوز او را سوزشِ خویش

بزاری چند سوزم چون چراغت   بکش تا وا رهم بارے ز داغت

غمت چندر در دلم ماوا ندارد   تو گوئی جاے دیگر جا ندارد

دلم گم گشته باز آوردن توان   چو دل نبود صبورے کردن توان

کجا بیدل شود زین نقش خود راے   رسن در گردن و زنجیر بر پاے

منم هر روز را این شبهاے دیجور   تو خوش خسپی ز روزِ چون منی دور ۴۲

من از صد بار خود را بر تو بندم   چو باور نایدت بر خود چه خندم

بهانم من کت اندر دل یقین ست   رها کن کو چنان باش از چنین ست

چه چاره چون چنین افتاد تقدیر   ترا روزے شکر آید مرا شیر

چو نامه ختم شد پیکِ سبک خیز   ز شیرین بستد و دادش به پرویز

ملک زان گنجِ گوهر مهر برداشت   عبارتهاے شیرین در نظر داشت

فگنده پیچ پیچ نامه در پیش   همی خواند و همی پیچید بر خویش

بهر خط نکته از ناز می یافت   جواب نامهٔ خود باز می یافت

بهر جا نالهاے سرکه پُر درد   که مستان را بود آن باده درخورد

مفرح چاشنی هاے شکر ریز   چو باده تلخ و آنهم و شکر آمیز

جگرهاے نمک بر ریش کرده   نمک بیش از قیاسِ خویش کرده

لہ ق از درد داغت   لہ ح خسپ اے   لہ ح در   لہ ح بادا   لہ ق سے   لہ ق فام و رغبت

لہ ح پر درد   لہ ح قیاسش خورد

همی خورد ارچه کامش ریش میشد / ولی میلش بخوردن بیش میشد

چو در خود خورد و شوریدن[2] سخن را / بشوراند غم هاے کهن را

دلش زان شور شیرین بیخبر گشت / وزان شوریدگی شوریده تر گشت

بیاران گفت دریابید کارم / که بودن بیش ازین طاقت ندارم

به شیرین[3] باشد از شیرینی کار / که شیرین یار من دور از چنین[4] یار

بدین عزم از نشاط[5] بزم برخاست / جنیبت جست و ساز رفتن[6] آراست

یکایک بارها فرمود بستند / غلامانش به پشت زین نشستند

چو مرکب بهر رفتن شد سبک خیز / برآمد همچو مه بر پشت شبدیز

چو باد صبحدم میرفت پویان / گل خود را بکوه و دشت جویان

بازگشت خسرو از اصفهان و خواب دیدن او

جهان شد روشن از تاریخ شاهان / که چون شه بارگی راند از سپاهان

غم دل در گریبانش زده چنگ / همی بردش دوان فرسنگ فرسنگ

چو در ارمن رسید از جستن[7] تیز / زره داران شیرین کرد پرهیز

بکوهستان که بود از گذر دور / ز آشوب خلایق مانده مستور

ن۱ ح که در خورد ن۲ ح آن ن۳ ح ز شیرین ن۴ ح چنان ن۵ ق بساط عزم

ن۶ ق راه ن۷ ق جنبش

عنانِ بادپا را تافت از راه
درآن ویرانه نور افگن چو ماه

چو قندز فام گشت این نطع سنجاب
زمین چون پشت قاقم شد ز مهتاب

جهان سرد و هوای پوستین بود
ملک در شقهٔ دولت بیاسود

سحرگه چون روان شد باد شبگیر
برآوردند مرغان نالهٔ زیر

گشاد از خواب نوشین نرگسِ ناز
ندیمان را بخدمت داد آواز

چو از خواب گران بیدار گشتند
برسمِ بندگی در کار گشتند

حکایت کرد کز بیداریِ بخت
چو شب بر خواب رفتم از سرِ تخت

چنان دیدم بخواب اندر که گوئی
درآمد گلرخے با صد نکوئی

دو ساغر بر دو دستش صاف و ناب
یکے پر شیر و دیگر پر ز جلاب

سپرد آن ساغرِ جلاب پر جوش
بمن کیں نوش کن کردم سبک نوش

جوانے بود دیگر همنشستش
سپرد آن ساغرِ دویم بدستش

جوان چون شد بساغر چاشنی گیر
بیفتاد و شکست و ریخت آن شیر

کنون این خواب را تعبیر چه بود
بخواب اندر جلاب و شیر چه بود

بزرگ امید گفتش کز همه باب
چو تو بیدار زتواں دید در خواب

تو خود دانی کزیں به خواب نبود
بلذت شیر چون جلاب نبود

چو زاں جلاب شیریں کردی آشام
ز شیریں عاقبت شیریں کنی کام

---

۱ ن ق پرکار ۲ ن ح از ۳ ن ق شکوئی ۴ ن ق هر دو بدستش مے ناب ۵ ن ق کیں گیر دہن

وزاں شیریں که با او مُرد ناشاد | بجوے شیر ماند تشنه فرہاد
در افتاد آں جواں را ساغر از چنگ | در افتد کوہکن را شیشه بر سنگ
ملک گفت آرے آرد خواب تاثیر | ہماں پیدا شود کآید به تعبیر
نشاید خواب پیشِ ابلہاں گفت | که نیک و بد برآید ہر چه بشگفت

رفتنِ خسرو پیشِ فرہاد بطریقِ تجاہلِ عارفانه و مناظرِ ایشاں

چو صبحِ دیر خسپ از جائے[۱] برجست | گرفته ساغرِ خورشید[۲] در دست
سپہر از جنبشِ دورے که انگیخت | رواں شد ساغر و شیرش فرو ریخت[۳]
شہنشه گفت کز بختِ دل افروز | بجوے شیر خواہم رفت[۴] امروز
کشید از بر لباسِ مرزباناں | بروں آمد بر آئینِ شباناں
ازاں[۵] جا پرس پرساں بر سرِ کوہ | بجوے شیر شد تنہا زانبوه
تماشا کرد لختے بر سرِ[۶] جوے | بدید آں سنگہا را روے در روے
بہر نقشِ ہنر چوں نقش بینے | نظر میکرد و می گفت آفرینے
چو دید آں[۷] اوستادے را بہ بنیاد | به بنیادِ دگر شد سوے اوستاد

---

۱ ق کیں گیر دمن   ۲ ح خواب خوش جست   ۳ ح پر شیر پر دست   ۴ ق روشے   ۵ ح رفتن
۵ ق ۔ رواں شد پرس پرساں بر سرِ کوه ۔ دلے پر غصه و جان پر اندوه ۔   ۶ ح لب
۷ ق چو دید استادئی دیرینه بنیاد

جوانے دید در ہیکل چو کوہے ز فرِ مہتراں در وے شکوہے

گرامی پیکرش ماندہ نہالے چناں بدرے ز غم گشتہ ہلالے

بلا بینش از شمردن گرد جانش سزاوار شمردن استخوانش

زخش پرخون و سر تا پائے در خاک میان خاک و خون غلطیدہ غمناک

بگفتش کیستی و در چہ سازی بگفتا عاشقم در جاں گدازی

بگفتش عشق بازاں را نشاں چیست بگفتا آنکہ باید در بلا زیست

بگفتش عاشقاں زیں رہ چہ پویند بگفتا دل دہند و درد جویند

بگفتش دل چرا با خود ندارند بگفتا خوبرویاں کے گذارند

بگفتش مذہبِ خوباں کدام است بگفتا کش فریب و عشوہ نام است

بگفتش پیشۂ دیگر چہ دانند بگفتا غم دہند و جاں ستانند

بگفتش تلخی غم ہیچ کم نیست بگفتا گر غم شیریں است غم نیست

بگفت از دور بینش چوں دریں سوے بگفتا مردم از غم دور ازاں روے

بگفتش بر تو اندازد گہے نور بگفت آرے و لیکن چوں مہ از دور

بگفت او را ہمیں تا زندہ مانی بگفتا مرگ بہ زیں زندگانی

بگفت ارزد بجاں باشد زیانے بگفت ارزاں بود جورش بجانے

ن مہرے ن ح پرخاک ن ح یابد ن ق بگفت اندوہ خرند ن ق خوبی

ن ق بگفتا آنکس ن ح جانی

بگفتش در گذر زان دوستداری — بگفت این نیست شرط دوستداری

بگفت او شهرسوز و خامکار است — بگفتا عشق را با این چه کار است

بگفت از عشق او تا کی خوری غم — بگفتا تا زیم در هر دو گیهم

بگفتش گر بمیری در هوایش — بگفتا در عدم گویم دعایش

بگفتش گر سرت بُرّد به شمشیر — بگفتا هم بسویش بینم از زیر

بگفت از خون تو ریزد جفایش — بگفتا هم بمیرم در وفایش

بگفت آخر نه خونریزی وبالست — بگفت از دوست میریزد حلالست

بگفت ار بگذرد سوی تو ناگاه — بگفت از دیده روبم پیش او راه

بگفتش گر نهد بر چشم تو پای — بگفت از چشم در جان سازمش جای

بگفت ار بینیش در خواب قامت — بگفتا بر نخیزم تا قیامت

بگفت آید گهی خوابت درین باب — بگفت آید سپر آور خوانده آب

بگفت ار گوید از ناخن بکن سنگ — بگفتا کاوم از مژگان بفرسنگ

بگفتش چون خوری چندین غم دوست — بگفتا تا زیم چون جان من اوست

بگفت از عشق جانت در بلا گشت — بگفتا عاشقان را زین چه باکست

ز هرچش گفت دارد لب زبانه — جوابی باز گفتش عاشقانه

تعجب کرد خسرو زان استواری — وزان سوزی بپیچید بی نیچه کاری

١- ح گفتم بالم ٢- ح خوش بری چندان غم دوست ٣- ح خوشش ٤- ح دادش

کسے کز عشق خونش آشام باشد — اگر پخته نباشد خام باشد

چو دیدش کو وفا را پائے دارد — قدم در دوستی بر جائے دارد

زبان را داشت از هیچ لانگری باز — بر آئین دگر شد نکته پرداز

مزاجش را بپرسش رنج از پرسید — وزان حال پریشان باز پرسید

که چونی وز کجا افتادت این سوز — که می سوزد دل من بر تو زین سوز

جوابش داد مرد غم سرشته — که بود این از قضا بر من نوشته

چو باشد دست تقدیرم عنان گیر — کجا بیرون توانم شد ز تقدیر

چو اندر قسمت آمد همگنان را — که یارو تافت از قسمت عنان را

وگرنه من گیاهے آنکه پویان — کمربندم بمهر خوبرویان

بخاک پائے او گردم هوسناک — ز راه دیده ریزم سوے دل خاک

بگفتا دیده چون دل مائل افتاد — بلائے دیده لابد بر دل افتاد

ازین پیشم نبود این بانگ فریاد — که طبعم بنده بود و جانم آزاد

ندانم از کجا برخاست این دود — کزینسان سوخت جان محنت اندود

مبارک روئے شیرین شکربار — مرا شیرین نمود از اول کار

نیامد در دلم زان ماه بے سلخ — که بر من عیش شیرین را کند تلخ

ن ق درد   ن ق باز   ن ح نبشته   ن ق چو در قسمت آرد   ن ح ریگ

ن ح شان   ن ق زگفت دیده تا گفت   ن ق گفت کش

چو دل را خود عنان دادم به پرواز | کنون از دست شد کی بینمش باز

بباید داشت وحشی را بتدبیر | که ناید باز چون بگسست زنجیر

چو گنجشک نوآموز از قفس جست | چه سود از طفل نالد دست بر دست

دل اندر چیز دیگر بند و میکوش | که از خاطر[۱] کنی مهرش فراموش

بتدریج این خیالت گر[۲] شود کم | به تسکین گرددت خاطر فراهم

چنان آزاد گردی روزکے چند | که ناری پیش یادش[۳] مهر و پیوند

جهاندار از خمارِ شرکتِ یار | فرو میخورد از پنهانے عرض وا

چو روشن کرد عاشق کآن سخن چیست | بخندید و میانِ خنده بگریست

بگفت آنکه توان بر جستن از چاه | که تا زانو بود یا تا کمرگاه

چو قعرِ چاه صد گز بیش باشد | بجستن پشت و پهلو ریش باشد

مرا کاندر زنخ آن زلفِ مشکین | بچه کرد و رسن ببرید شیرین

اگرچه چه نماید در نظر خورد | ولیکن هر که افتاد اندر[۴] آن مُرد

بمردن زیر آن چه رفت پایم | دگر کس برکشد مش بر نیایم

اگرچه هست شیرین[۵] جان شیرین | ولیکن نیست شیرین‌تر ز شیرین

چو از دل رفت شیرین جان[۶] چه باشد | چو خصم خانه شد مهمان چه[۷] باشد

مرا تا جان بود ترکش نگیرم | دگر میرم رها کن تا بمیرم

۱ن؎ ح از خاطر کند عمداً فراموش ۲ن؎ ح چون ۳ن؎ ح آن ۴ن؎ ح او ۵ن؎ ح بیرون ۶ن؎ ح مشکین ۷ن؎ ح که شوخ که

چو شد بی‌پرده زیبائی خود کام | فرو شد خون صد عاشق بیک جام
چو صیادی که نخجیران فرو شد | بیک مشت نمک صد جان فرو شد
نباشم در طریق عشق معذور | که هر جانی از جانان شوم دور
منه بر جان من بندی که داری | بچشم در گوشه هر بندی که داری
هر آنکس کو بود دیوانه راشید | بخوانندش خردمندان خردمند
گر از لعلش مرا روزیست جامی | بسم زان عاقبت روزی بکامی
وگر بود از نخجم فسخ بابی | گدای مرده گیرا اندر خرابی
چو لوح زندگانی شد ز من پاک | چه خواهد ماند از من پاره خاک
تو خسرو را نصیحت کن درین درد | که خواهد ماندن از تاج و نگین فرد
چو او در عاشقی شد شهره جانی | مرا خود وصل باشد ترک جانی
اگر خسرو ز شیرین برکشد پای | مرا گر تلخ گوئی باشدت جای
دل شیرین چو ابلیس آتش انگیز | بجوش آمد چو دیگ از آتش تیز
ولیکن آن تیزی از لبان نیچه دریه | غضب او در غلاف افگند شمشیر
سخن را قفل زد و تیجه جیب رست | بپیرانه خجالت خورد و برخاست
بمنزل شد ز کوهستان اندوه | غبار کوهکن در سینه چون کوه

لوق رادی یار لوق جان شرح تو خودرا شرح ذره شرح بارد لوق پروری گرد تو شیرین

کف پائے شرح مشهد و ارکدم مشام شمشیر لوق قلب

ز فرهاد آنچه در دل داشت حالی | دل اندیشِ یاران کرد خالی
ندیمان کان سخن در گوش کردند | همه جای سخن خاموش کردند
فرو بستند لب از کار شیرین | عجب ماندند از آن گفتار شیرین
ملک گفت این وجودِ خاک بنیاد | خرابم شد ز سنگ انداز فرهاد
اگر خونش بریزم بر رسمِ شاهان | مبارک نیست خونِ بیگناهان
ورین اندیشه را در پیش گیرم | عجب نبود که از غیرت بمیرم
بباید رفت راهِ سهم را هنجار | که پایم وارهد از زخم این خار
بزرگ امید گفتا این سهل کاریست | بزرگان کادم ار در باب خاریست
روان کن هرزه گوئے را که در حال | بدو از مردن شیرین زند فال
اگر میرد فتوحِ خویش گیریم | وگرنه راه دیگر پیش گیریم
خوش آمد شاه را آن چاره سازی | نمودش مرگ آن بیچاره بازی

مردن فرهاد در عشق شیرین و حالت او

ملک را بود زنگی پاسبانے | ترش خساره و کج کج زبانے
چو دیو دوزخ از عفریت روئی | چو زاغِ کهنه از بسیار گوئی
تهی گاهش فراخ و حوصله تنگ | که زاغِ ترش سلبت شد زرنگ

نزاح بر سینه نزاح زال نزاح بر خویش نزاح زاشوب آل نزاح گرد زبانے اوقی

شکم چون دیگدان آتش اندود | دهن چون وام دار دیر خشنود
دهانش را کسے نادیده باہم | لبش با آشنایان نافراہم
خصومت پیشهٔ ابلیس خوئے | عوانے مشت خوارے جنگجوئے
کسے کش پیش او گفتے نکونام | زدیش اندر قفا صد گونه دشنام
چو دیدے دوری کس درمیانه | زمرگ او خبر گفتے بخانه
مسافر چون در بیرون نہادے پائے | زفال بد زدے در پیش او رائے
بماتم ہا بخندیدے طربناک | فگندے در عروسی ہا بسر خاک
اگر کردندے از چوبش فرو کوب | زبان چون ارّه کردے بر سر چوب
وگر سنگے زدندے خلق در جنگ | چو آہن تیز گشتے در تهِ سنگ
زسر تا پا کبود از مشت و سیلی | چو چوب نیل گویان بود سیلی
گنه در سبلتش بیضه نہاده | ہوے بینیش رشک او فتاده
سگے سگ چہره با خوئے پلنگان | خرے خر زہره نام او خرنگان
بہ پیشانیش داغے برکشیده | چو خطے در خطائے در کشیده
شہش خواند عطائے بیکران کرد | بوعده تیز دامانش گران کرد
پس آنگه در غرض بکشاد لب را | که خسفت ماه روشن کن قصب را

ن ق راز آشنایان   ن ح چو دوری شد کسے را در میانه   ن ح. نہاد از در برون پائے بفال بد زدی پیش رہ اے

ن ح در ته   ن ح اگر سنگش   ن ق تیره   ن ح چو پیش بر دو گویان برد نیلی   ن ق که خفت

[۱]شد آن دیوانه بد خو شتابان   چو دیوے سوے آن غول بیابان

بسنگے بر شد و نظاره میکرد   نمودار سخن را چاره میکرد

[۲]ز تیز تیشش بہ چندان شعلۂ گرم   نشد یکجو دلے چون آهنش نرم

بکار آورد نقش بے خرد را   زبان بکشاد و نادان کرد خود را

نشسته با تنہائے [۳]راز میگفت   کہ زینساں کوہ [۴]ضائع چون توان سفت

گذشت از مرگ شیریں ہفتہ پیش   ز بیمش هم بدان جان کندن خویش

نه این کوه گر ستیزد با گہ قاف   چنان لعلے نیاید روشن و صاف

ور از دندان کند ناخن زمین چاک   نه بیند نقش آن گم [۵]گشته در خاک

دریغ او برد هر چیش نصیب ست   دریغ اینجاست در خور کین غریب ست

چو بشنید این سخن فرهاد دلتنگ   فتاد از بیخودی چون شیشه بر سنگ

بزاری گفت بازم گو چه گفتی   که هوش از جان و جان از تن برفتی

جوابش داد مرد آهنیں دل   ق   که اے در سنگ مانده پاے در گل

چه کاوی کان که آن گوهر ز کان رفت   زبہر کالبد غم خور که جان رفت

تو در کارے چنیں زحمت مکش بیش   که برد آن کارفرما زحمت خویش

بخاک انداختند اندام پاکش   بآب دیده تر کردند خاکش

---

[۱] ن ق - روان شد سوے فرہاد آن بداختر * زبانی پر دروغ و چشمہا تر - [۲] ن ح - بہ تیز و تیشش ز چندان

[۳] ن ح - قصہ - [۴] ن ح - خو و ضائع - [۵] ن ق کرده

هزار افسوس ازان شاخِ جوانی | که بشکست از دمِ بادِ خزانی

دگر ره کین سخن بشنید فرهاد | نشانِ زندگانی رفتش از یاد

بزد زان گونه سر بر سنگِ خارا | که جوے خون شد از سنگ آشکارا

بجوے شیر در شد جوے خونش | دلِ کُه خون گرفت از جوے خونش

ز چهره خون ز مژگان خاک میرفت | ق میان خاک و خون افتاده میگفت

که آه اے بخت نافرمان چه کردی | بدردم مگیتی درمان چه کردی

اگر میریزیم خون بهر یارے | هم اندر زیر پایش ریز بارے

دریغا ز آرزویش زار مردم | بمردم و آرزو در خاک بردم

بمردن بود در پایش گمانم | نه آن کو میرود من زنده مانم

کنون کان دوست اندر خاک خوارست | من ار مانم نه شرطِ دوستدارست

چو از عالم برون رفت آنکه یارست | مرا بے یار در عالم چه کارست

چو یارم نیست کش جان بنده سازم | روم بر یاد او جان را ببازم

من و راهِ عدم کش جائے کس نیست | رهِ من تا عدم جز یک نفس نیست

چو جان با جان درآمیزد بهم شاد | درآمیزی بجانم خاکش اے باد

همی گفت اینکه روزش به اشب آمد | بتلخی جان شیرین بر لب آمد

ن ق شگفت   ن ح هوشمندی   ن ح کردها   ن ح روم بر یار و جانرا پاسے سازم

ن ح کانجام کس   ن نجاکش خاکم

دهانش تلخ و شیرین بر زبان بود | جگرگش وا پسین شربت همان بود

بشیرین گفتنش از چشم خون رفت | که تا شیرین کنان جانش برون رفت

همین خو دارد این چرخ جفا کوش | که ننهد کام دل کس را در آغوش

نماید تشنگان را شربت از جام | ولی در خاک ریزد گاه آشام

کسے کو زاد در صحرای عالم | نخورد آب خوش از دریای عالم

بس آهو کو بکشت آفت و شبگیر | چو سبزه ناخورده خورد اندر جگر تیر

چو بے روزی بود مرد رطب خوار | ز شاخ آں خورد بیش از رطب خار

خیال و خواب شد گیتی بفرسنگ | که بنماید ولی نابد فرا چنگ

اگر دریا کشد لب تشنه در خواب | به بیداری نیابد بر جگر آب

چه باید بیهده مهتاب گز کرد | چو نتوان شقه از بهر خود کرد

شعاع خور نشاید زر گرفتن | چو نتوان از زمینش بر گرفتن

سواد سایه را عنبر مکن نام | که خاکش نقد بینی عنبرش وام

چو در وی نیک گشت کین سرا هیچ ست | چه بهر هیچ چندین پیچ پیچ ست

پذیرنده چه مکرم داری اے خاک | بده این هیچ و بستان عالم پاک

گران افزون توان این کم خریدن | بهیچ ارزان بود عالم خریدن

عدم را توشه کن کین جای کم نیست | غم امروز خور کافزون ز غم نیست

ح تدبیر   شرح زال   شرح کابل رود

مسافر کاب ازینجا برنگیرد — چو دریا آخر آید تشنه میرد

چو میدانی که گردون پر ستیز است — ازین خانه یقین جائے گریز است

نخواهی تا بزیر گل شوی پست — ازین خانه بباید پیش ازان جست

رها کن خاک را در ظلمت خاک — روان کن پاک را در عالم پاک

همائے داری از فیروزه کهسار — مدارش چون غلیواژان بمردار

سبلے کان دیده باشد جوئے گلشن — کے آب خوش خورد از حوض گلخن

گرت صد زیب و زیور در وجود است — تن آساید ازان جان را چه سود است

چو بستان را بود پرنده محتاج — قفس خواه از زرش کن خواه از عاج

دران عالم که جان را کارسازیست — نیاز مرد تاج بے نیازیست

مترس از مرگ چون جان بے نیاز است — که بعد از مردنت عمرت دراز است

خردمندان بود کز کاردانی — غم مردن خورد در زندگانی

خبر مرگ فرهاد رسیدن به شیرین و زاری و بکای او

بگوش خسرو[۱۵] استاد معانی — چنین گوید نواے خسروانی

ح نبات از خاک وایں سیلاب تیز است   نسخہ حضور   نسخہ سود

ق چو از بستاں بپریداں مرغ محتاج   ۱۵ مراد از ذات شاعر

که چون فرهاد روزِ خود بسر برد ¹ | چو شمع صبحدم در سوختن مُرد
خلل در عشقِ شیرین در نیامد | بر آمد جان و شیرین بر نیامد
خبر بردند بر شیرینِ خونریز | که خونِ کوهکن را ریخت پرویز
همه گفتند کین رسمِ نو افتاد | که شیرین کشت و خون بر خسرو افتاد
روان شد نازنین کز راه یاری | شهیدِ خویش را گرید بزاری
ببالین گاه او شد با دلِ تنگ | به آبِ دیده شست از خون او سنگ
اشارت کرد تا فرمان برانش | بشستند از گلاب و زعفرانش
کفن کردند و بسپردند غمناک | غریبے را بغربت خانهٔ خاک
بسے بگریست شیرین بر غریبش | فزوں تر زاں زہر بے نصیبش
بخانه باز شد زاں اندهِ نو | درونش درمند از کارِ خسرو
شکایت کرد پیشِ همنشیناں | که بد باشد جفائے گرم کیناں
کسے کش رنج مردم کم نباشد | بنزدِ مردماں مردم نباشد
چو مردم دردِ خود دشوار داند | گزندِ دیگرے کے خوار داند

حکایت خربنده لاف زن مناسب وقت و حال

همیز دار خرے خربندهٔ لاف | که پالانگر به است از پرنیان باف

۱؎ ہلاک گردید۔ | ن خ بوریا

خرش گفتا که گر زیباست این کار — ز پشتِ من به پشتِ خود نه این بار

جوابش داد پالانگر چو بشنید — که پشتم ریش گردد خر بخندید

که خود چون منکری پالانگری را — به پشتِ من نویس این داوری را

چو می‌نتوان کشید از پشتِ خود بار — به پشتِ دیگران خروار خروار

نیارد مرگ خود کس بر زبان برد — بجانِ دیگران صد ره توان برد

چه در دست آمد آن نامهربان را — که بے جرمی بکشت آن ناتوان را

چو نتوانست خونم را پے افتاد[1] — گناهم را سیاست بر وے افتاد[1]

چو فردا دست خون در دامن آید[2] — دیت بر خسرو و خون بر من آید[2]

ندانم گر چه سان بر سنجم این داد — که از خسرو بخواهم خونِ فرهاد

چو نتوانم بکینش چاره کردن — که نتوان جان خود را پاره کردن

بدان شیرین کنم یارے دل ریش — که ریزم بر شکر شوریدلِ خویش

مرا جوشِ شکر خود بوده در ره — کنون خود زاد فی الطنبور نغمه

کسے باید که ہمچون کینه خواهان — شتابد بر شکر سوئے سپاهان

بشیرینی کند پیدا و برے — بیازد بازیِ فرهاد و برے

چو در سودائے شیریں مرد فرهاد — بحلوائے شکر روحش کنم شاد

---

[1] ح افگند

[2] ق افتد

صفت پیرزن ندیمهٔ شیرین و کشتن او شکر ملکهٔ اصفهان را

چو شیرین برد از[۱] قفلِ شکر بند | سر افگندند خوبانِ شکر خند
بخدمت بود فرتوتی کهن سال | چو گردونِ جهان سوزی تند زال
نگون پشتی و لیکن کژ خرامان | همی در سلخ[۲] و نامش ماه سامان
بهر جا در مصیبت روفته جائی | بهر کو در عروسی کوفته پائی
بداده در جوانی تیره را داد | به پیری نیز چوگان بازِ استاد
بلورین سبحه را بر کار کرده | بجای ریسمان زنار کرده
لبش در وِرد سحر و درس نیرنگ | برون ساده لباس و اندرون رنگ
گشاده گریهٔ تزویر چون مے | هزاران اهرمن حل کرده در وے
فریبانگیزیے از گیرائی گفت | که کرد پشه و سیمرغ را جفت
همه بیداری زر قش بی پرده | همه خواب فروغش راست کرده
حدیثِ نرم خونریز از رگِ چنگ | زبانِ چرب چون خنجر گه جنگ

۱؎ ای بند دور کرد ۲؎ روز آخر ماه که درو رویت هلال شود

زماه از زیر نور آفتاب برآید

ز داروها که کار آید زنان را — زره بردے بسی سیمین تنان را

مفرح ہائے مروارید و از دُر — کہ خوبان را بہ و ہوش از بلا دُر

بهر جمره ز معجونِ منقّا — سرشته شیر مرغ و خون عنقا

گیاہائے بہ تسخیر آزموده — بهر ذرّه دو صد ابلیس سوده

چو در گوش آمدش گفتار شیرین — بدندان خست لب زان کار شیرین

بجاے آورد شرط خاک بوسی — سخن پرداز با صد چاپلوسی

که با تو را پرستارے چو من بیش — پس آنگه بهر ناچیزے دلت ریش

بفرما تا بیک پوشیده نیرنگ — کنم صحراے عالم بر شکر تنگ

شکیبا کرد شیرین را فسونش — نوازشہا نمود از حد فزونش

بگرمی داد فرمان تا براند — شکر را شربتِ شیرین چشاند

عجوزِ کاردان زانجا بتعجیل — روان شد در سپاهان میل در میل

بچاره ره در ایوان شکر کرد — چو عیسے کو بخوزستان[۱] گذر کرد

بیامد تا برِ شکّر بصد نوش — نهاد از مهربانی حلقه در گوش

بشیرینی چنان در مغز در شد — که دلال ترازوے شکر شد

لہ ق۔ بوده

سلہ خوزستان بجاے وزای معجمه نام ولایت شکر خیز در فارس که شهر شوستر از واست و هر ملک شکر خیز را گویند چه خوز بمعنی شکر آمده و نیشکر زار و کارخانه شکر را نیز گویند۔

چو محرم شد همه شادی و غم را | بجا در خواندگی برزد علم را
نوشته بر کنیزان سرائی | گهی کدبانوی گه کدخدائی
ز شیرین کاری جادو زن پیر | مزاجش با شکر در خورد چون شیر
ز افسونها که از بهر[١] شکر بود | صد افسون شکر بیش از بیش[٢] بود
دمیده بر زبان دیگر فسونش | چو افسون خواندگان کم دیده زبونش
پری را از چنان جادو زبانی | جدا بودن نیارستی زمانی
گهش از عشق خسرو راز گفتی | گهش ز اندوه شیرین باز گفتی
عجوز فتنه با دردی دردی | دردل رفته لب شکر بوی رهوی
چو روزی بودش آن[٣] شربت چشیدن | نیارست از شکر مو بر کشیدن
بدو داده کلید خورد و آشام | ز کاسش[٤] باده خوردی وز کفش جام
نه نوشیدی بصد سوز[٥] جگر تاب | برون از گفت او یک شربت آب
بد انسان چون بر آمد سال آزاد | بنای فتنه محکم کرد بنیاد
مخالف در کمین کاری بود | بلب مست و بدل هشیار می‌بود
چنان افتاد وقت فرصت کار | که گرد آهنگ سرو سمن بار
بقصد مهستر درگاه مرائی | پیاپی داشت دریوز و ستگاهی[٦]

---

١ ق بهر شکرش ٢ ق بیشش زبه ٣ ق از ٤ ح زو ستش نقل ٥ ح حول

٦ جاییکه دوستان بیاد دوستان خورند

بخارِ بادہ در سر گرد کارش | صداع انگیز شد مغز از خمارش
فتادش در مزاج[1] از رنج سستی | بہ بیماری کشیدش تن درستی
ز بس گرمی تنش آمد بہ نرمی | شکر را چارہ خود نبود ز گرمی
شکر در مردماں[2] باشد تب انگیز | شکر را دید کو باشد تب تیز
ز بالین حسنِ سروِ خراماں | بساماں کاری آمد ماہ ساماں[3]
بتدبیر آستیں[4] مالید و بنشست | ہمی انگیخت نیرنگے بہر دست
گلاب آمیز شربت ہائے مخمور | نبات[5] و شکر و معجون و کافور
گوارشہا[6] کہ باشد راحتِ درد | فروزہا[7]ئے پرہیز از پئے خورد
بروں کردہ زبانے ہمچو آذر | تو پنداری کارسطو[8] راست مادر
گہ از بقراط خود را کرد افزوں | گہے خندید از قولِ[9] فلاطوں
نہادہ شیشہا[10] بنجاہ در پیش | زخمرہ[11] خود چگو یم از عدد بیش
دواہائے کہ نامد ہیچ درکام | گیاہائے کہ نشنیدش[12] کسے نام
گہ ایں را کوفت گہ آنرا ہمی سود | وز ایں کوب و شکن یکدم نیاسود

لغت طبع شرح طلای صندل | شرح کسے نشنا ختش

[1] زیراکہ مزاج شکر گرم ست بقاعدہ طب [2] نام پیرزن [3] آمادہ و مہیا برائے تدبیر شد [4] اے جوارشہا [5] طعامیکہ بغرض تسلی مریض پزند [6] مادر ارسطو مراد از مربی ارسطو یہ دانش [7] اے بر قولِ فلاطون اعتراض کردی [8] مراد از کثرت شیشہ ہا [9] خم کوچک یا ہماں مخفف خمیرہ کہ گذشت

گمان بر اعتمادش بسته بیمار — کبوتر نازک و شاهین ستمگار

چو ناگه یافت آن فرصت کہ می جست — بنوشین شربتے زهرش فرو شست

قدح پر کرد و در دستِ شکر داد — لبش را از آخرین شربت خبر داد

چو ماهِ نازنین کرد آن قدح نوش — درونِ نازکش افتاد در جوش

خرابی یافت اندر قالبش راه — ز پروازِ عدم جانش شد آگاه

نخست از بیخودی خود را بهش کرد — وداعِ مادرِ فرزندکش کرد

کہ رحمت بر تو بادا اے مادرِ پیر — کہ در رحمت نکردی هیچ تقصیر

ز تو آن سایه دیدم بر سرِ خویش — کہ امیدم نبود از مادرِ خویش

دریغا رفتم از دورانِ پر پیچ — کہ حقِ نعمت نشناختم هیچ

چو بے مرگے غم من خورد رایت — بمرگِ من بیامرزد خدایت

چو مرگ آمد بسوے من شتابان — تو کردی زانِ خود بر تو چه تاوان

چو شخصِ ناتوان را در قفا روست — چه سود از دارو ار خود نوشدارو ست

دران علت چه دارو جاے گیرد[۵۳] — کہ اول سر ز دارو ساے گیرد

گر از دارو حیات آباد بودے — طبیب از دردِ مرگ آزاد بودے

نہ در دستِ طبیب از خطا بیست — کہ گاهے سرخ رو گہ سبز پا ایست

کند تقدیر جانِ کم نصیبان — گنه بر مرگ تہمت بر طبیبان

شرح برد ۲ ق آرد مرا گر

۵۳ اثر کند

طبیبان را مگر این نکته حل نیست | که در نه شیشه داروی اجل نیست
وصیت بیش از اینم نیست با تو | که چون دور افتد از من راه تا تو
ز من با شرط تعظیمی که دانی | زمین بوسی به بزم خسروانی
بمالی زیر پایش دیده غمناک | بگوئی آسمان را قصهٔ خاک
که ما رفتیم با جانِ پر امید | ترا جان تازه باد و عمر جاوید
مرا دور از تو گر زد چشم بد راه | ز رویت دور بادا چشمِ بدخواه
مرا گر خود سر آمد زندگانی | ترا هر روز نو بادا جوانی
دگر من شربتی خوردم جگر جوش | ترا بادا شرابِ خوشدلی نوش
چو نوشی باده با شیرین به تمییز | بریزی جرعه بر خاکِ شکر نیز
چو بنشینی برِ دوستان شاد | فرامش گشتگان را هم بکن[۱] یاد
چو آئی بر سرِ خاکم خرامان | غبارِ من[۲] نیفشانی ز دامان
که گر خونم بگیرد گردنت را | بگیرد خاک پای دامنت را
گر از یادِ شکر گیرد ملامت | مبادا شربتِ شیرین حلالت
مبین خوار ار شدم خاکِ زمین سود | که روزی آخر این خاک آدمی بود
بیاور خون من تر بین کفن را | زیارت کن هلاکِ خویشتن را
مرا از یاری شیرین مکن خوار | که من هم روزی آخر بودمت یار

---

۱ ح کنی ۲ ح غبارم را نیفشانی

گلے بودم اگر مشکیں[1] نبودم ‏ شکر بودم اگر شیریں نبودم
بماندم منتظر بہر تو تا دیر ‏ چو وقت آمد ندیدم در درخت سیر
ازاں میوه کہ وصلم داد حالی ‏ دہاں آلوده گشت و معده خالی
چو نیم انجیر باشد قوت زاغے ‏ ہماں قوتش شود سوزنده[2] داغے
چو پارے را کند از چاشنی داشت ‏ بجوید چاشنی ہم در سر چاشت
چو افتد قطرهٔ بینا بہ گرم ‏ بود چوں روغنے بر آتش نرم
ز شاخ بخت خرمائے گسستم ‏ بخوردن باغباں بستد ز دستم
ہمی[3] با دوستے ہمدست گشتم ‏ بادل دوستگانی مست گشتم
نخفتم روز ہجر از سوزش و تاب ‏ چو روز وصل آمد می برد خواب
تو خوش با یار خسپ اے یار چالاک ‏ کہ من با خاک خواہم خفت در خاک
ازیں پس کز جدائی تاب بینم ‏ جمال یکدگر در خواب بینم
چو فردا صبح محشر گردد آغاز ‏ کنم دیده ز خواب اندر زحمت باز
دریں گفتن مژه در ہم غنودش ‏ در آمد خواب مرگ و در ربودش
غبار نیستی در شکر افتاد ‏ بخوزستان وے شورے در افتاد
ز ہر چشم انجمن را خوں بر آمد ‏ نفیر از انجم گردوں بر آمد
جواں مرداں بسرہا خاک کردند ‏ عروساں پیرہن[4] ہا چاک کردند

ل۱ ح۔ نسرین ‏ ل۲ ق۔ در دیده ‏ ل۳ ق بے ‏ ل۴ ق آستیں ہا

ز مژگان خلق خون با دیده آلود | برآمد نالهای آتش اندود

نه تنها مخلصان و نیکخواهان | که غمگین شد همه شهر سپاهان

بشستندش بترتیبی که شاید | کشیدندش بتعظیمی که باید

چو در دخمه بخاک انباشتندش | سه روز آیین ماتم داشتندش

پس از چندی بشادی رو نهادند | هوایش را ز دل یکسو نهادند

کسی کو بیشتر کرد از غمش جوش | ز خاطر بیشتر کردش فراموش

همیشه عادت مردم چنین ست | دلش سنگین و قالب پستین ست

همه کس با هزاران بیقراری | بگرید مرده خود را بزاری

چو در خاکش نهد بیکار گردد | همان ساعت فرامشکار گردد

اگر دل نقشبند و گر رحیم ست | فرامشکاری مردم قدیم ست

در آن دم کآدمی از گل سرشتند | ز غفلت نکته بر دل نوشتند

گر از غفلت نبودی سینه را برگ | ز بیم مرگ بودی هر زمان مرگ

وگر جنبید کاش مردن ندانند | اگر دانند خود زنده نمانند

تو ما را بین کز ایشان عقده در پیش | همیدانیم و می پوشیم بر خویش

همی بینیم و آگاهیم ازین راز | که تن با جان نخواهد ماند دمساز

ولی چون چشم مردم دوربین نیست | نظر می بیند و دل را یقین نیست

ا ح گوشتش   ب ق گاں   ت ح عقبه   ث ح بتنش

بسے را رحلت از حد بیش دیدیم | رحیلش ہم بچشم خویش دیدیم
اگرچہ دیدنِ مارا زود[۱] زود است | چو عبرت نیست زاں دیدن چہ سود است
نہ بیند ہر کرا چشمیست بیناں | خیالِ مرگ در آئینۂ جاں
وگر کش چشم عبرت ہست کوتاہ | بہ بیند لیک ندہد سوے خود راہ
چو دورِ زندگانی بر سر آید | نداند کز کدامیں رہ در آید
کسے زیں زخمگاہ ایمن فتادہ است | کہ یا مردہ است و یا خود نزادہ است
چو زادی باش زخمش را مہیا | کہ او[۲] گو سفتہ بر نا ید ز دریا
برشے کاندریں نیلی حصار است | دو شش[۳] بر کعبتینِ قلب کار است
کہ یارد باخت با ایں شوخ قلّاب | کہ دارد کعبتینِ پر ز سیماب
عجب گیجے کہ بر داو دست مطلق | اگر چش ہست نہ مہرہ معلّق
بہ آں باشد کہ مانقدے کہ داریم | بجو سیم و بدستِ او سپاریم
عنانم بیں کہ ہست[۴] اندیشہ گستاخ | سخن را تا کجا زد شاخ در شاخ
چو کردم گنج باد آور دراصرف | خراماں باز گردم بر سرِ حرف

رسیدن پیرزن در محل شیریں ملکہ اصفہاں

چو کرد آں فتنہ ساماں[۵] بدمہر | بنا خن خست بہرِ مصلحت چہر

۱؎ ق دیر و زود ۲؎ ق. ایں بحر ۳؎ ق برد ۴؎ ح. بے مہر

بشوخی با عروسان شکر خند | درانده شکر ز نالهٔ چند

پس آنگه جُست دستوری ز خوبان | روان شد سوی شیرین پای کوبان

رسید و ماجرا را پرده برداشت | صنم خود زان همه یک یک خبر داشت

اگرچه از کاردانی پیر فرتوت | بخنده داد بیرون دُر[1] و یاقوت

ولے در پرده گشت از غم دلش ریش | که او را بود نیز آں روز در پیش

کسے کز مرگ نبود جانش آزاد | چرا گردد بمرگِ دیگرے[2] شاد

بخسرو گشت نیز آں نکته[3] روشن | که مهمان شد شکر در سبز گلشن

برآورد از جگر سوزنده آہے | که بودش حقِ صحبت چند گاہے

نشست از سوگواری با تنِ چند | بماتم چاک زد پیراهنِ چند

ز نرگس بر آں سروِ خراماں | بخاک افگند[4] دُر داماں بداماں

بصد تلخی ز شیریں کرد فریاد | که بر زینِ خم است نتواں حزنِ فرہاد

عملها را جزاها در کمین ست | سزائے آنکه[5] من کردم همین ست

نکو را نیک و بد را بد شمار ست | بپاداشِ عمل گیتی بکار ست

اگر بنیاد تو بر نیک خوئی است | مکافاتِ نکوئی هم نکوئی است

ور از خود خوے بد را ساز یابی | جوابِ خود هم از خود باز یابی

درختا[6] زهر هر جا کاشت نتواں | چو کاری زاں شکر برداشت نتواں

---

[1] ن ح. ور زیاقوت [2] ن ح. دیگراں [3] ن ح. قصه [4] ن ح. افشاند [5] ن ح. آنچه [6] ن ح. نبات

درین گنبد به نیکی برکش آواز | که گنبد هر چه گوئی گویدت باز
یکے را ده صدا یابی درین راه | که بالا گنبدست و زیر آن چاه
چو چشم دیگرے بخراشی از خار | خراشِ خویش را هم چشم میدار
برآید جان ستان را جان بتاوان | عقاب اندک زید کرگس فراوان
چو آهن گر بسازد تیغ کین جوے | بدستِ خود کند خود را سیه روے
چو سازد تیر گر تیرِ بلا شور | هم اندر دیدہش خود را کند کور
بود سوزن به از تیغ برنده | که این دوزنده باشد آن درنده
چو خسرو جرمِ خود را یافت پاداش | پشیمان وار گشت از دیده خونباش
طمع یکبارگی برداشت از دوست | رضا بے مغز گشت و کینه بے پوست
ز ارمن در مداین رفت غمناک | ز حسرت کام خشک و دیده نمناک
بکنجے در شد و اندوه می خورد | ز بے سنگی غمے چون کوه مے خورد
بروزش خوردن غم کار بودے | بشب آسایشش دشوار بودے
چراغ جانش را هم باد برده | چراغ دل ز باد سرد مرده
چنین است رسمِ عشق بازی | چه با جان ساختی با او نسازی

نُح در نُق با نُتوہش

چراغِ دل ز باد سرد می مرد + چراغ خویش را هم باد می برد

در شب فراق مناجات شیرین
با حق سبحانہ تعالیٰ و یادِ خسرو

ز کوہستانِ ارمن چوں سرافراز — سوئے شہرِ مداین کرد پرواز

صنم بشنید بعد از چند گاہے — کہ خسرو در فلاں دہ بودہ ماہے

ز دوری با ہزار[1] افسوس نالید — بریدا ور ز غفلت گوش مالید

خمارِ عشق[2] در سر تازہ شد باز — شغب در دل بلند آوازہ شد باز

دلش را خارِ غم در دامن آویخت — خرد دامن بدنداں کرد و بگریخت

بجوش افتاد جانِ مستمندش — بدرد آمد درونِ دردمندش

ز اشکش خانہ در سیلابِ خوں شد — صبوری از رہِ روزن بروں شد

درآمد شحنۂ ہجراں بتاراج — رواں را طوق برد و عقل را تاج

سپاہِ فتنہ شد بر قلبِ تن چیر — ولایت بستد[3] از سلطان شمشیر

چو عشق آرد لگد کوبِ خطرناک — نہ خسرو بلکہ کیخسرو شود خاک

یکے[4] داں عشق در موران و پیلاں — بآتش در چہ عود و چہ مغیلاں

شبے تنگ آمد از بس رنج بردن — چناں کز ناشکیبی خواست مردن

سخن را مہر زد چوں نقش چینی — برید از ہمنشیناں ہمنشینی

---

[1] ق۔ نیز از افسوس   [2] ق عشقش از   [3] ح۔ در   [4] ق۔ را

بکنج تنگ شد دلتنگ می بود — دلش با بخت بد در جنگ می بود

شبی تاریک چون دریای از قیر — بدریا در فگنده چشمهٔ شیر

ز جنبیدن فلک بیکار گشته — ستاره در رهش[1] مسمار گشته

ذنب پای کواکب را شده خار — کجک[2] دست دهل زن را شده مار

ز ظلمت گشته پنهان خانهٔ خاک — چو چاه بیژن و زندان ضحاک

سواد تیره چون سودای خامان — بدامان قیامت بسته دامان

ربوده باد تند از شمعها تاب — زده مهرا بر بر دیدها خواب

شد ابنی[3] خورده چرخ آبستن گاه — سترون گشته از خورشید و از ماه

غنوده در عدم صبح شب افروز — بقیر اندا سشته دروازهٔ روز

بگنج صبح قفل افگنده افلاک — کلید گنج را گم کرده در خاک

بریده تیغ[4] شب از کینه خواهی — گلوی بلبلان صبحگاهی

خروسان را نگاه بانگ و تکبیر — خمیر پیرزن گشته گلوگیر

مؤذن قرص سوفی را زده گاز — ز حلوا خوردنش بگرفته[5] آواز

جهان چون اژدهای پیچ در پیچ — بجز دود سیه گردش دگر هیچ

شبی زینگونه تاریک و جگر سوز — ز غم بیخواب شیرین سیه روز

مبادا[6] غم که اندر دل شود سخت — که او دل خواب را بیرون نهد رخت

---

۱ ح. زجنبش ۲ ح. کژک ۳ ق. شده کبی ۴ ح. بید ۵ افتاده ۶ ق. مبادا سپیچ غم در

چو در بیداری شادی بود رنج　　چه باشد حالِ بیدارانِ غم سنج
اگرچه پاسبان بیدار باشد　　نه همچون عاشق و بیمار باشد
دران شب حالتِ شیرین چنان بود　　که از غم جان شیرینش بجان بود
بآب دیده با شب راز می گفت　　ز روز بد حکایت باز می گفت
همی نالید کای شب چند[1] ازین داغ　　همائے را مکش در چنگل زاغ
بپایان شو که من زین بیقراری　　بخواهم مُردن از شب زنده داری
چو گبران می کنی بر من جفائے　　ترا یارب که مهرے نیست جائے
بدین بے مهری و تاریک روئی　　شبے یا روز بخت من نکوئی
تو هندو کافری نام تو شب نیست　　ز هندو کافری کردن عجب نیست
مگر سوگند خوردی ای[2] جهان سوز　　که بعد از مردنِ شیرین شوی روز
چه خسپی چند[3] ای صبح سیه روے　　بآب چشم من رُخ را فرو شوے
چرا از بیر زین چون صبح فردی　　دمے بالاکش آخر گرنه مُردی
مگر داری[4] تو هم ز آشوب غم جوش　　که کردی خنده را چون من فراموش
مریز اشک اے دو چشم تیره روزم　　وگر سوزم رها کن تا بسوزم
چه باید ریخت این سیلِ ستم را　　چو نتوان شست این سودائے غم را
چه تاریکی شد اے خورشید یارت　　که پیدا نیست روزِ روزگارت

---

[1] ق - چندین از　[2] ق - دل فروز　[3] ق - خیزای　[4] ح - تو هم داری مگر

گرفتم گر خمارِ بادۂ دوش   صبوحی گشت مستانرا فراموش

چہ شد یارب بگہ خیزانِ شب را   کہ در تسبیح نگشادند لب را

مگر بشکست تارِ مطربِ پیر   کہ بر ناورد امشب نالۂ زیر

مگر بر نوبتی خواب اشتلم کرد   کہ امشب خاستن را وقت گم کرد

مگر شد بستہ مرغِ صبح را کام   کہ بانگے بر نمی آرد بہنگام

مگر دودِ دلم عالم سیہ کرد   دمِ من صبحِ عالم را سیہ کرد

وگرنہ کے شبے را این درنگست   کہ گردون بے مہر و سیارہ لنگست

مرا زین شب سیہ شد روئے ہستی   سیہ رو نیست این نہ شب پرستی

گہے باشد کہ این شب درگذرد   دلِ پُر سوزِ من بے سوز گردد

ازین ظلماتِ غم یابم رہائی   بچشمِ خویش بینم روشنائی

بے میکرد زنیسان نا امیدی   کہ ناگہ از افق بر زد سفیدی

چو لالہ گرچہ بودش در جگر داغ   ز بادِ صبحدم بشگفت چون باغ

چہ خوش بادیست بادِ صبحگاہی   کزو در جنبش آید مرغ و ماہی

در آید ہر دلے کافسردہ باشد   اگر زندہ نگردد مردہ باشد

بزرگان کان نفس را زندہ دارند   بجان بخشی دمِ بخشندہ دارند

ن۱ ح- بگشایند   ن۲ ق- مگر بگسست   ن۳ ح- کہ بر می ناورد   ن۴ ق- در دام

ن۵ ق- دم من شمع گردونرا سیہ کرد   ن۶ ح- مقعد   ن۷ ق- بُت پرستی   ن۸ بہم

دلے کو نورِ صبح راستین یافت ــ کلیدِ کارِ خود را آستین یافت
ہماں دروزن کہ ملکِ عالم آنجاست ــ دگر زاں بیشتر خواہی ہم آنجاست
کہ شد صبح زخوابِ غفلت آزاد ــ کہ بخشش[1] صد درِ مقصود بکشاد
چو شیریں یافت نورِ صبحدم را ــ بر وشن خاطرے برزد علم را
بمسکینی جبیں بر خاک مالید ــ بدرگاہِ خدائے پاک نالید
کہ اے در ہر دلے دانندۂ راز ــ بہ بخشائش درت بر ہمگناں[2] باز
زبے کامی دلم تنگ آمد از زیست ــ تو میدانی کہ کامِ من چوں منی چیست
چو تو امید ہر امیدواری ــ امیدم ہست کامیدم برآری
جز ایں در دل ندارم آرزوئے ــ کہ یابم از وصالِ یار بوئے
زحرمت داشتن چوں[3] دردِ بالم ــ بشارت دہ بکابینِ حلالم
درونم سوخت زیں حاجت نہانی ــ گرم حاجت برآری می توانی
وجودم گشت زیں درماندگی پست ــ تو گیری از کرم درماندہ را دست
نشاطے دہ کزیں غم شاد گردم ــ ز زندانِ فراق آزاد گردم
بسرِ کبریا در پردۂ غیب ۱ ــ بوجہِ انبیا[4] از حرفِ لاریب
بنورِ مخلصاں در درد مندی ۲ ــ بصبرِ مفلساں در نا امیدی
بایمانِ تو اندر جانِ بدکیش ۳ ــ بہ پیوندِ کہن در دوستی[5] درویش

---

[1] ق۔ کہ بخشش ، [2] ق۔ بیدلاں ، [3] ح۔ بے وبالم ، [4] ق۔ صرف ، [5] ح۔ در پشت

بداں اشکے کہ شوید جامۂ پاک ۴ بداں حسرت[1] کہ گرد دہرہ خاک

بداں تاریک زندانِ مغاکے ۵ ببالینِ فراموشان خاکے

بخونِ غازیاں در قطعِ پیوند ۶ بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند

بآہے کز سرِ شورے برآید ۷ بخارے کز سرِ گورے برآید

بمہرِ اندودہ دلہاے کریماں ۸ بگرد آلودہ سرہاے یتیماں

بداں غرقہ کہ برناید ز آبے ۹ بداں تشنہ کہ بائند[2] در سرابے

بشبہاے سیاہِ تنگدستاں ۱۰ بدلہاے سفیدِ حق پرستاں

ببادے کا دل اندر تن درآید ۱۱ بداں جاں[3] کا خر از مردن برآید

بعشقِ نو درآغاز جوانی ۱۲ بغمہاے کہن در دل نہانی

بداں بیدل کہ ہستی نابدش یاد ۱۳ بداں دل کو بود در نیستی شاد

بداں سینہ کہ دارد عشقِ جاوید ۱۴ بہجرانے کہ ہست از وصل نومید

کہ برداری غم از پیرامنِ من ۱۵ نہی مقصودِ من در دامنِ من

گرفتارم بدستِ نفسِ خودراے برحمت بر گرفتارے ببخشاے

برآور آرزوئے راکہ دارم کلیدِ آرزو نہ در کنارم

اگرچہ ما جرا ہست از ادب دور تو دانی گر توانی داشت مستور

نخستم در لباسِ آرزو پوش پس ایں جرمم بستاری فروپوش

۱۔ حرفے ن۲ ح۔ گم شد ن۳ ح۔ دم

چو شیرین از سر صدق این دعا کرد — خدا از صدقش آن حاجت روا کرد

بصدق آنکو درین حضرت پناهد[1] — نهد اندر کنارش هرچه خواهد

چو جوینده مراد خویش یابد — بهزد[2] اعتقاد خویش یابد

در آن شب کان صنم زینسان غمین بود — ملک را هم ز غم حالت[3] همین بود

همه شب نازنین را یاد میکرد — بدل پرویز و فریاد میکرد

فراوان غم کشید اندر شب تار — که تا شب را بروز آورد یکبار

چو رفت از دیدهٔ مردم[4] سیاهی — جهان روشن شد از مه تا بماهی

نماند از آرزومندی قرارش — برفت از خویشتن داری شمارش

سبک بنشست بر شبدیز چون بدر — روان شد سوی خورشید فلک قدر

همان سودا عنان آویز جانش — همان خاصان دولت هم عنانش

رها کرده عنان دنبالهٔ دل — بارمن بار شد منزل بمنزل

هوای سرد و وقت برگ‌ریز[5] آن — گریزان گل ز باد افتان و خیزان

بخجلت همچو دم سردان همی گشت — بکوه و دشت سرگردان همی گشت

نهر تکش خاک را پیرایه میداد — دم سردش خزان را مایه میداد

روان می بود در ویران و آباد — بدینسان تا خزان بگذشت چون باد

---

۱ ق- بیابد ۲ ق- بجورد ۳ ق- خاطر حزین ۴ ح- انجم ۵ ق- ترک

رفتنِ خسرو بدرِ قصرِ شیرین و دربند کردن شیرین به خسرو

چو بستان تازه گشت از باد نوروز | جهان بستد بهارِ عالم افروز
ز آسیبِ صبا در جلوه شد باغ | بغارت داد بلبل خانهٔ زاغ
هوا کرد از گل آسیبِ خزان دور | بمشکِ تر بدل شد گرد کافور
عروسِ غنچه را نو شد عماری | کمر بربست گل در پرده داری
بنفشه سر بر آورد از لب جوی | زمین گشت از ریاحین عنبرین بوی
نسیمِ صبحگاه از مشک بوئی | هزاران نافه در بر داشت گوئی
حریرِ گل ورق در خون سرشته | براتِ عیش بر ساقی نوشته
غنوده نرگس و قمری به بستان | ببانگِ چنگ در بالینِ مستان
خماری نرگسِ شب نا غنوده | شکیب از جانِ مشتاقان ربوده
شگوفه شاخ را پیرایه کرده | سمن گل را بداماں سایه کرده
خبر می برد بادِ صبحگاهی | ز بوے گل بشادروان شاهی
که زینسان نو بهارِ عشرت انگیز | چرا از باده باید کرد پرهیز
ملک بر عزم صحرا بارگی جُست | به پشتِ باد سرو نازنین رُست

---

۱ ح - آشوب ۲ ن ح عشق ۳ ن ح چو بانگ چنگ ۴ ن ح میکرد ۵ ن ح بست

بخدمت باوشاق چند دلخواه   جنیبت راند چون خورشید چون ماه

نخست از گشت کرد آهنگ نخچیر   فرود آورد صد[1] مرغے بیک تیر

برون جستند بازانِ سبک خیز   بخونِ صید کرده چنگ را تیز

درآمد چنگلِ شاهین بتاراج   نه تیهو ماند در صحرا[2] نه درّاج

ره بط باز[3] تیز آهنگ میزد   برقصِ کبک شاهین چنگ میزد

ملک سر سوکه مرکب راند حالی   زمین از گور و آهو کرد خالی

چو لختے گشت و صید افگنده تا چاشت   از آنجا سوئے بستاں راه برداشت

بگلزار آمد از نخچیرگه شاد   بساط افگند زیر سرو و شمشاد

بمے بنشست با خاصانِ درگاه   برآمد بانگِ نوشانوش تا ماه

برون دادند مرغانِ خوش آهنگ   نواے ارغنون زابریشم چنگ

شمال از شاخ سنبل خاک میرفت   صبا بر فرشِ نسرین پائے میکوفت

ملک زانو زده بر مسندِ ناز   بعشرت رنج سوز و گنج پرداز

چو گل پیشانیٔ دولت کشاده   ببالین پشت دولت باز داده

بپاے گرچه می میکرد پرکار   نمی رفت از دلش سوداے دلدار

بیادش در چمن نظاره میکرد   بجاے جامه جان را پاره میکرد

سخن میگفت و آب از دیده میریخت   بداماں گوہر ناچیده میریخت

---

۱ ذ ق – بہر   ۲ ذ ق بربالا   ۳ ذ ق – تیز ازاں

نه تسکینے که خود را باز جوید | نه همدردے که با او راز گوید
نبود آن روز پیش شاه شاپور | که از خسرو غم شیرین کند دور
گره چون غنچه می زد بر دل تنگ | همی شست آستین از اشک گلرنگ
بهر نرگس که در گلزار دیدے | خیال چشم مست یار دیدے
بهر شاخے که از گل بر گرفتے | بیاد دوست آه از سر گرفتے
ز هر سنبل که تابے باز[۱] میکرد | ز زلف او عتاب آغاز میکرد
شکیبا بود تا هشیاری داشت | چو سرخوش[۲] شد عنان از دست بگذاشت (بنشست)
چو سرها گرم گشت از باده چند | زبان بکشاد با آزاده چند
که نوروز آمد و گلزار بشگفت | صبا با گل پیام عاشقان گفت
روان شد باد جام لاله بر دست | خمار نرگس بیمار بشکست[۳]
همه کس با حریفے باغ در باغ | مرا در[۴] دل ز دوری داغ بر داغ
نشاید خورد مے بے دوستداران | که شادی غم بود بے روئے یاران
بود بے دوستان در مجلس ناز | پیاله سرنگون شیشه دهن باز
همه شادند و جانم در عذاب است | که مے بے روئے جانان زهر ناب است
اگرچه روئے گل مهمان نواز است | ولے افسانهٔ بلبل دراز است
مرا از سوز دل هر لحظه مرگے | که آرد تاب آتش کاه برگے

---

۱ ح- گردے ۲ ح- کفایت را عنان از دست بگذاشت ۳ ح- بنشست ۴ ق- خود

هلاکم زین هوس[1] ناموس خامست　　چو عشق آمد چه جائے[8] ننگ و نامست

بدان می آردم این گم شده بخت[2]　　که عصمت را ببازار افگنم رخت

زنم[3] از غصه دل سینه را چاک　　ز خون خویشتن رنگین کنم خاک

مگر باد آید و زین جوے خونم　　بدان بدخو رساند بوے خونم

چو چندین[4] زین سخنها گفت حالی　　دل از اندیشه لختے کرد خالی

جنیبت جست و از دل بار برداشت　　ره مشکوے آن دلدار برداشت

روان گشت از شراب لعل سرخوش　　ولیک از سوز سینه دل در[5] آتش

برقاصی صبا در زیر رانش　　خیال یار زیبا همعنانش

بناگوشش ز آب[6] گرم در خوے　　دم سردش پیام آورده از روے

چو آمد سوے قصر نازنین تنگ　　ز مغزش عقل[7] شد وز سینه فرهنگ

خبر بردند بر سرو گل اندام　　که طوبی بر در فردوس زد گام

بلرزید از هراس آن دسته گل　　کزان سیلاب تندش بشکند پل

نکو نام ننگ آواره گردد　　لباس عصمتش صد پاره گردد

صواب آن دید رائے هوشیارش　　که ندهد راه در ایوان یارش

عملداران درگه را بفرمود　　که تا بندند پیش آهنگ شه زود

---

[1] ق- هوس　[2] ح- بدان می داردم این جان کم بخت　[3] ح- نهم　[4] ح- چندی

[5] ح پر ز آتش　[6] ح ز راه　[7] ح- هوشش　[8] ق جائے

چو پیدا گرد آں خورشید پُر نور | زمیں بوسید ہمچوں سایه از دور
در افشاندند مروارید شب تاب | زمیں را گرد بنشاندند از آب
رسانیدندش چناں با عز و تمکیں | از انجا تا در ایوانِ شیریں
چو فرماں داد ماهِ مشتری قدر | ز صحنِ خانه بالا رفت چوں بدر
دویدند آں همه فرماں پذیراں | باستقبالِ شاهِ تخت گیراں
چو پیدا شد شکوهِ ارجمندی | کلاهے تا بخورشید از بلندی
فروزاں از جبینش فرِّ شاهی | زمیں تا آسماں نورِ الٰهی
به پیراهن تنه از گردن کشاں کس | غلامے چند از خاصانِ شه[1] بس
خطش پر لاله عنبر بیز گشته | گلش از خوے[2] گلاب انگیز گشته
ز بوے خوش که بیز دآں تنِ پاک | گلاب[3] آمیز گشته گرد[4] خاک
ز رویش آفتاب از دست میرفت | کسے کامد بدیدن مست میرفت
چو دیدند آں لبِ قیبال عارض[5] شاه | جبیں سودند بر خاکِ گذرگاه
نثارے ریختند از گوهر و لعل | سُمِ شبدیز[6] گردید آتشیں نعل
زلو، لو حلیه[7] می بستند مه را | نثار افشاں همی بردند شه را
از انجا تا بشادروانِ ماهش | همه بر فرشِ دیبا بود راهش

---

[1] ق - او [2] ق - خویش از گل [3] ح - عبیر [4] ح ناقه [5] ح - جبه

[6] ح - که گوهر دار کردند آهنیں نعل [7] نقه می بستند ره

چو آمد بر در قصر دلارام — کزان شیرین سخن شیرین کند کام

درے در بسته دید و میزبان دور — مه اندر برج عصمت مانده مستور

تعجب کرد حیران ماند ازاں کار — که نخل بارور چون گشت بے بار

ز خجلت روے را چون زعفران کرد — که بے روی چنین خود چون توان کرد

زمانے ماند بر در دیده پر آب — درونش تافته بیرونش بے تاب

بهر سوے که میرد باخرد راے — نمی ماندش[۱] دلِ شوریده بر جاے

جهان شب شد بچشم نیم خوابش — که ماند اندر پسِ ابر[۲] آفتابش

بخواری باز گشتن خواست در حال — که خواندش نازنین ز آواز خلخال

ملک را کامد آن آواز در گوش — بجانِ بے خبر باز آمدش هوش

نظر انداخت[۳] چون بر قصر والا — زمین بوسیده ماهِ سرو بالا

دمید از هر دو جانب صبحِ امید — مقابل شد بگرمی[۴] ماه و خورشید

پر پرواز قطره میریخت آبے — بروے میهمان میزد گلابے

بنظاره فرو ماندند تا دیر — نمی گشت از تماشا چشم شان سیر

---

۱ ح نمی آمد   ۲ ح کوه   ۳ ح چو سر بر کرد سوی   ۴ ح - بدل گرمی دو خورشید

سرکه ریزی خسرو از عتابِ ترش‌روئی شیرین و خود ترش گشتن

ملک هرچند خواهاں با دلِ ریش ‏ ‏ ‏ ‏ که در صحرا نهد سوزِ دلِ خویش

هلاکش گرچه ترکِ جاں نمی کرد ‏ ‏ ‏ ‏ زبانش در سخن فرماں نمی کرد

ازاں دل ماندگی کامد بجانش ‏ ‏ ‏ ‏ زبس گریه گره مے شد زبانش

چو لب بستن نه زیبا بود با دوست ‏ ‏ ‏ ‏ که در حلوا نیفتد پسته را پوست

نقاب از لولوے رخشنده برکرد ‏ ‏ ‏ ‏ جهانے پر ز مروارید تر کرد

بزاری گفت کاے جانم بتو شاد ‏ ‏ ‏ ‏ غمت شادی فزاے جانِ من باد

بزرگی هاے بے اندازه کردی ‏ ‏ ‏ ‏ که با خورداں بزرگی تازه کردی

ضیافت[1] ها نمودی تا تواں گفت ‏ ‏ ‏ ‏ که نتواں تا قیامت شکر آں گفت

زر افشاندی و مروارید شب تاب ‏ ‏ ‏ ‏ فشاندی تا سرم در آتش و آب

ز نطع انداز دیبا هاے زربفت ‏ ‏ ‏ ‏ فرس نے بر زمیں بر آسماں رفت

ز صحرا تا جنابت[2] احترامم ‏ ‏ ‏ ‏ بیاوردے بتعظیم تمامم

پس از چندیں نوازشهاے چوں نوش ‏ ‏ ‏ ‏ که کردی بنده دارم حلقه در گوش

چه بودت بے سبب در پرده ماندن ‏ ‏ ‏ ‏ غریباں را برونِ در نشاندن

ن۱ ح- قیامت هاے ‏ ‏ ‏ ‏ ن۲ ح- یا بے نوع

مرا بگذاشتی بر خاک[1] خواری — چو مه بر آسمان گشتی حصاری

ترا گرچه عروسی در حصارست — مکن کز سنگ من بر مه[2] غبارست

همان با این سرافرازی بجا هم — که افتد از زبر دیدن کلاهم

نه شیرین آید از شیرین زبانان — ترش رویی بروی میهمانان

چو جانم جز وفاداری نیاموخت — چرا باید دلی بی موجبی سوخت

تبر بر[3] میوه باشد بوستان را — برون در نشاندن دوستان را

جواب شیرین به خسرو پرویز

جوابش داد شمشاد قصب پوش — که دولت بادشه را حلقه در گوش

فلک را سربلندی در پناهست — ستاره خاک روب بارگاهست

هزاران کام دل در دامنت باد — هزار اقبال در پیرامنت باد

دلت خالی مباد از شادمانی — فزون باد از شمارت زندگانی

اگر بالا شدم چون دیده مست — مکن از سرزنش سرو مرا پست

مرا بخت تو بالا برد پایه — که بر فرقت کنم چون ابر سایه

شود ابر ارچه بر دریا سرافراز — هم آخر پیش دریا سر نهد باز

گر این خاک از بلندی بهره مندست — درت را پایه صد چندین بلندست

---

[1] ح - در خاک و خواری   [2] ق - در مه   [3] ق بهی بر میوه

اگرچه ذرّه از روزن[۱] درآید — نه از خورشیدِ روشن برترآید

دگر بر مه رسد گردِ وجودم — همان خاکِ رهِ شاهم که بودم

گر افتم خود سرم بر آسمان سود — مرنج از من که تو شمعی و من دود

هم از اقبالِ تست این ارجمندی — که سر بردم بخورشید از بلندی

ازان سر بر فلک برد این پرستار — که تا گردِ سرت گردد فلک وار

نه تاجِ زر بسر نیکوتر آمد — که یک سر بر سرِ سلطان برآمد

دگر گفتی که نبود شرطِ یاری — غریبان[۲] را بدل راندن بخواری

بدان عزّت[۳] که بر شیرینِ مسکین — بسے شیرین تری از جانِ شیرین

ازان رغبت که خسرو را بجانست — هوس در جانِ شیرین بیش ازانست

توانم کز وفاداری درین راه — دهم[۴] تن در رضائے خدمتِ شاه

فرود آیم ازین منظر خرامان — کمر بندم بر آئینِ غلامان

ولے ترسم که وا ماند ز پرواز — تذروِ نازنین در چنگلِ باز

تو شاه[۵] عاشق و دیوانه و مست — چو در دامت در آیم چون توان رست

مرا مادر بننگ و نام پرورد — بشهد[۶] و شیر و شکّر چهره چون ورد

روا باشد که با این خوے خامت — بپاے خویشتن آیم بدامت

---

۱ ح - برآید   ۲ ح - عزیز آنرا   ۳ ق - بدین غیرت   ۴ ق - نهم سر   ۵ ق - دانم

ق - تو باشی بادشاه و عاشق و مست   ۶ - تو شیرین پخته وا و خام پرورد.

چو خوش گفتند موشاں با پلنگاں — کہ پیش گربہ نتواں رفت لنگاں

بنا سیلے کہ بینی در نظر خورد — کہ جاں از وے بدشواری تواں برد

چو آہو دل بنہد بر خندۂ شیر — بپائے خویشتن آید بپیش شمشیر

نہ در شرط وفا ناحق شناسم — و لے ز آسیب تہمت می ہراسم

چو گل در دست مستاں آید از خاک — نماند دامنش ز آلودگی پاک

بکوشش تا بہ اکنوں داشتم پاس — دُرِ ناسفتہ را از نوک الماس

کنوں بازی کنی با زلف و خالم — میفگن برقع از شرم جمالم

تو بر بسیار حلوا دست داری — زباں اندر شکر پیوستہ داری

مداں حلوائے شیریں را چناں خام — کہ پیش از پختگی شیریں کنی کام

نہ لوزینہ صبوری چوں کند کس — نمک باشد کہ انگشتے زنی بس

تو چندیں شکر اندر چاشنی گیر — قناعت چوں کنی با قطرۂ شیر

ترا باید شکر خوردن مگس وار — کہ سیمرغے نیاید بر درم بار

برو خود را بہ بازار شکر بند — کہ شیریں انگبین ست و شکر قند

لب شیریں کہ جز با جاں نسازد — شکر واندرکزو چوں میگدازد

مبر نام شکر گر خود نبات ست — کہ شیریں شربت آب حیات ست

شکر گرچہ دہد ذوق زبانی — و لے شیریں ست ذوق زندگانی

۱؎ ح۔ خود خرامد ۲؎ ح۔ زباں اندر نمک ۳؎ ق۔ زیر پارا ۴؎ ح۔ ترا باشد مگس خوردن شکر وار ۵؎ ح۔ خند

۶؎ ق۔ و ۱۵ الر

چه شیرین ست یا رب شربتِ تو ولی دور از لب و دندانِ خسرو

بکش گر بی دلم گر بی کبابی شرابِ تلخ زود آرد خرابی

چو شکر خورده ئی بس کن ز جلّاب که با سرکه نیامیزد مئے ناب

تو خوش زی با پری رویانِ مه‌سا بهر گلزار چون بلبل به پرواز

من و کنجِ غم و شبهای دیجور درونم چون چراغِ صبح بی نور

نه من خسپم نه از فریاد من کس همه شب مونسم هجرانِ تو بس

تن از غلطیدن خاکم چنان ست که خارم زیر پهلو پرنیان ست

ز آهم گر درون آئی درین کاخ هوا پر دود بینی بام سوراخ

چه میخواهی ز چون من در عذابے رها کن بیدلے را در خرابے

پاسخ خسرو به تقریر شیرین

دگر باره زبان بکشاد پرویز بپاسخ کرد لب را شکّر آمیز

که ای شمعِ من و خورشیدِ آفاق بزیبائی چو خورشیدِ جهان طاق

جمالت رونق افزائے جوانی وصالت خواجه تاشِ زندگانی

بهار از زلفِ مشکینِ تو گردے ز لعلت چشمهٔ خضر آب خوردے

ل ح ـ زمین آزرده

مبادت چشم را جز بر دلم ناز   مبادا جز برویت چشم من باز

عنایت گرچه با ما تلخنا کست   چو شیرین می کند تلخی چه باکست

چه عیب ار شکرت شد سرکه پرورد   که سرکه با شکر خوشتر توان خورد

بود اینهم وفا کز مهربانی   دهی زهرم در آب زندگانی

مرنج ار گویمت بالا چرائی   فرود آ گرچه بر جانم بلائی

چو خورشید ست خاک آستانت   چه حاجت بر شدن بر آسمانت

مده دمهاے سردم را بخود راه   که از آه ایمن ست آئینهٔ ماه

حذر کن زین فغان آتش اندود[1]   که دیوارت سیه گردد بدین دود

نه بینی کآه[2] جان مستمندے   بلند ازو برین قصرت کمندے

درافگن زلف تا زان[3] رشتهٔ ناز   شوم با چنبر گردون رسن باز

اگر بالا نخوانی زین سخن کم   مران از در نه آخر کم ز خا کم

وگر راضی بدان شد لعبت نور   که بوسم آستان دولت از دور

چو دارد[4] ذره از خورشید امید   زند زان تکیه بر بازوے خورشید

اگر زلف فشانم بر دل خویش   بزنجیر درت بندم دل ریش

گرفتم خود که یاری را نشایم   مکن خواری که خواری را نشایم

---

[1] ح- آلود   [2] ح- کاب چشم   [3] ق- تا ازان سر

[4] ح- که باشد ذره از خویش نومید ؛ که خواهد تکیه بر بازوے خورشید

گناهے[1] زین قوی‌تر نیست بر من | که دارم دوستی با چون تو دشمن

روا باشد که بندی[2] اے جفاجوے | بجرمِ دوستی از دوستان روے

اگر محراب دیگر پیش گیرم | هواے نفس کافر کیش گیرم

جوانی تهمتِ مردست دانی | بترس از تهمتِ روزِ جوانی

من از نرخِ شکر پرسیدم اے یار | فگندی از بهشتم دوزخی وار

چه خود راندی بجوے شیر کشتی | شدی هم شیرخوار و هم بهشتی

چه بے سنگی از من[3] آیدت یاد | چو بستی نقش خود بر سنگ فرهاد

بسا توشه که مهمان سوختن[4] زان دود | سگِ همسایه با انبانش بربود

گرم جلاب شیرین پیش بودے | ز تنگی کے دهانم ریش بودے

ز شورِ[5] شکرم تسکین نباشد | شکر چون شور شد شیرین نباشد

گذشت[6] اندر غمت عمرے دبل دیر | که در رویت ندیدم یکزمان سیر

بهر وعده که در کارم نهادی | بسا عشوه که در بارم نهادی

فریبت کمتر از جور و ستم نیست | که چاه کور از کور آب کم نیست

مکن چندین خرابی بر خرابے | که سوزی[7] تشنه را در سرابے

نکردم من گناهے در چه کردم | شفاعت خواه[8] اینک روے زردم

---

[1] ق- بغیر ازین گناهے نیست بر من [2] ح- که اے رند [3] ح- از من نایدت [4] ق- ساخت

[5] ح- سوز [6] ق- بگذشت از عمر من بس مدتے دیر [7] ح- چه [8] ح- خواهم

گناہم گر ببخشی شرمسارم ‌‌ ‌ وگر خونم[1] بریزی با تو یارم

گناہ و عذر باشد شرمساری[2] ‌ ‌ خداوندی بود آمرزگاری

بدیں خواری مرنجاں ہیچو دی را ‌ ‌ مکافاتیست آخر ہر بدے را

بخوش خوئی تواں با دوستاں زیست ‌ ‌ چو بدخو دوست باشد دشمنی چیست

گلے کز بوے خوش بود نشانش ‌ ‌ رہا کن تا برد بادِ خزانش

بآزارِ غریباں دست مکشای ‌ ‌ کہ غافل نیست دورانِ سبک پائے

جفائے گرز[3] تو بر ہمسرانست ‌ ‌ بتو نزدیک تر از دیگرانست

چو خواہی پشہ را بشکنی بیش ‌ ‌ طپانچہ خود زنی برگردن خویش

پاسخِ شیریں بمقابلِ تقریرِ دومِ خسرو

دگربارہ پری روئے رسن ساز ‌ ‌ فسون تازہ کرد از چشمِ غماز

رطب را خندہ داد و چشم[4] را خواب ‌ ‌ رواں کرد انگبیں در جوی جلاب

دعا را زیر لب پرواز میداد ‌ ‌ سخن را چاشنی از ناز میداد

کہ شاہا تا ابد شاہِ جہاں باش ‌ ‌ ز مشرق تا بمغرب کامراں باش

جہاں اجری خورِ بختِ بلندت ‌ ‌ سرِ گردن فرازاں در کمندت

شکوہت را فلک زیرِ نگیں باد ‌ ‌ کلیدِ عالمت در آستیں باد

---

[1] ح۔ خونریزیم ہم ‌ [2] ن ق شرطیاری ‌ [3] ن ح۔ کان ‌ [4] ن ق۔ جام

من آں طاؤس رنگینم دریں باغ — که دودِ دل سیاهم کرد چون زاغ

نه تسکینی که خود را باز جویم — نه دلسوزی که با او راز گویم

ندانم کینش[1] گره را چون کنم باز — که با بیگانه نتوان گفت این راز

نه بینم ره چو رویت بینم از دور — چو مرغِ شب که کورش بینی از نور

شبم در غم رود روزم به تیمار — مبادا کس بروزِ من گرفتار

برانم زیں دلِ دیوانهٔ خویش — که آتش در زنم در خانهٔ خویش

دهم بر بادِ حسرت جان و تن را — برسوائی بسوزم خویشتن را

مرا گر سینه بشگافی بشمشیر — ولے بینی زجانِ خویشتن سیر

تو اے بدخو که در جانم درونی — حذر کن زیں جراحتهائے خونی

دلم سوزد ترا دامن نسوزد — که میدانم دلت بر من نه سوزد

من از عشقت چنیں تنها و مدهوش — تو خوش اندر نشاط و عشرت و نوش

خوری با نازنیناں دوستگانی — پس آنگه جرعه بر شیریں فشانی

بهر گلزار مے در جام کردن — پس ایوانِ مرا بدنام کردن

اگر یکرنگ[3] باشی یار نغزی[2] — دودل لیکن چو بادامِ دو مغزی

دلِ مردم چو گشت از راست خوئی — مجو از آئینهٔ کج راست گوئی

عتابت[4] گر ندارد سود بر من — مزن پیکانِ زهر آلود بر من

---

[1] ح- نیارم کیں گره با جان [2] ح- نغمه [3] ح- ندارد با دلِ بیرنگ نغزے [4] ق- عنایت گر نداری

ترا من یار دانستم بهر کار　　ازاں در ساختم چوں یار با یار

ندانستم که چوں شیرانِ سرمست　　بخونریز من آئی تیغ در دست

مزن در خونِ من چوں چرخ ناورد　　که منش[١] چوں آفتابے ماندہ ام زرد

ندارد بخت من آں زور بازو　　که باشم چوں توے راہم ترازو

مرا بگذار تا میرم بزاری　　که از خواری بتر زنہار خواری

ترا پنہاں بہر برج آفتابے　　بہر گوشہ بہشتے در نقابے

منم تنہا چنیں مہجور ماندہ　　ز نزدیکانِ خدمت دور ماندہ

روا باشد که با ایں سحر و نیرنگ　　زبے سنگی زنم قارورہ بر سنگ

کنم آں گاہ با صد زیر دستی　　کنیزانِ ترا پائیں پرستی

ہمائے کش بہ پستی رغبت آید　　قفائے ماکیانش خورد باید

مبادا ناکساں را کامرانی　　که دشوارست باسگ زندگانی

چو خالی گردد از گوہر خزینہ　　بیاقوتی نشیند آبگینہ

بجو دادن نشاید نرخِ کافور　　نہ بر ظلمت نہادن تہمتِ نور

مخواں سوئے بہشتم زیں خرابی　　که با ماہی نسازد مرغ آبی

که دارد[٢] ایں روا با حسن رویم　　که یک گل با ہزاراں خار بویم

من آں بازی گرم کز چشم طنّاز　　خطا[٣] و روم بستانم بیک ناز

١ق - که من خود آفتابم　　٢ح - چو نومید است با ایں حسن　　٣ح - که چین و روم

کسی کز بوسه کردم دلنوازش | بنوکِ غمزه دانم کشت بازش
چو نرگس را طریقِ ناز بخشم | برم صد جان و از لب باز بخشم
بنا گوشم نگر چون دامن گل | زرُویم[1] خونِ گل بر گردنِ گل
مرا زیبد بدین صنعِ الٰهی | که بر خوبان کنم صاحب کلاهی
رسد طاوس را[2] در شهرِ دُرّاج | که از دُم چتر سازد بر سرِ تاج
مکن خورشید را همخانِ مهتاب | که باهم در نسازد آتش و آب
چو من با سوز خود سازم[3] درین نام | بیفتد مرغ آتش خواره در دام
نه سرو بوستانست این تن پاک | که آلوده شود پایش[4] بخاک
من آن سروم که در دل ساختم جای | که سرو باغ را در گل بود پای
نظر هر لحظه در من کرد نتوان | مفرّح را بسیری خورد نتوان

پاسخ خسرو به دلبر پرکار شیرین گلعذار

چو خسرو دید کان آهوی سرمست | نخواهد داد شیرِ شرزه را دست
چو لب با هزاران عذر چون قند | کشاد و کرد[5] شیرین را زبان بند
که ای داروی چشمم خاکِ کویت | دلم دیوانهٔ زنجیرِ مویت
ولایت دارِ حسنت بیم و امید | بر آتش پوش رویت ماه و خورشید

---

1. ح - بریزم خون گل در دامن گل 2. ح - در پیشش 3. ح - بدین 4. ح - آتش 5. ق - بر شیرین

خیالت کرده با جان آشنائی | جمالت چشم جان را روشنائی
ز رخسار تو چشم باد پُر نور | وزان رخسار زیبا چشمِ بد دور
بگویم چون پری از من نهانی | که جان باشد پری تو جانِ جانی
ترا گر آشنائی صد زبان بود | اگر بیگانه گشتی جای آن بود
منم کز آستانت سر نتابم | وگر تیغم زنی سر بر نتابم
سرم گر میرود[1] در بی گناهی | پذیرفتم بهر نوعی که خواهی
همی کن هر چه خواهی[2] در حضورم | مکن بهرِ خدا از خویش دورم
گر افتد رغبتِ کهتر نوازی | کنم بر آسمان[3] گردن فرازی
دگر سوزی[4] همی سوزیم چون عود | که نا پخته بود حلوای بی دود
مگو چندین ز سوزِ عشق با من | که از دل فرق باشد تا بدامن
غم هجران ز جان ممتحن پرس | تو معشوقی ندانی آن[5] ز من پرس
گر از من میروی چون گل ز بستان | تو از دل باز می مانی من از جان
شبی دارم درین دردِ جگرسوز | که تا روزِ قیامت نیستش روز
مگر زلفِ سیاهت گاهِ بازی | شبم را داد تعلیمِ درازی
من و شبها و جانِ محنت اندود | ز تورانی[6] تنی چون سایه دود

---

[1] ح - گرم سر می‌بری بر [2] ح - دانی [3] ق - کنم بر آستانت سرفرازی [4] ق - بسوزم گر

[5] ح - این [6] ق - ز لرزانی

نخسپم ز اوّلِ شب تا سحرگاه — گہے در زہرہ بینم گاہ در ماہ

تو[1] ئی خفتہ چو شمعِ صبح بے سوز — چہ دانی حالِ این شبہائے بے روز

درِ صبحِ امیدم بے کلید است — کہ پایانِ شبِ غم ناپدید است

ز آہِ صبحدم در ہر خراشے — خورم پوشیدہ در جان دورباشے

نہ ہر کس کو دلم[2] را گرم دارد — نہ بخشے کز غریبان شرم دارد

بخواہم ریخت خونِ خود بشمشیر — کہ شیرِ گرسنہ از جان بود سیر

ہمہ[3] روزم بہر سوئے دل مدہوش — مگر جائے ز وصفت خوش کنم گوش

ہمہ شب چشمِ حیرت بر[4] رہ باد — مگر وقتے ز بویت دل کنم شاد

من از دل دارم این غم ترکِ آرام — کہ مرغ[5] افتد ز دانہ مرغ در دام

ز تو چندین غمم بر دل نشانی — ہنوزت دوست میدارم کہ جانی

من از فرقِ تو موئے کم نخواہم — تو از پشمم کمان دوزی کلاہم

نداری[6] شرم کاے محرابِ نوشاد — کنی پائین پرستِ چند را یاد

گرفتم خود کہ ماہِ آسمانم[7] — نہ آخر خاک روبِ آستانم

چو تو غمزہ زنی زان[8] نرگسِ مست — ز تو یک تیر و ز ایشان شصت در دست

کبوتر خوش پرید[9] و بر سرِ تیلی — ولے شاہینش زیر آرد بسیلی

---

[1] ح۔ تو ای خفتہ چو شمعِ مردہ [2] ح۔ سرم را [3] ق۔ نہادہ دائما دل بر رہِ ہوش [4] ح۔ در

[5] ح۔ کہ مرغ از دانہ بے غم شد نہ از دام [6] ق۔ نداری شرم اے محرابِ مستان۔ کہ آری یاد بعضے بت پرستان [7] ح۔ آستانم

[8] ح۔ ازان ناوک [9] ق۔ رود بر برما

بباری گاہِ کبکاں گاہ بازی　　کلنگاں را نزیبد یا درازی

چو گیرد چشمۂ خورشام تا روم　　دراں چشمہ چو اصل کے شود بوم

چو شعلہ بتر[1] فروزد آتشِ تیز　　زخارِ خشک نتواں کرد پرہیز

مبیں آتش کہ در خس زود گیرد　　کہ گرچہ زود گیرد زود میرد

اگرچہ تاب شہوت گرم خیز است　　بیک قطرہ بمیرد گرچہ تیز است

مرا جانیست عشقت نے ہوائی　　بآساں چوں تواں از جاں جدائی

چراغِ عشق را مدت دراز است　　کہ تا[2] صبحِ قیامت سر فراز است

بزاری گو بمیت در ساز با من　　مباش از پردہ سنگ انداز با من

فسوں سازی بسے کردم بگفتار　　براں غمزہ نکرد افسون من کار

کنوں تدبیرِ کارم بردباریست　　کہ با خاماں ستیزہ خامکاریست

سفالِ خام چوں بینی بفرہنگ　　ز آبش رخنہ بیش افتد کہ از سنگ

شنبت خوش باد مگسل آشنائی[3]　　کہ دارد طاقتِ دردِ جدائی

بمجلس گر نخوانی میہمانم　　کم از خوں ریختن بر آستانم

پاسخ شیریں عیاربہ فرہاد جاں نثار

دگر بارہ نگار سرو بالا　　کشاد از لعل تر لولوے لالا

---

[1] ح - جوانی چوں برآرد　　[2] ق - کہ صبحش تا قیامت دیدہ باز است　　[3] ق - مگسل ز آشنائی

که شاها جاودان فرمان روا باش — بملک هفت کشور پادشا باش

بخسرو گفت کای چشم مرا نور — مبادا از روے خوبت چشم من دور

مبادا لب تو جوے ملک را آب — بدوران تو چشم فتنه در خواب

غمت پیوسته شیرین را بجان باد — دلت بر جان شیرین مهربان باد

مکن بازی[۱] که مهمانم بکویت — که گم شد میزبان در جست و جویت

فراگشتی ز من از مهربانی — گهت جان خواهم و گه زندگانی

دلم[۳] آتش زدی جانت چه خوانم — کبابم ساختی مهمانت چه خوانم

بدینسان منظرے کیں سر بماهست — بهشتست و مرا زندان چاهست

بدیوارش من مهجور بندی — ز خون دیده[۴] کردم نقشبندی

ترا کے خواهم[۵] اینجا میهمان کرد — بزندان میهمان را چون توان کرد

مگر یک عذر لنگم در ضمیرست — که یوسف را ز زندان ناگزیرست

من و کنج و شب تاریک و داغے — که آه من نیفروزد چراغے

چنان ماندم بکنج خانه نومید — که از سایه نه بینم روے خورشید

درین تلخی چنان شد حجرے[۷] شیرین — که می ناید مگس هم سوے شیرین

کجا جوید مگس را اندرین غار — تنیده عنکبوتانش بدیوار

درین گوشه من از بس تنگ قوتی — چو دیده[۸] در لعاب عنکبوتی

ق۔ حال ۲ق۔ گویا من ۳ق۔ تنم ۴ق خویش ۵ح۔ چون دانم ۶ق جاوید ۷ق۔ روی ۸ق بخرم اندر

دلم خون شد ازین تیمار خوردن　　درونم خسته شد زین خار خوردن

تن من استخوان شد ز آرزویت　　که سوی من سگی نامد ز کویت

کسی را دوست باید خواند[1] همدم　　که باشد همدم اندر شادی و غم

نه یار اغیار گو آنرا که در کار　　بشادی یار باشد در غم اغیار

نه توسن کاشتر خوار و حرونست　　که در جو حاضر[2] و در تنگ زبونست

غمت در من چنان گشت آتش انگیز　　که خاکستر شدم زین آتش تیز

هنوز اندر طریق عشق خامم　　که یاد آید[3] هنوز از ننگ و نامم

چه باشد تشنه را اندر جگر تاب　　خنک باشد ز بیرون ریختن آب

برون[4] عصمت که سینه پر ز سوزست　　چو غسل روزه دار اندر تموزست

مرا کز پختگی در دل بود دود　　برون مرهم نهی کی داردم سود

دلم صد پاره شد کز آه خونی　　فرو خوردم بسی تیغ درونی

کنون بین تا چه سان در هر دریغی　　ز دل بر میکشم چون برق تیغی

تو در پیش چنین شمشیر بازی　　مکن با چون منی گردن فرازی

خدنگ مستمندان را مبین نرم　　که از خورشید رخشان بگذرد گرم

بسی کوشیدم اندر پرده پوشی　　که پوشم ناله را در خموشی

دهان بر دوختم از ناوک آه　　فرو خوردم سنانهای جگر کاه

---

[1] ن ح. گفت　[2] ن ق. جلد اندر　[3] ن ق. می باید　[4] ن ق. درون عصمت که بیرون

کنون کز بیخودی شد طاقتم طاق ‏ ‏ ‏ ندارد برگ بودن جانِ مشتاق

ز دل تا چند جوشم چون خمِ مل ‏ ‏ ‏ برون خواهم فتاد از پرده چون گل

گرفتارم بدستِ این دلِ زار ‏ ‏ ‏ مبادا کس بدستِ دل گرفتار

ترا کاگاهی از خود نیست دمے ‏ ‏ ‏ ز حالِ من خبر کے باشدت کے

دلِ آسوده نشناسد که غم چیست ‏ ‏ ‏ ستم نادیده کے داند[2] ستم چیست

تو خوش خوش[3] میخوری عیشِ ابد را ‏ ‏ ‏ خورم من هم ولیکن خونِ خود را

مرا در مے کباب از پهلوی خویش ‏ ‏ ‏ که بهرِ چون توے سوزم دلِ ریش

ترا باشد سماع از پردهٔ تار[4] ‏ ‏ ‏ مرا هم هست لیک از پردهٔ[5] راز

چرا افتاد دستے نومیدم از خویش ‏ ‏ ‏ که ببریده است قفلِ امیدم از خویش

هنوزم رخ چو برگِ یاسمین ست ‏ ‏ ‏ هنوزم سرو بالا نازنین ست

هنوزم گیسوان شوریده کارند ‏ ‏ ‏ هنوزم آهوان مردم شکارند

هنوزم سیبِ سیمین نارسیده ست ‏ ‏ ‏ هنوزم درجِ لؤلوے کلیدست

هنوز از لب سرِ خونریز دارم ‏ ‏ ‏ هنوز از غمزه پیکان تیز دارم

هنوز اندر سرم صد گونه نازست ‏ ‏ ‏ هنوز افسانهٔ زلفم درازست

نه زلفست اینکه از آفت نشانست ‏ ‏ ‏ کمندِ گردنِ گردن کشانست

چو زنبیان گردنے گردی کمندم ‏ ‏ ‏ بآزادی رواز من تا نه بندم

---

[1] ق - تن این ‏ ‏ [2] ح - که غم ‏ ‏ [3] ق - تو خوش خوش مے ‏ ‏ [4] ح تار ‏ ‏ [5] ح ناله زار

پاسخ خسرو پرویز به شیرین شکرریز

جوابش داد شمع تاجداران — که ای چشم و چراغ گلعذاران

ز تو هر تار مو جان را کمندی — ز مویت هر خمی در سینه بندی

همه ساله چو بخت خود جوان باش — همیشه همچو دولت کامران باش

مبادا چشم بد را با رخت کار — ز گلزار رخت در چشم بد کار

بمی خوردن مزن طعن خرابی — که خونها می خورم از بهر خوابی[1]

ز بیخوابی چو گردم مست و بیتاب — کنم زین نوش دارو داروی خواب

نه خواب از بهر راحت خواست آن کس — که بهر دیدنی دیدار تو بس

چنان از دیدنت در خواب مستم — که از نادیدن رویت برستم

درین غم زان دمادم باده رانم — که چون بیخود شوم غم را[2] ندانم

بلی آنکس که نیشی بایدش خورد — دهند افیون که نبود آگه از درد

همه عیبم بمستی می نمائی — نگوئی[3] که دیوانه چرائی

ز جام باده می بینی خمارم — خرابی می نه بینی کز تو دارم

زمی گر جرعهٔ در کام کردم — ز تو طوفان[4] خون آشام کردم

ازان جرعه چه می پرسی که چونست — درین طوفان تماشا کن که خونست

---

۱ ق - آسیبی ۲ ح - خود را ۳ ب - نمی گوئی ۴ ح - ز طوفان خون خود

نه من می نوشم از عشرت شرابے — که بر سوزِ جگر هم میزنم آبے

ولیکن دوزخے زینگونه پُرتاب — کُجا کُشته شود از قطرهٔ آب

چه یاد آرم ز تو کز خود خرابم — روان از سر فرود آید شرابم

منم هر روز و این اشکِ جگرسوز — تو پنداری که من مستم شب و روز

بلے آنکس که او سرمست ماند — همه کس را چو خود سرمست داند

من از یادِ تو هر ساعت بحالے — ترا در کارِ من هر دم خیالے

بلے اندر حقِ یارانِ جانی — عجب نبود ز خوبان بدگمانی

بتان را با کسے کافزونست یاری — بر او افزون بود نا استواری

توی آن شیرگیر اندر تگِ خویش — بس آهو گیر گشتی[ل] از سگِ خویش

مریز اندر سرم جوشِ جوانی — ببخشایم بهر نوعے که دانی

ستانی جان و هم نبود مرادت[ٹ] — دهنده زین زیان صبرے دهادت

دلم پُرآتش و دیده پُر از آب — میانِ آب و آتش چون کنم خواب

ترا گر داد ایزد خوب روئی — مرا خود کشته دیگر چه گوئی

تو خود آگه نهٔ ز اندازهٔ خویش — بپرس از جانِ بے آوازهٔ خویش

چه آگه ذوق خود را شکر و شیر — شناسد آنکه باشد چاشنی گیر

تو دانی وصفِ خود کردن بیانی — ولے چون من که می سوزم ندانی

ل؎ ح ـ گردی　　ٹ؎ ح ـ سیری

نمک را در زبان لذت مبین بیش   بپرس آنرا که همی زنیش بر ریش

زمن پرس آفت بینائی خویش   که کردم در سرت بینائی خویش

گره زد طالع اندر کار بختم   ندانم بر چه طالع زاد بختم

مرا کین روز غم تاریک فامست   بزلف و خالِ شب فامِ تو دامست

نه خالِ عارضی دارد جبالت   که هم با تو زمادر زاد خالت

تو خوے فتنه از بیداد داری   کز نینیان خال مادر زاد داری

ازان شد روسیاه این خالِ خونخوار   که خالِ تست و دارد با لبت کار

ندانم تا چه خوانم مذهبت را   که خالت[1] هم همی گیرد لبت را

من آیم بر درت ناخوانده هر بار   بسانِ گوسفندانِ علف خوار

تو بے رحمت ز چشم فتنه انگیز   کشی خنجر چو قصّابانِ خونریز

بلے بز را چو آید آخریں خواب   بپائے خود رود در کوئے قصّاب

کنوں گشتم ز جاں تسلیم رایت   بکن هر چه اندراں باشد رضایت

مبیں سِشاهم که خاکِ آستانم   مکن با خود برابر داستانم

اگر گل چرب تر باشد ز روغن   که گیرد خاکِ تیره جای روغن

ولے گل خواره کش غیرت بدل نے   ز روغن توبه نتواند ز گل نه

مرا کیں مردمی از چشم تو رست   برادر خواندهٔ خاکِ درِ تست

---

[1] ن رح - که خالے هم تنے گیرد

چنانم رو مکن زین خاک پُر نور | کہ خوبت نراز یکدیگر گیتی دور
مشو بیگانہ چوں دو چشم بد کیش | بیاموز آشتی از دو لب خویش
چو گرد و سر دو لب با ہم یگانہ | نفس ہم در نگنجد در میانہ
دو دیدہ در جوار ہم نشیند | کہ ہرگز روے یکدیگر نہ بیند

جواب شیریں بہ خسرو پرویز

دگر بارہ کشاد آں سرو گلرنگ | چو از تنگ نبات آں غنچۂ تنگ
اجازت داد لب را شہد ریزی | صدف را شغل مروارید ریزی
دعا را با عبارت داد پیوند | کہ بادا تا ابد گیتی خداوند
زدہ رایاتِ تو بر آسماں کوس | درت را دولت و بخت آستاں بوس
سرے کو تافت گردن از دولت | دو الک با دفتر اک جلالت
کنی چوں انگبینِ تلخ را نوش | چو شیریں ساقی ات بادت در آغوش
تمنائے شہ ار کہتر نواز ست | کنیزاں را چہ جاے سرفراز ست
اگر مہماں فرود آئی بہ رہ اینک | دگر خونریزیم بسم اللہ اینک
نہ یک جاں گر صد و گر صد ہزار ست | چو تو خواہی مرا باآں چہ کار ست
بہر جان و امانم دہ زد اغے | دریں ویرانہ گو کم گیر زاغے

لہ ق ۔ کند   لہ ح ۔ سر تنگ نبات از غنچۂ تنگ

ترا صد نافه در مشکوی بر مشک | چه میخواهی ازین یک هیزم خشک
گر آن دولت نداد این بخت چون شال | که در گنجم بسلک سفته گوشال
توانم این که بر بام سرائے | مه تو بینم و گویم دعائے
ازان بالاتر آمد ماه منظور | که هر کس را رسد نزدیکی و دور
مرا این دولتے بود آسمانی | که کردی بر سرم دولت فشانی
ترا چون تو سرے باید فلک سای | که تعظیم ترا خاکی کشد پاے
چه برخیزد ز من جز باد سرے | که افشاند ز دامان تو گردے
چه در خورد تو این زندانِ پر شور | کجا گنجد سلیمان در بنِ مور
گر افشانم هزاران کان گنجت | نباشد دست مزد پاے رنجت
مگر از دیده همچون شرمسارے | کنم هر لحظه در پایت نثارے
اگر میدارد از تو بخت دورم | چه پنداری که از رویت صبورم
بجانِ تو که جانم بے قرار است | شبم سالے و سالم روزگار است
ز عشقِ پاے بوست آن چنانم | که در لب معتکف گشتست جانم
ولے زاختر هنوزم جنگ باقیست | که این ناموس نام و ننگ باقیست
دبد هر دم بگوشم عقل هموار | کزین آلودگی دامن نگهدار

ن ح - توانم   ن ق - وهم نزدیکی از دور   ن ق - ز چون من

ن ح - از در دور   ن گشتم   ن ق بجان سوگند هر جانم قرار است   ن ح - ره دار

دگر رہ گویدم حبانِ ہوائی — کہ عشقست آخر این نہ پارسائی

مبادا عشق و تقوی باہم افتد — کہ بامے پارسائیہا کم افتد

دلم خون شد ز جوشش چند جوشم — بخاشاک آتشی را چند پوشم

بعصمت با تو نتوان زد پر و بال — کہ تیہو نازکست و چیرہ قتّال

چو مرغابی کند رغبت بہ پرواز — بدشواری جہد از چنگلِ باز

ور آلودہ شود این دامنِ پاک — بہ بیرد آب رویم جملہ بر خاک

مبادا گر دل از من ننگ ابرد — بزرگانِ مرا گوہر کند خرد

بنامِ نیک باید کام جستن — کز آبِ روے نتوان دست شستن

چہ خوش گفت آن گلابی با گلستان — کہ گل بستان و آبِ روے مستان

مبین مقنع کہ آخر پادشاہم — بہر موئیست پنہان صد کلاہم

ز ہمت با کواکب ہمعنانم — بہ رتبت با فلک ہم داستانم

ستارہ گرچہ در گوہر بلندست — ولے بر آتشِ رویم سپندست

بگردون آنکہ از سبزی نشانست — ہر سبزم بگردون سوز ازانست

اگر در لعبِ میدان آیدم رائے — بیک ناوک ربایم صد دل از جائے

پلنگ آسا کشم چون گور در زیر — کلہ ہمچون زن از ناخن کند شیر

کلاہم از خوے شاہانست در موے — زخونِ غازیانم غازہ بر روے

ح - کلاہم از خوے

چو شیر بادہ کرد از زلف زنجیر ‏ ‏ ‏ ‏ کند گلگونہ لب از خونِ نخچیر

بمجلس ہر گل از من بوستانیست ‏ ‏ ‏ ‏ در آیم در وغا ہر مو سنانیست

نہ خسرو گر چہ نخچیر و بود یار ‏ ‏ ‏ ‏ تنا ہم گر بشمشیر او فتد کار

فشانم خونِ تر چوں قطرہ میغ ‏ ‏ ‏ ‏ ولیکن کے کشم بر دوستاں تیغ

بجز تو ہر کہ باشد گو بیا پیش ‏ ‏ ‏ ‏ کہ تا در پائے خود بیند سرِ خویش

بیک ار ہست خصمِ کوہ بنیاد ‏ ‏ ‏ ‏ بگو تا زاں دہم ہر ذرّہ برباد

ہراں کارے کہ باشد بر تو دشوار ‏ ‏ ‏ ‏ حوالت کن بمن ایمن شو از کار

ز تو در آئینہ نظّارہ کردن ‏ ‏ ‏ ‏ ز من سدِّ سکندر پارہ کردن

چو باشد کار فرہادِ دلِ شیر ‏ ‏ ‏ ‏ تواند کرد سوزن کارِ شمشیر

مرا عشقت چنیں کردست بی زور ‏ ‏ ‏ ‏ کہ شیرم بر و بیت با ہمہ شور

وگرنہ من بحسن آں آفتابم ‏ ‏ ‏ ‏ کہ نتواند فلک دیدن بخوابم

بداں رنگو نہ ہم خورشید راپست ‏ ‏ ‏ ‏ کزاں چشمہ نشوید ہر کسے دست

سرِ خود گیر کیں در پائے گیرست ‏ ‏ ‏ ‏ کہ افسونت نہ با ما جائے گیرست

بگفت این و کشید از دل یکے آہ ‏ ‏ ‏ ‏ کہ آتش در گرفت اندر دلِ شاہ

ن ح ۔ فشانم بر تو نیز ایں قطرہ چوں میغ

فرود آمدنِ شیریں از بامِ قصر و خسرو را بقصر در بر آوردن

چو خسرو پاسخِ دلدار[1] بشنید
بگوشِ خود حدیثِ[2] یار بشنید

فرود آمد ز چشمش سیلِ اندوه
چو بارانِ بهاری بر سرِ کوه

کنیزے شد صنم را تنگدل کرد
که ابر از گریه دریا را خجل کرد

شکرلب چوں شنید ایں داستاں را
شکیبائی نماند آں دلستاں را

خرد را خواست تا خود[3] پاے دارد
بمستوری قدم بر جاے دارد

بسے کوشید جانِ مستمندش
نیامد پند با دل سودمندش

چو بے طاقت شد از تیمار خوردن
وزاں صبرے نه بر هنگام[4] کردن

دل از عقلِ خیال اندیش برداشت
حجابِ نام و ننگ از پیش برداشت

ز بے صبری دوید از پرده[5] بیروں
حیا را مقنع از سر کرده بیروں

چو آمد پیش آں آزردهٔ خویش
پشیماں از خود و از کردهٔ خویش

نیازی پاے شه بوسید غمناک
چو آب از چشم می[6] غلطید در خاک

چو شه[7] آں دید دودش در سر افتاد
ز پشتِ زیں چو مدهوشاں در افتاد

---

۱ ح - دلخواه   ۲ ح - زشیریں آه   ۳ ح - باخود   ۴ ق - هنجار

۵ ح - برده   ۶ ح خود   ۷ ح زبس دوراں که او را بر سر

فتاده هر دو تن تا دیر ماندند — بدل تشنه بدیده سیر ماندند
چو باز آمد ز صفرا هر دو را هوش — صنم برخاست با صد عذر چون نوش
بخواهش دست زد در دامن شاه — بقصرش برد خالی کرد خرگاه
نشاندش بر سریر گوهر آمود — زمیں را کرد از لب شکر آلود
نماز شام بود و شمع در تاب — که آں خورشید شد مهمان مهتاب
شب از گیسو جهاں را سایه کرده — ستاره ماه را پیرایه کرده
چه خوش باشد به نوروز جوانی — شب وصل و شراب ارغوانی
بآئیں بزمگاهے ساز کردند — کزاں فردوس در باز کردند
ز بوے خوش که سر بر ماه میزد — صبا را وقت رفتن راه میزد
نسیم از سوز شیریں گرد میرفت — سپند آسا بر آتش پائے میکوفت
ز سوے شاه چندے محرم راز — دروں خواندند با صد پوزش و ناز
در آمد باربد طنبور در دست — پیاله نوش کرد و شاد بنشست
وزاں جانب نکیسای خوش آهنگ — بخارید از سر ناخن رگ چنگ
نوائے میزدند آں دو نوا سنج — که جاں از تن فرو میرفت بی رنج
ز زخمه باربد گشت ارغنوں ساز — غم دیرینه را برداشت آواز
چناں کز صبر کرد اندیشه را طاق — فرو خواند ایں غزل بر رسم عشاق

---

۱ ن ح - درگاه   ۲ ق ح گاه   ۳ ق رفے   ۴ ن ق - زبیرون نیز   ۵ ق ق - هر دو استاد - ۶ ن ق - که جاں بر دانستی هر لحظه رنج

غزل سرائے باربد از زبانِ خسرو

چہ فرخ ساعتے باشد ز تقدیر   دو عاشق را کشند[1] باہم بتدبیر

گہے خوش خوش بشادی جام گیرند   گہے در بزم[2] وصل آرام گیرند

گہے بر سرو و سنبل دست مالند   گہے افسانۂ ہجراں سگالند

گہ از لبہا نصیبِ جاں رُبایند   گہ از دلہا غبارِ غم زدایند

کسے کیں گنج است[3] بخشش ز آبیست   کلیدِ دولتش در آستین است

اگر جمعیتے داری زیاراں   فرو مگذار شکرِ حق گذاراں

کہ گردوں گرچہ چندیں دیدہ دارد   دو مردم[4] را قریں دیدن نیارد

دو تن کز چرخ دایم در امانند   مگر چوں زاد یا خود فرقدانند

شرف زاں می کند مہ از ثریا   کہ او جمعیتے دارد مہیا

بنات النعش کافتاد از روش دور   پراگندست از آں ماند[5] بے نور

ببیں چند انجم آرد چرخ باہم   کہ تا یکجا دو تن[6] آرد فراہم

دو رو تے کز غلط کامی بر آید   فریب آسماں خوردن نشاید

اگر خواہی کہ چندے زندہ مانی   مخور با ہیچ دشمن دوستگانی

---

۱ ح ۔ گند   ۲ ح ۔ یکجا بود   ۳ ق ۔ کو خواب   ۴ ق ۔ دو تن باہم

۵ ح ۔ کافتاد   ۶ ح ۔ دو دل گردد

لبا شربت کہ خوش دارد دہانت — چو خوردی باشد[1] آں آسیب جانت

تو کوشش کن کہ صحبت جمع ماند — زمانہ خود پراگندن تواند

پس از عمرے بود پیوند خویشاں — شود صد جمع در یکدم پریشاں

شود گر[2] کشتی بچندیں روز موجود — بیک زخم تبر ہیزم شود زود

درختے کش زمیں صد سال پرورد — برآرد باد ازاں در یکزماں گرد

جہاں با دست و مردم خاک بیباک — بہ با دانند فراہم کے شود خاک

رخ پیمانہ گر زندی فسانہ است — کلوخ انداز گنجشکانِ خانہ است

چو مرغاں را بہار آرد بہم تنگ — بپارد ابرِ نوروز از ہوا سنگ

چرا گل بست با برگ بر دوش — قفائے[3] برگ ریزش در بنا گوش

غنیمت داشت باید روزگارے — کہ پیوند وفا یابی بیارے

قران سعد چرخ آنرا قرینست — کہ یار دلپذیرش ہمنشین ست

حریفے کش نہ با رغبت نشستست — بود عفریت اگر حورِ بہشتست

کسے کز دل نباشد سوے تو روش[4] — ز دل پیش از نظر گردد فراموش

بیا اے دیر یاب و زود پرہیز — چو شربت دادیم تلخی مینگیز

تو آں گنجی کہ در جانِ[5] خرابی — چو گنج مفلساں زاں دیر یابی[6]

---

[1] ح ۔ دست شویاندر [2] ح ۔ کند کرسی بہاے تیشہ [3] ق جفاے برگ ریزش در بن گوش

[4] ح ۔ او ہوشش [5] ق ۔ جان و جہانی [6] ق ۔ بانی

دلم گز تو نسیم یاسمیں یافت   مگس گوئی کہ بوے انگبیں یافت

چہ رانی چوں مگس از انگبینم   کہ گر تیغم زنی دامن نچینم

مکن پیچ و تابم اے ترک کماں گیر   کہ بستاں خرّمست و خانہ دلگیر

کسے کو را بود زینگونہ روے   چرا گوید حدیث رنگ و بوے

مرا کنجے کہ در پہلوت نشینم   بہ از باغے کہ بے روئے تو بینم

چو مرغ آمیختۂ با مردم ز دانہ   قفس جوید بجاے آشیانہ

بہشت و بوستاں بے دوست زشتست   بجاے دوستاں زنداں بہشتست

من و جام مے و زلف دوتا ہست   بہشت و باغ من روئے چو ماہست

چو من زاں روے گلرنگ شدم شاد   رہا کن سرخ گل را تا برد باد

چو آمد در کنارم سرو گلروے   گماں گو ہیچ سروے بر لبِ جوے

چو دستِ یار بد زیں نغمہ تر گشت   زمیں پر قند و مجلس پر شکر گشت

ترانۂ نکیسا از زبانِ شیریں

نکیسا خود فسون جاں زبر داشت   بآہنگ حجاز ایں نکتہ برداشت

چہ روز ست اینکہ بختم سازگارست   بدستم بادۂ و مہ در کنارست

شگوفہ می کند شاخِ جوانی   خضر میبرد آبِ زندگانی

ل ق۔ آموخت   ل ق میم بردست و یارم در کنارست

بهر سو ارغنونِ عیش در ساز　　بهر جانب درے از خرمی باز
خمارِ شوق با مے میشود یار[1]　　سرودِ عشق در جاں میکند کار
شبم را دیو فتنه مست خوابست　　چراغم را زباں بر آفتابست
زمانه جبههٔ شادی کشاده　　غم از دل رخت در صحرا نهاده
صراحی باز کرده چشمهٔ نور　　براتِ سلسبیل آورده از حور[2]
نه بزمست اینکه بویش جان سرشتست　　که نزهت خانهٔ هشتم بهشتست
مگر رضواں که شد مهمانِ ما دوش　　کلیدِ خانه کرد اینجا فراموش
مگر حوراں صدائے ما شنیدند　　که پرساں کو بکو اینجا رسیدند
مگر مژده بجیب ست آسماں را　　که می بوسد بتعظیم آستاں را
مگر بارانِ رحمت دُرفشاں گشت　　که موجِ عشرت از آفاق بگذشت
مگر سیل آمد از دریائے مقصود　　که شد پائے حریفاں گوهر آلود
مگر ابرِ وفا بر شد بخورشید　　که از سر تازه شد گلزارِ امید
مگر دولت صبا را یافت رهبر　　که ناخوانده درون می آید از در
مگر باغِ سعادت غنچه بکشاد　　که بوے آشنائی می دهد باد
درا اے ساقیٔ خورشید پایه　　بفرقِ دوستاں انداز سایه
بنوشانوش فرخ کن زماں را　　صلائے خوشدلی در ده جهاں را

---

[1] ق۔ شراب و شوق باهم　　[2] ق۔ از در

روا کن شربتے کز بزمِ شادی ‏ ‏ ‏ ‏ فرو شوید غبارِ نامرادی

چناں زن موجِ عیش از جوی جلّاب ‏ ‏ ‏ ‏ کہ کشتی بشکند غم را بگرداب

رسید آں میہماں کز من جدا بود ‏ ‏ ‏ ‏ دلم در دیدہ و در بزم آشنا بود

سحرگہ خفتہ بودم نیم ہشیار ‏ ‏ ‏ ‏ کہ باواز آبِ چشمم[۱] کرد بیدار

نسیمِ گل کہ در بالینِ من خفت ‏ ‏ ‏ ‏ غبارِ صندل از گیسوے[۲] من رفت

رسید از مہر بارانے ببویم ‏ ‏ ‏ ‏ ز خونِ[۳] آشنائی شست رویم

ز بے خوابیِ گرانم صبح تا شام ‏ ‏ ‏ ‏ کہ از خوابم گراں گشتست اندام

مجنباں ہر دمے بادِ آستینم ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ژولیدہ است برگِ یاسمینم

چہ ابو ہیبت دورِ[۴] دولت از پیش ‏ ‏ ‏ ‏ کہ تا بینم بمقصودِ دل خویش

و ہم دل طعمۂ زاغِ کمانش ‏ ‏ ‏ ‏ بخونِ دل کنم رنگیں عنانش

بدیدن نیست سیر ایں جان پر جوش ‏ ‏ ‏ ‏ بہر دم تشنہ و دریا در آغوش

تو در خواب آمدی یا خود خیالست ‏ ‏ ‏ ‏ کہ در بیداری ایں دولت محالست

توئی بارشے[۵] نمی گردد یقینم ‏ ‏ ‏ ‏ بعالم دیدہ و انگہ در تو بینم

اگر جانست گو پیوند[۶] جانست ‏ ‏ ‏ ‏ گواہی میدہد دل کیں ہمانست

مرا با یار خود خوش می برد خواب ‏ ‏ ‏ ‏ بہ بندے ابر تیرہ چشمِ مہتاب

---

۱ ح - حسرت ‏ ‏ ۲ ق - بازوے ‏ ‏ ۳ ح - زخوے ‏ ‏ ۴ ق - دوراے دولت

۵ ق - یاربا کہ میگردد ‏ ‏ ۶ ق - اگر

بگوای پاسبان با صبح گہ خیز | کہ عشقہ باز در دریا فرو ریز
بگوای زہرہ گردوں را بتجیل | کہ پیش چشم بد شو پردۂ نیل
کسے را کز وصال دوست روزیست[1] | ہمہ عمرش نشاط و دلفروزیست
کسے کز خوبرویاں بہرہ مندست | اگر در پاے شاں عمرش بلندست
نہ دولتمندی از تاج و نگین ست | زخوباں روزی اینک دولت اینست
رخ خوب و مے لعل و جوانی | چو این بود چہ باشد زندگانی
نکیسا چوں زد ایں راہ رواں را | بتاراج از حریفاں برد جاں را
نواے باربد جاں دگر داد | خراب عشق را مستی ز سر داد
بداں ساں[2] ایں غزل زد راہ شیریں | کہ آتش زد بخرمن زاہ شیریں

نغمہ باربد بزبان خسرو پرویز

زہے روشن چو نور صبحگاہی | فروغ رویت از مہ تا بماہی
غمت چشمہ کشاے اشک گلرنگ | وصالت چارہ ساز سینۂ تنگ
بیک کنج لبت پنہاں دل زار | بکنج دیگرش صد جان افگار[3]
کند چوں باد زاں زلف سمن سا | صبا بر روے گل ترساں نہد پاے
مکن زنجیر مشکیں را گرہ گیر | کہ نتواں داشت دل در تن بزنجیر

---

1. کسے کو را وصال یار 2. بداں ساں ایں غزل زد درہ تیز کہ آتش زد بشیرین وبہ پرویز 3. گرفتار

کسے کش دل بزنجیرِ چپا نیست | اگر دیوانہ گردد جائے آنست
تو در خوابی و خون خلق بیدار | مکن گردن بہ چندیں[1] خوں گرانبار
حریفت بس کہ بیداری نداند | ورت در خواب بیند خفتہ[2] ماند
مرا از نالہ شد کام و زباں ریش | فراغت ہم برآں خونریزی خویش
بگاہ حملۂ گرگِ تیز دنداں | نترسد از نفیر گوسفنداں
اگر دستم دہد دورانِ افلاک | نخواہم شد مگر پیشِ ورت خاک
بآہِ عاشقانِ ناشکیبت | بناز و غمزۂ جادو فریبت
بداں برقع کہ پوشد ماہ در میغ | بداں نرگس کہ بر جانم زند تیغ
بداں شکر فشاں قندِ نمک سود | کزاں[3] گردد عبارت شکر آلود
بداں بالائے ہمچوں سروِ آزاد | کہ پیشش بندہ شد نسرین و شمشاد
بداں موئے پریشاں گاہِ مستی | کہ فتوی میدہد بر بت پرستی
کہ یکدم زیر پایت جانفشانی[4] | بہ از صد سال بے تو زندگانی[5]
رخت چوں شمع میسوزد نہانم | کزاں خورشید روشن باد جانم
چو نوشی بادہ و لب را کنی پاک | بیفشاں جرعۂ آخر بریں خاک
دگر ندہی[6] مے زاں جامِ لب گیر | کم از بوے بدستِ بادِ شبگیر
اگر دولت نداد ایں احترامم | کہ رنجانی زبانِ خود بنامم

---

[1] - بچوں کس گرفتار [2] تشنہ [3] کزو [4] - فشانم [5] زندہ مانم [6] درم

دعایت را کہ گویم صبح تا شام | مرا آخر زبانے ہست در کام
مشو بیگانہ کاخر آشنا ئیم | بہ دشنامے ہمیں ارزد دعائیم
ازاں گاہے کہ بازارِ تو شد تیز | نبود از مشتری جز مہ درم ریز
فرو شد چشمہ خور در غورِ شرم | کہ داری روز بازارے چنیں گرم
دریغا زاں جہاں دکانِ پر قند | خریداراں بچشم از دور خورسند
مروّت چوں بگیرد آستینت | کہ بنشیند مگس بر انگبینت
دراں رشتہ کہ نرخِ جاں بشیر ست | چو من خالی نگہ کن تا چہ چیز ست
نہ پندارم کہ ہم باشد بجا نت | چو من کاسد متاعے در دکانت
ندارد قیمتے سوزاں دلم و لے | کہ آتش رائگاں باشد ہمہ جائے
ندارد بیش ازیں حاجت وجودم | کہ در خدمت قبول افتد سجودم
کنم گر خدمتت صد سال و بل دیر | بوم صد پایہ از پائیں گہت زیر
کند چوں پیشہ استقبالِ صرصر | بود اول قدم صد گام پس تر
چہ باید خس فشاندن در دلِ آب | کہ بیروں افگند آتش[1] بہ پرتاب
چہ باید بر ہوا افگندن آں سنگ | کہ بازش سوئے پستی باشد آہنگ
بخاکِ رہ فرو شد بے گناہے | کہ از دنبالِ چشم آخر نگاہے
گرم ندہی بجز و نزدیکی اے نور | تماشائے تو ہم آخر از دور

---

[1] ق - آتش بہر بات

اگر وصلت چراغ افروزِ عشرتست | بحمد اللہ کہ ہجراں نیز نعمتست
اگر شادی زجانم رخت بربست[2] | غمت را زندگانی باد کو ہست
باقبالِ غمت زاں گونہ شادم | کہ ہیچ ایام[1] شادی نیست یادم
غمت را تا چو جاں در تن گرفتم | طرب ہائے جہاں دشمن گرفتم
ہمیشہ شاد بودن تیرہ رائیست | شکستِ دل نشانِ روشنائیست
درختِ سایہ ور گر[3] بشکند شاخ | درآید آفتاب از راہِ سوراخ
چو رودِ یار بدیں خوش ترانہ ق | پر آب زندگانی کرد خانہ
نکیسا زاں رحیقِ کوثر آگیں[4] | شرابے ریخت در جامِ نگاریں

غزل نکیسا از زبانِ شیریں

سحرگاہاں کہ نرگس مست برخاست ق ۱ | پیالہ برگرفت و مجلس آراست
نسیمِ صبح مستاں را بگلزار ۲ | بجنبانید دامن کرد بیدار
ہنوزم بود خوابِ ناز در سر ۳ | ز بوے دوستگانی مغز من تر
ز بادِ صبح میزد بوے عودم ۴ | میانِ خواب و مستی می غنودم
کہ درآغوشم آمد زاد سروے ۵ | چو طاؤسے بہمانِ تدروے
ازاں سایہ کہ دولت بر من افگند | گلم در جیب و مہ در دامن افگند

---

[1] عالم [2] از شادی کس [3] راکش [4] گوہر آئین

دران خواب خوشِ از بیداری بخت | ہما دم بر ثریا پایۂ تخت

بہارے دیدم از لطف آفریدہ | خضر ز آبِ حیاتش پروریدہ

نشاطم تازہ گرد از بادۂ ناب | خمارم را شکست از بوی جلاب

ببوسہ دل ستد جان رایگانے | بنامیزد زہے بازارگانے

چنان گرد از شرابِ بوسہ مستم | کز آن آواز خوش از جائے جستم

چو کردم چشمہائے نازنین باز | حریف خواب را دردادم آواز

بہارم خود چو گل در آستین بود | خیالِ خواب سر در آستین بود

مرا این خوابِ خوش از بخت بیدار | عجب خوابیست دور از چشم اغیار

بہ بین تا چند بیداری کشیدم | کزینسان خوابے اندر خواب دیدم

دریغست ار بدانے دورانِ قلاب | کہ نرگس[1] را بجنبانے ازین خواب

ہنوزم چشمِ بد خو میکند ناز | بیا کاین[2] چشم پر رو بیت کنم باز

چہ خوش کاریست روئے یار دیدن | گہے سنگ و گل بیجا ردیدن

بیاران صاف باید سینۂ مرد | کہ مے چون درد باشد کم توان خورد

مبین از کبرِ خوبان شکلِ و بوئے | کہ ہست آئینۂ ہندو سیہ روئے

نہ ہر کو یار شد باشد وفادار | فراوان نسبت است از یار تا یار

نہ ہر آبے کہ بو دارد گلابست | نہ ہر دُردے کہ رنگین شد شرابست

---

(۱) ح۔ کہ ہر کس را بجنبانی (۲) ق۔ ایدوست

هزاران جان فدای آشنائی
که باشد در دلش بوی وفائی

کسانی کز خرد کار آزمایند
بکار افتادگی یار آزمایند

سفال از طاسِ زر کم نیست در کار
ولی گاهِ گرو گردد پدیدار

کسی کو ز آفرینش ناتمام ست
چو دلسوزی کند مشنو که خام ست

وفا کز یار نامعلوم باشد
تکلف شد تکلف شوم باشد

بمو هم هندوان شنگرف مالند
هم آخر از سیه روی بنالند

وجودِ مردمِ فرخنده دیدار
ز بهرِ مردمی باشد پدیدار

رواجِ می بمجلس بهر مستی ست
کمان گر تیر نبود چوب دستی ست

چو بدخواه افتد یاری بهر چیز
کسی باشد سزای صحبتش نیز

زمانه دیر شد کین نسبت آراست
که کج با کج گراید راست با راست

مقامر کز عمل باشد دغاباز
برو با چون خودی کو مهره گر باز

بدان لب اینک خواهی نیست از رای
که سگ را کفش بر سر به نه در پای

ز نیکی دوستان را دوست نامست
چه باشد دوست بد دشمن کدامست

چو افتد با عوانِ بادِ شب زور
ز مارِ کز نترسد کژدمِ کور

ز پا باید که سوزن بر کشد خار
چو سوزن خار باشد گردد آزار

هزاران آفرین بر آشنائی
که نتوان یافت زو بوی وفائی

کسی را کین سعادت یار باشد
ز عمر و بخت برخوردار باشد

نکیسا چوں بدیں افسونِ دل دزد — شکیب عاشقاں را برد بے مزد

ربابِ باربد شد سحر پرداز — بزخمہ خوں چکانید از رگِ ساز

چناں کز سینہ غم را بیخ برکند — فرو گفت ایں غزل را در نہاوند

زہے حسن و جوانی از تو در ناز — غمت با جانِ من چوں عیش دمساز

غزلِ باربد از زبانِ خسرو

درت حاجتگہِ بختِ جوانم — سر زلفِ تو خلوتگاہ جانم

خیالت مردمِ چشمِ نیازم — لبت سرمایۂ عمرِ درازم

بگوئی تا کجاے خوردی امروز — کہ اے خانہ روشن کردی امروز

کہ اے خانہ گلشن شد بدیں حور — کہ اے چشم روشن شد بدیں نور

کہ اقبال داد ایں دلفروزی — کہ بخت ایں سعادت کرد روزی

اگر دانم کجا بودت گذرگاہ — بجاروبِ مژہ روبم ہمہ راہ

وگر دریابم آں نزہت گہِ پاک — بدیدہ توتیا سازم ہمہ خاک

چہ دولت مند بود ایں چشمِ روشن — کہ جانترا از خیالت کرد گلشن

چناں روے کزاں مہ زیر میغ ست — در آئینہ خیالش ہم دریغ ست

ہمیں ز آئینہ روشن صبحِ امید — کہ در آئینہ نتواں دید خورشید

ف باغ ش ح بخت وسعادت ش ق جہاں را ک ق جمالش ش ح روے

بدان[1] سختی مدار آئینه در پیش | در آب چشم من بین صورت خویش
بآئینه نگوییم این هوس را | ازان کائینه تیره[2] سازد نفس را
تو آخر رحمتی کن بر دل خویش | حجاب آئینه یکسو کن[3] از پیش
چه خواهم دید آن روی طربناک | بقا داد آب شوییم دیده را پاک
نه بینم چون تو باشی در گذرگاه | گرم خورشید پیش آید وگر ماه
چو با لعلت بمی همدست باشم | ببوی تا قیامت مست باشم
مرا این آرزو در طالع شوم | خمار بی می ست و مهر بی موم
نیاید نقش آب ارچه پذیرد | رقم بر باد خود هرگز نگیرد
جدا کن زاین فراق دیر پیوند | بشمشیر جدائی بندم از بند
نیاید هرگزت ای سرو آزاد | که روزی از فراموشان کنی یاد
غمی دارم که پایانی ندارد | تنی کز بی دلی جانی ندارد
تو کز غم فارغی در بیدلی فرد | چه دانی تا چه باشد لذت[4] درد
نه من از می ز خون دل خرابم | تو پنداری که من خود مست خوابم
چه گفت آن خربدان خر بنده حاشا | که مرگ من ترا باشد تماشا
نداری از هلاکم بیش ازین غم | که از صد بیدلت گردد یکی کم
بزی کز گرگ بستاند شبانش | غنیمت بود بی مهر جانش

---

[1] دران [2] ق. نشناسد [3] ح. نه [4] نهفت و زرد

بود بر ساربان چون شد شتر ریش | غم بار از غم جانِ شتر بیش
اگر تنگ آمدی از من بفرسایی | که تا چون عود بر آتش نهم پایی
ز مهر ار جانب بیداد گردی | بسوزم[1] تا ز بویم شاد گردی
مرا بسوز تا باشم بدان خوش | که پروانه شناسد قدر[2] آتش
جفا کن تا ز غم چون موی گردم | که گر بنوازیم بدخوی گردم
نوازش مستمندان را نسازد | زبونی[3] گوسفندان را نوازد[4]
وگر من رحمتی خواهم بزاری | تو خوی نازنینان کی گذاری
درخت ارچه آرد میوهٔ خویش | نیز زان کی گذارد شیوهٔ خویش
گل ارچه تازه روی آمد با صحاب | گلابی عاقبت خویش کند آب
چه ریزی قطره های چشم بر روز | که از طوفان فرو ننشیند این سوز
من آن شیرم که چون آیم بشمشیر | بدندان پشت دست خود کند شیر
نگرگان آهوی مشکین کمندم | بدان[5] مشکین رسن چون کرده بندم
بلی[6] چون مشکبویان عشق بازند | ز موی پیل را زنجیر سازند
اگرچه سوخت جانم آن ستمگار | هنوز ای آه من در وی نکن کار
ز مویش گرچه چون مویش دوتاهم | هنوزش تار موی کژ نخواهم

---

[1] ق - بسوزم . [2] ح - ذوق [3] ق - عودی [4] ق - نسازد

[5] ق - بزندان بی رسن چون کرده بندم [6] ق - بلی بر عشق خوبان عشق بازند

چو رود بار بد این نغمه[1] پرداخت | نکیسا ارغنونِ خویش بنواخت
ز موزونی بدان گونه که دل خواست | روان کرد این غزل در پردهٔ[2] راست

سرودِ نکیسا از زبانِ شیرین

کجائی ای دلم پژمرده بستان | نظر زین برفگن بر زیر دستان
بنور وصل روشن کن چراغم | ببوی خود معطر کن دماغم
چو می باید بتنهائی غنودن | چرا باید بعیدا دور بودن
به بیداری نشاطِ عمر دریاب | که دارد هر که بینی تکیه بر خواب
مناز ار گل هنوزت نازنین ست | که هر گل را خزانی در کمین ست
نباشد هیچ روزی بی زوالی | نه باقی ماند اندر تن جمالی
ببین کاسباب عیش از حد فزون ست | شتابِ زندگانی بین که چون ست
نه خسرو گرچه کیخسرو بود مرد | هم آخر خاک باید بسترش کرد
بزرگان را خطر بیش ست ازین نیز | که از پیلان خطا کمتر شود تیز
عقابی کان هوای کار گیرد | بط آسان و بلع دشوار گیرد
ببین مهره به پیشانی نمرود | که نیش پشه سوراخش کند زود
ببین طاوس را زیبا و رنگین | به بین مقراض در منقار شاهین

---

[1] ق- پرده
[2] نخ- راه در ره راست

جوانی چیست اندر نقش خوابے | بنامے آدمی خاکے و آبے
حصارِ گل کشد گر سر بر افلاک | بیک باراں نهد رخساره بر خاک
بیندیش آں زماں کیں خاک کمبخت | بزندانِ فراموشاں کشد رخت
کسے کز تو فراواں آورد یاد | همیں گوید که مسکیں آدمی زاد
بسا خانه کزیں دورِ کهن سوخت | نشاید رو بهی را حیله آموخت
چه حاجت گرگ را تعلیم خونریز | بس ست اُستاد کارش ناخن تیز
بداں کامے و عیش ار می توانی | که بسیارے دریں حسرت بمانی
چو میدانی که دنیا را وفا نیست | دل اندر بیوفا بستن روا نیست
وفا داراں بود کز نیک رائی | کند با بیوفایاں بیوفائی
گرانانرا گرانی بر بگردن | که نتواں کوفت آهن جز بآهن
مکن تا میتوانی اے جهاں گرد | جوانمردی بجاے ناجوانمرد
نه مردم چارپاے داں جفاسود | که با تندو بخشم و زود خشنود
خرے کافتد زریش پشت مدهوش | بمستی چوں کند سختی فراموش
مرادے کاندریں دیر هلاکست | چو آخر خاک خواهد گشت خاکست
دهد عمرار چه هر شب شادی نو | چو آخر غم بود نرزد بیک جو
اگرچه گربه بیسد پشتِ فرزند | بدنداں نیز داند پهلویش کند

۱؎ ح۔ دوستی راحیلت ۲؎ ق۔ بے جفائی ۳؎ ح۔ که باشند سخت رنج و سخت خشنود ۴؎ یکدم

جهانرا برگ دلتنگی فراخ ست — طرب نایاب و محنت شاخ شاخ ست

مرادے گر ز گیتی هست خوش باش — وگر نبود قضا را بارکش باش

حیات بے مراد از مرگ کم نیست — چو حاصل شد مراد از مرگ غم نیست

مشو زینگونه مغرور جوانی — که بنیادے ندارد زندگانی

گل آمد تازه شد فصل بهاران — شرابے نوش کن بر روے یاران

بدین شربت[1] غبار از دل رها کن — نشاط رفته را از سر جدا کن

به آن باشد که با یاران دمساز — کنیم اسباب شادی را دری باز

دو روزے کز حیات آوازه داریم — بیا تا روزگارے تازه داریم

کنیم امروز هرچه آن دلنوازست — که از ما تا بفردا ره درازست

کسے گردد درین فیروزه فیروز — که بر[2] فردا اندازد کار امروز

نکیسا[3] کین غزل بنواخت در ساز — شکیب از جان شیرین کرد پرواز

چنانش در گرفت آن نغمه دار — که گشت از خویش بے طاقت بیکبار

پیاله خواست از ساقی دران جوش — بشرط چاشنی کرد اندکے نوش

چو مے را مایه داد از لعل چون قند — فشاند از دیده در وے قطرهٔ چند

ببوسه داد خسرو را نشانی — بجا آورد شرط دوستگانی

---

[1] عشرت   [2] ح که از فردا ابد اندکار امروز

[3] ق . ملک را کین غزل بنواخت دمساز

بدو گفت از لب من این نشانیست | بنوشانوش وصلت زندگانیست
که چون فردا برآید جام جمشید | دہم جامِ مرادت با صد امید
شرابے ریزم اندر لب حلالست | دہم جاوید پیوندِ وصالست
ملک را بر لبِ آں ساغرِ جم | نمی آمد لب از شادی فراہم
کشید آں شربتِ جلّاب پرورد | دل صد پارہ را پیوند نو کرد
بدیں شادی ہمہ شب بادہ خوردند | مے رنگیں بہوسِ سادہ خوردند
دو دل کز کوبِ ہجر افگندگی داشت | بامیدِ نوازش زندگی داشت
اگر نتواں ز عمرِ دیگراں زیست | بہوے وعدۂ جاناں تواں زیست

شکر ریزی عروسی شیریں با خسرو و فرستادنِ خسرو انگشتری ملک بر رسم عہد و پیماں

چو مہ در چاردہ شب رفت در خواب | فرو پیچید گردوں نطع مہتاب
عروسِ صبح را بیدار شد بخت | عروسانہ بر آمد بر سرِ تخت
صنم فرمود کز گنجے چو دریا | کنند اسبابِ مہمانی مہیا

ن ق مژدگانیست

کمربنداں کمر بستند در کار — کشادند از متاعِ قیمتی بار

بزیور هر دو خورشیدِ پُرنور — دو منزل راست شد چون بیتِ معمور

روان شد خسرو از فرمانِ شیرین — بایوانِ دگر زایوانِ شیرین

دو جانب کله بر ایوان کشیدند — رسن در گردنِ کیوان کشیدند

مسافت گر کسے رفتے بتعجیل — میانِ هر دو ایوان بود یک میل

ز دیباها که رنگِ یاسمین داشت — بپوشیدند جیبے کان زمین داشت

ز ایوان تا بایوان کادمی رفت — همی بر آسمان نے بر زمی رفت

همه شهر از ترنم پر نوا گشت — بریشم دامِ مرغانِ هوا گشت

چنان شد غلغلِ کوسِ آسمان گیر — که شد پوشیده چنگِ زهرهٔ پیر

چو خسرو خواست کز رومی و روسی — فرستد دست پیمانِ عروسی

جریده بودش آهنگ از مداین — نبودش با خود اسباب و خزائن

ز شاهان بد یکے انگشترینش — خراجِ هفت کشور در نگینش

فرستاد آن مهِ نو را برجیس — سلیمان وار خاتم را به بلقیس

چو بر شیرین رسید آن خاتمِ چُست — شدش هم در نظاره دست و پا سُست

بحسرت گفت کائینیست در راه — عروسان را جوابِ هدیهٔ شاه

مروت چون بکم خورسند نبود — دو چنداں بارے ار ده چند نبود

چو نتوان یک بها دادن نگین را — چسان گویم دو چنداں پاسخ این را

ولے در لب مرا ہم خاتمے ہست بدستِ شہ دہم چوں بوسش دست

دہم با دو نگینش انگشترینے کہ ارزد ہر دو عالم را نگینے

چو بخشم یک نگیں را دو نگیں باز دو خاتم نیز باید کردنم ساز

دو خاتم را کہ درجش بے کلید ست کہ داند قیمتش چوں ناپدید ست

چو شاہ انگشت ساید بر نگینم شناسد قیمتِ انگشترینم

بگفت ایں و ز لبِ زیبِ نگیں داد بعزت بوسہ بر انگشتریں داد

برابر گوئیا میکرد باہم نگیں را با نگینِ خاتمِ جم

دہاں را کرد با انگشتریں جفت بشیرینی ہمی خندید و می گفت

کہ ہاں اے خاتم ایں اندازہ نیست کہ داری با دہانِ من دہاں جست

کہ آں خاتم کہ نامِ او ہلال ست رسد در خسرو و شیریں محال ست

ولے من[1] بوسمت زیں لذتِ نو کہ بوسیدی فراواں دستِ خسرو

درو[2] انگشتریں ماندہ دہن باز ز حیرت نہ سخن در وے نہ آواز

چرا حیراں نماند چوں چنیں دید کہ در خود موم و در وے انگبیں دید

چو از لب دستگاہِ مست دادش ازاں ہم در دہاں انگشت دادش

دراں انگشتریں بازی زمانے بماند[3] انگشت اندر ہر دہانے

پس آنگہ گفت تا گردد مہیا جہازے پر در و گوہر چو دریا

---

۱ ق کے   ۲ ق دراں   ۳ ق بماند انگشتہا ہم در دہانے

بیک فرمان روان شد بخت بر تخت　　جهان اندر جهان گنجینه[1] و رخت

دو استر بردعی از لعل و دُر بار　　ز در چکهائے زیور ده شتر بار

(خچر منسوب بہ بردع)

متاعِ سیم و زر ده کاروان بیش　　ملوّن تختهائے[2] جامه زان بیش

غلامِ ارمنی صد سرو آزاد　　هنوز از لاله شان نارسته شمشاد

کنیزان نیز صد سیّارهٔ نور　　بنورِ خود ز چشمِ خلق مستور

بجز من صندل و عود قماری　　بمهها نافهٔ مشکِ تتاری

ز جنسِ بادپایان صد طویله　　که صرصر گردشان دیدی بحیله

ز گوهر هر طویله چون ثریّا　　که کردے هر گهر آشام دریا

بدین ترتیب هر جلوهٔ نو　　عروسی را جهاز آمد بخسرو

عقد خسرو به شیرین

چو شب زرین جهاز افگنده بیرون　　عروسِ ماه شد بر تختِ گردون

بآئینِ شهی شاهِ فلک قدر　　سوے شبدیز شد تابنده چون بدر

نه بر شبرنگ چوگانی بر آمد　　که خورشیدِ سلیمانی بر آمد

روان گشت آن بهارِ عالم افروز　　شبِ تاریک شد روشن تر از روز

عجب کاں آفتاب تیغ زن بود　　کز انجم گرد گردش انجمن بود

---

[1] ق۔ خسروی رخت　　[2] ق۔ تختہ ہائے پختہ

بہر سو صد ہزاراں مشعلِ نور　　زدہ در خرمنِ مہ آتش از دور

طبق بر دست مروارید ریزاں　　گہر افشاں براہ افتاں و خیزاں

دراں تاراجِ دُرہای زمیں پوش　　زلت معزول گشتہ بود چاوش[1]

بدینساں چوں رسید آں شمعِ آفاق　　کہ قصرِ ماہ روشن را کند طاق

شد اندر طاق و زانو زد بر اورنگ　　ز جوشِ مہتراں شد بارگہ تنگ

ملک فرمود کاید موبدے زود　　کند پیوستہ مقصودے بمقصود

خردمندے طلب کردند ہشیار　　ز دل دریا وش و از لب گہربار

در آمد کارساز و راز پرسید　　دو یکدل را رضاہا باز پرسید

چو باد از سینہ ہای خویش برخاست　　حجابِ نام و ننگ از پیش برخاست

پس آنگہ بر طریقِ آں دو یکیش　　معین کرد کابینے ز حد بیش

چو فارغ شد دل از تعیینِ آں نقد　　فرو خواند از لطافت خطبۂ عقد

بباریدن در آمد گوہرِ دُر　　چو دریا شد تہی گاہِ زمیں پُر

رواں شد با عروسِ خویشتن شاہ　　کہ بیند جلوۂ خورشید با ماہ

چو بگذشت[2] آن و از ایوانِ پنجم　　چہ دید او آسمانے پُر ز انجم

ز ہر سو دید ماہے در نظارہ　　ز ہر برج آفتابے در حرارہ

بہشتے پُر ز حوران بہشتی　　ہمہ بر خونِ دلہا راندہ کشتی

---

[1] ق - چوب چاوش　　[2] ق - چو بگذشت از چہار انجم بہ پنجم

چو ناگه در جمالِ شاه دیدند — ز هر سوئے نثار افشاں دویدند

چو آں شیرِ ژیاں را هر غزالے — هویدا از کرشمه گوشمالے

مقابل پیشِ تختِ عرش پیکر — نشاندندش[1] فرازِ کرسیِ زر

چو بر کرسی نشست آں رشکِ جمشید — بروں آمد ز ابرِ تیره خورشید

شده مشاطگاں را دستها باز — متاعِ نیک را در داده آواز

گرفت از نورِ آں صنعِ[2] خدائی — ز مشرق تا بمغرب روشنائی

شده با ناز[3] و خوبی رونق انگیز — که کالا قیمتی بد مشتری تیز

بهر دستے که گشت از جلوه پیدا — فلک دیوانه گشت و زهره شیدا

نثار افگن[4] شده گوهر نثاراں — ستاره بر مه و خورشید باراں

صنم در موجِ آں لولوے منثور — چو خورشیدے که در باراں نهد نور

فلکش[5] در حیرتِ آں حال مانده — هلاکِ غمزهٔ قتال مانده

عروس از جلوه چوں بنشست بر تخت — شکوهِ فرق بوسی خواست از بخت

برآمد شه به تخت و شاد بنشست — همش سر بوسه زد هم پا و هم دست

چو بر رسمِ عروسی خواستگاں ماه — عروسانه چشانند[6] شربتِ شاه

شه آں شربت بخورد از انگبیں بود — لبش بوسید کاینک شربتِ ایں بود

---

[1] ق - نشانده شاه را بر [2] ق - صبح [3] ق بازار [4] ق - افشاں

[5] ح - ملک [6] ق - رساند

پس از جایش ربود و شد سبک خیز	چو شاہینے کہ کبکے را برد تیز

بجز مہا گہر بر[1] مہ فشاندش	بمہد گوہریں چوں مہ نشاندش

رواں کردش بقصرِ دولتِ خویش[2]	تجمل کرد بر گردش[3] ز حد بیش

بمنزل گاہ خویش آورد مہ را	ز انجم کرد خالی بارگہ را

چو بنشستند باہم روے در روے	ز رنج آسود جانہاے غرض جوے

شہ از بس خوشدلی رو در زمیں[4] برد	سر اندر پاے یار نازنیں برد

فرو غلطید پیشِ آں پری زاد	چو سایہ زیر پاے سرو و شمشاد

چو ایں پستی بدید آں سرو بالا	بپوزش کرد رو در شاہ والا

حمائل دادش از بازوے سیمیں	نوازش کردش از لبہاے شیریں

دو دل باہم بذوقِ[5] سینہ مائل	بدوشِ یکدگر بازو حمائل

دو مے ممزوج گشتہ در یکے جام	دو مہ جلوہ نمودہ بر یکے بام

گہے ایں کامرانی گفت و او کرد	گہے ایں دوستگانی داد و او خورد

گہ آں نشے[6] شد سوے چنگ نازاں	فرو گفتے سرودِ عشق بازاں

گہے ایں پہلوے بربط دریدے	نفیرِ دردمندی بر کشیدے

کمیت ار چہ چو آتش گرم میجست	نشد یکجو عنانِ خسرو از دست

---

[1] ق چوں	[2] ق-ہمراہش	[3] ق-سر بزیں	[4] ح-سرو آزاد

[5] ح-بشوق	[6] ق رفتی

ولیک از بوسهٔ شیریں اثر داشت | کہ چوں از بادهٔ مستی بیشتر داشت
نشاط از بذلهٔ مستانہ میکرد | پریرا ہر زماں دیوانہ میکرد

تزویج خسرو و شیریں و وصف سراپای برادرِ خواندهٔ شیریں

پری پیکر دراں عاشق نوازی | شده مست از شرابِ عشق بازی
پریشاں گشت زلفِ نیم تابش | بگردِ غمزہا می گشت خوابش
چو برگشت اندراں حالت دمے چند | خرابی عقل را بنیاد برکند[2]
ز مستی سر بزانوے ملک برد | سرِ خود را بدستِ خویش بسپرد
شکر لب مست و خواب آلوده در جوے | بجوے انگبیں ره یافتہ مے
زمانے بود چوں بلبل ببستاں | دمے بگریست از مستی چو مستاں
سرشکش گردِ زانو راه میکرد | دراں آئینہ ہر دم آه میکرد
ملک سرمست و دولت سازگارش[3] | مرادے آں چناں اندر کنارش
چو لختے لحنِ مشتاقاں سگالید | بنالید از فراق و زار نالید
ربوده بود چوں سیلِ شرابش | کہ ناگہ آمد و بربود خوابش
بہر کیں دولت کسے کو کامیاب ست | اگر زان نبودش افراسیاب ست

ق- نقل ۲ق- ح می ۳ق- بہر یارش ۴ق- ازیں

به بالین رفت چون سرو از بلندی — فسون خواب کردش چشم بندی

به خلوتگاه خود رفتند هر کس — شهنشه ماند و یار نازنین بس

ملک میداشت نور صبح را پاس — به آب اندر زده خورشید را طاس

ز سوز عشق کآتش در دل افروخت — غزل میگفت شاه و شمع می‌سوخت

ز شیرین کاری شیرین دلبند — فراوان خورده بود انگوزه قند

چو آن شب نازنین را تنگبر یافت — مکافات عمل را وقت دریافت

صنم را بود بر در خادم پیر — چو مستان دیو و چون دیوان بون گیر

ز پیری شصت تیر و سال فرسود — چو طفلان زود خشم و دیر خشنود

ازین دلتنگ روی خنده انگیز — مزاج سبزه چون نان بی پیز

بر او از پوست رگ چون چنگ بسته — دهن بی آب و دندان تنگ بسته

ز بر گفتن لعاب از لب روانش — مگس دیده فراوان در دهانش

سری چون پوستین کهنه پشمی — رخی چون قوطه مالیده پرچین

پلک سرخ و نظر بیکار مانده — پر از پیچال چشم زار مانده

بنو ازین که زر در پیچ موشیش — کدوی تلخ را مانست رویش

کسی یکدم ندیده فرق تا پای — که از خنده نماند افتاده بر جای

دو دستش تا آستین خواجگانه — چو کفشش کهنه زیر جامه خانه

نح۔ فراوان خورده بود انگوزه در قند   نح۔ آتش   نق۔ پیاده

دو ساقِ پست پاہاے فسردہ　　چو غوکِ خشک پیشِ مار مُردہ

کلاہِ کافری بر سر چو دیگے　　ز دقیانوس مانده مُرده ریگے[1]

شکم چوں بربطِ ناساز کردہ　　دو پا ہمچوں عصاے کِرم خوردہ

ببالیں گاہِ شیریں چیں افروز　　ز بیکاری مگس کشتے[2] ہمہ روز

صنم را از فراقِ روے خسرو　　شدے[3] چوں خرمنِ امید جو جو

در آندم کز طرب معزول بودے　　ز دلتنگی بدو مشغول بودے

برہنہ خفتہ اندر شب الف وار　　دو پا را لام الف کردے بدیوار

ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست　　میانِ ہر دو پایش چوں کفِ دست

چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید　　فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید

بر آں شد تاش سازد یارِ شیریں　　کند زاں کارِ شیریں کار شیریں

ببازو یا دغا بازی وفائے　　کلاغے را کند صفتِ ہمائے

گرفتش چوں عقابے کرگسے را　　ز جا بر داشت چوں دریا خسے را

ببرجِ ماہ بردآں جرمِ منحوس　　چو بوتیمار در پہلوے طاؤس

چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد　　خود از بہرِ تماشا را کمیں کرد

فتادہ بیخبر آں ہیزمِ خشک　　معطر گشتہ از بوے گل و مشک

درختے کو بود ہمسایۂ عود　　ز بویش عود گردد عاقبت زود

۱؎ ح۔ مردریگی　　۲؎ ح۔ راندے　　۳؎ ق۔ بشد

پری‌وش بیخبر زاں دیو بازی پری را کے دہد ابلیس بازی

چو چشمِ ناز بکشاد آں مہِ نو کہ گیرد فالِ نیک از روے خسرو

چو دیدہ تا طلب کردہ بلائے فراز گنج خفتہ اژدہائے

چناں جست از پرندِ خواب گاہی کہ از منقارِ بوتیمار ماہی

ازاں شب بازیٔ عفریت کاراں فغاں برداشت ہمچوں سایہ داراں

چو آوازِ پری بشنید جمشید کہ سایہ راہ زد بر نورِ خورشید

دوید و درکنار آورد مہ را ز دیوِ جانہ خالی کرد رہ را

صنم بر خویشتن می لرزید تا دیر گہے ہیبت خنجر گاہ شمشیر

ہمی گفت ایں چہ رفت از حاضراں دور کہ چوں ظلمت نقاب افگند بر نور

ز خاشاکے کہ ماند ایں دود بر من چنیں خود را کہ یارد سود بر من

کہ بود ایں دیو چہرِ لاابالی کہ لاحول از چنیں شیطاں مثالی

ز جا برخاست آں ہمخوابۂ حور بنازد اشکنہ چوں گاوِ رنجور

سخن را زاں نشاطے داد سر جوش کہ شیریں را شد آں تلخی فراموش

دلش گرچہ از غضب در سینہ میجست کہ چوں گیرد ذنب خورشید را دست

ولیکن چوں ز رضواں بودش آں خار چہ بندد تہمتِ طاؤس بر مار

بشیرینی ز لب شکرفشاں گشت بتلخی زہر خندے کرد و بگذشت

بمے بنشست و ساغر نوش میکرد بدل چوں ساغرِ مے جوش میکرد

چو رست از شاہدِ شب شاہدِ روز دمید از چرخ صبحِ عالم افروز

نسیمِ غنچہائے صبحگاہی عبیر افشاں شد از مہ تا بماہی

بآہنگِ صبوح آں نازنیناں رواں کردند مے با ہمنشیناں

حریفاں بار در مجلس رسیدند نوا سازاں نوا ہا بر کشیدند

برآورد از سرِ آتش بم و زیر کفلگاہِ گوزن و رانِ نخچیر

ز مجمر بر ہوا شد عبیر ایں دود ہوا را کرد یکسر عنبر آلود

ازیں جانب کلہ کج کردہ پرویز بہ پیرامن قبا پوشانِ نوخیز

وز آنسو قبلۂ خورشید رویاں بپیش حلقہ زدہ زنجیر مویاں

شگفتہ نافۂ طیبت کشادہ بمشکیں مجمرے آں آہوی مادہ

گرفتہ حلقۂ گیسوے چوں شست بہر مو بذلہ موزوں ہمی بست

کہ شب چوں رفت یار دینہ چو نیست خمارِ آں مئے دوشینہ چو نیست

پری وش چوں بموزونی چناں بود کزاں ہر نکتہ پیوندِ جاں بود

بپاسخ کرد لب را شکر آلود کہ حلوا ساختن نتواں بدیں زود

مرا خود ہر چہ بود از بخت روزی بسر سبزی گذشت و دلفروزی

تو شاہد کیں نظر با خویش داری کہ روزے ایں شب اندر پیش داری

عروسی بخشمت با دلنوازی کہ ہر مرد در کنارش کرد بازی

۱؎ ع ۔ شربت

درایں[1] کشته زمن نتوان درودن | زمانه خود سزا داند نمودن
خردمنداں که در پے چشم دارند | جزاے فعل خود در چشم دارند
بسے دیدیم کنجشک ملخ گیر | که ناگاهش عقابے کرد نخچیر
تذرو ے کو زند منقار در مور | زبازِ تیره بیند عاقبت زور
بدیں گونه دراں بزم کیانی ق | لب شیریں کاری و شکر فشانی
همه روز آں دو طاؤسِ بهشتی | بجوے روان کردند کشتی

هم آغوشی خسرو و شیریں در خلوت و مثنوی

چو آمد آسماں در مشک باری | نهان شد آفتاب اندر عماری
زمانه روشنی کرد از جهاں دور | ز ظلمت داد مه را سرمهٔ نور
چو خسرو[2] مست شد با نازنیناں | بخلوت رفت از اں خلوت نشیناں
نهان[3] گشت از پئے عشرت[4] نوازی | کز آب و گل کند گل را نمازی
همی زد بر خوے مشکیں گلابے | عجب مے شست آبے هم بآبے
چو کرد از گرد صندل سر و را پاک | زبویش باد صندل سود بر خاک
صنم چوں خرمنِ گل خاست از جاے | عروسانه بیاراست آں سر و پاے
حریرِ آبگوں بر ماه بربست | بگیسو چشم بد را راه بربست

ا ق. درایں کشته زمین ۲ ح. صنم در پرده ۳ ح. چناں ۴ ح. عاشق

نوردِ پرنیاں بر گل برافگند — کشاد از درجِ زر آہنیں بند

مکلل زیورے در خوردِ شاہاں — بہائے ہر دُرے دخلِ سپاہاں

بر آں بالائے شہر آرائے پوشید — عروسانہ ز سر تا پائے پوشید ۱

زبر پوشے ز مروارید شب تاب — بدوش افگند چوں پروین بمہتاب

رخ از گلگونہ چوں گلنار تر کرد — بیک خندہ جہانے پر شکر کرد

بروں آمد چو از ابر آفتابے — موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے

دو لب باہم نگیں ہم بادہ در دست — دو چشم شوخ نے ہشیار نے مست

خمار نرگسش در فتنہ خوئی — میانِ خواب و بیداریست گوئی

بمژگاں داد بہر جاں خراشی — گہے جاں داری و گہ دور باشی

فریب غمزہ جادو زباں بند — شگاف پستۂ شیریں شکر خند

لبے از چشمۂ حیواں سرشتہ — ہلاکِ عاشقاں بر وے نوشتہ

لبے پر خندۂ شیریں مہیا — حیات افزائے مردم چوں مسیحا

زنخدانش کہ برد از مشتری تاب — بغبغب چوں گہے کافتد بگرداب

زخش را سکہ زد خالی درم وار — درم بے مہر بود و نقرہ بسیار

خوے کز روئے آں طناز میریخت — کرشمہ می چکید و ناز میریخت

بناگوشے چو برگ یاسمیں تر — برواندے از گل نازنیں تر

---

۱ درج مست　　۱ق ـ ز لب زاں　　۱ق چو گوئی کو فتد یعنہ بگرداب

دُر اندر گوش بیداری که پروش — فرو خواهد چکید از نرمهٔ گوش
دو گیسو کز رهش خاک میرُفت — فرو میریخت مشک و پاک میرُفت
ز مستی زلف او در هم شکسته — هزاراں توبه در هر خم شکسته
جهانسوزے چو خورشید جهانتاب — میانش تشنه و برهاش سیراب
بتے کز دیدنِ آں شکل و رفتار — به بستے زاهد صد ساله زنّار
چگویم زلف مشکینش که چوں بود — نه بوے مشک بود آں بوے خوں بود
بمجلس هر که حاضر می شد از پیش — دراں نظاره غائب می شد از خویش
ملک را کاں تماشا دستگه داد — بروں شد عقل و جانش در ره افتاد
اگرچه دیده روشن گشتش از حور — ولے تاریکی آوردش ازاں نور
اشارت کرد سوے کار فرماے — که از نامحرماں خالی کند جاے
پریدند آں همه مرغانِ دمساز — تدروے ماند بس در چنگل باز
دو عاشق را قرار دل برافتاد — نشاطِ کامرانی در سر افتاد
هواے دل هوس را شد عناں گیر — شکیب از سینه بیروں جست چوں تیر
گرفته دست یکدیگر چو مستاں — شدند از بزمگه سوے شبستاں
نخست آں تشنه لب خشک بے تاب — دهن از آب حیواں کرد سیراب
چو فارغ شد ز شربت هاے چوں نوش — کشید آں سرو را چوں گل در آغوش

۱؎ ق۔ میرفت نسخ۔ بہ بندد نسخ۔ بوسے

چنان در برگرفت آن قامتِ راست　　که نقشِ پرنیان از پوست برخاست

خدنگی زد بران آهوی بدرام　　که خونِ بچّه جست از نافهٔ[ت] خام

به تیزی در عقیقِ الماس میراند　　نهالی در شگافِ غنچه می‌نشاند

ز حلقه در دلِ شب تیر می‌جست　　که گلگونش بجوی شیر می‌جست

نه جوی شیر بلکه آن جوی خون بود　　روان از فرهاد پرسش کن که چون بود

رهش پر سرمه‌دانِ عاج می‌شد　　ز میلش سرمه‌دان تاراج می‌شد

همیشه با حسد پیشگان زیست　　سه یک[ث] ضرب از آن میکرد و بیست

خضر سیراب گشت اندر سیاهی　　چکید آبِ حیات از کامِ ماهی

نگشته خضر بود و شب سیاهی　　که در آبِ حیات افگند ماهی

دهانش بر دهان و دوش بر دوش　　میانش بر میان و نوش بر نوش

چنان با دو جوانی در سر آورد　　که شور از چشمهٔ شیرین بر آورد

گلی دید از بهشتش آب خورده　　ز تاراجِ خزان نادیده گردی

چو چشمه بر گشاد و غنچه بشگفت　　خرد بیدار گشت و آرزو خفت

دل از آسودگی بنشست بر جای　　صبوری را ز رفتن کند شد پای

فرو خفتند هر دو سروِ آزاد　　چو شاخِ یاسمین و برگِ شمشاد

ستاره داد چون خورشید را پشت　　بیکدم صبحِ شمعِ ماه را کشت

ت ح، نقره　　ث ح - یکے را ضرب

بیک گلبانگِ مرغِ صبحگاہی — ز خوابِ خوش برآمد مرغ و ماہی

شد از سر خواب دو سروِ روان را — ز آبِ گل بشستند ارغوان را

روان کردند شکرِ ایزدِ پاک — بزاری روئے مالیدند بر خاک

وزان پس بارِ دیگر دست بردند — عنانِ دل بدستِ جان سپردند

دگر رہ عشق را بازار شد تیز — روان شد نکتہائے رغبت انگیز

صبوحی عیش را آوازہ در داد — نویدِ نوشہائے تازہ در داد

بہ بزم بنشست خسرو با حریفان — زبان بکشاد شیرین با ظریفان

گہے سوئے بریشم گوش کردند — بہر نغمے شرابے نوش کردند

گہے از نکتہائے شکر آلود — زمین چون آسمان شد گوہر آمود

بدین گونہ ملک با آن دلارام — بپایانِ دوستگانی کرد تا شام

چو از جلوہ فرو آسود خورشید — برآمد ماہِ نو چون جامِ جمشید

دگربارہ بخلوت راہ جستند — چو دو برگِ گل از یک غنچہ رستند

برسمِ دوش باہم تا سحرگاہ — قران کردند چون خورشید با ماہ

سحرگاہان چو گل در باغ بشگفت — سمن بیدار گشت و یاسمین خفت

نواسازان نواہا ساز کردند — سرودِ عاشقی آغاز کردند

۱؎ ح برآمد بانگ ۔ ۲؎ ح ۔ عنانِ جان بدستِ دل ۳؎ چنگ ۴؎ چون

۵؎ ح ۔ گہے از رمزہائے ۶؎ ح ۔ با ۷؎ ح عاشقان

طرب را باز نوشد روز بازار | قدح خندان وابریشم در آزار
بدین گونه بعیش و کامرانی | بسر بردند خوش خوش زندگانی
همه روز از طرب سر برنکردند | تمنای دگر در سر نکردند
بسے روز از خوشی بودند شادان | نمی خفتند شب تا بامدادان
چو آمد وقت از مردن نرستند | دو روزے زیستند و رخت بستند
زمانه ایچنین بسیار رانده است | چنین افسانها بسیار خوانده است
بیا تا نطع غفلت درنوردیم | کہ با ہم چند گاہ افسانہ کردیم

بزم آرائی خسرو با حکما و حکیمانہ سوالات با ایشاں

ملک روزے بعیش و کامرانی | زمے میداد داد زندگانی
حریفان دل انگیز خردمند | زہر نوعے سخن را نکتہ پیوند
یکے گفت آنچہ دارد طبع را خوش | شراب روشنست و عیش دلکش
دگر گفتا کہ دولت زان نکوتر | کزان بالا شود ہر کو فروتر
دگر گفت ار در آخر چشم داری | نکوتر زان ہمہ پرہیزگاری
دگر گفتا کہ پرہیز ارچہ نیکوست | ولیکن علم مغز است و عمل پوست

لہ ح۔ عمر لہ ح۔ یار لہ ق۔ یکے

چو بے سرمایہ زہد خشک باشد | بسان نافۂ بے مشک باشد
اگر بوئے خوش اندر عود نبود | بمجلس بہرہ زاں جز دود نبود
سخن چوں سعیے دانش کرد پروانز | ملک برداشت از دل پردۂ راز
کہ مد تہاست کز ہر حسب حالے | ہمی پیچد اندر دل سوالے
بگویم گر خرد را سازیا بم | بجویم گر کلیدش باز یابم
بزرگ امید گفت آنجا کہ شاہ ست | زوہم بندگاں صد سالہ راہ ست
چو الہامیست از دولت خطابت | ز دانش چوں توئے گوید جوابت
ولے زانجا کہ نقد حاصل ماست | بگوییم انچہ مقدور دل ماست
ملک چوں خازن گنجینہ دریافت | طلب کرد انچہ در خاطر گذر یافت

سوال اوّل خسرو در گردشِ افلاک و جوابِ بزرگ امید

نخستیں جست راز آسمانی | کزیں پردہ بر انداز آنچہ دانی
کہ اول نہ فلک را شکل تدویر | چگونہ در وجود آمد تقدیر

جواب

جوابش داد مرد حکمت اندیش | کزینساں خواندہ ام در حکمت خویش

نذ ق کشایم

که پیدا شد ز اول عقلِ اول — پس[1] آنگه بر دو عنوان شد مسجّل

یکے در وصفے[2] وجوبِ هستی از غیب — دویم امکاں که نقدِ اوست در جیب

چو اشرف بود در آیین[3] وجوبی — ز اشرف اشرفی آمد به خوبی[4]

اگر تو نام آں اشرف ندانی — ببین تا باز گویم عقلِ ثانی

وزاں وصفے که امکاں گشت نامش — سپهرِ اول آمد در خرامش

پس از عقلِ دویم باز آمد آثار — وجوبے گشت و امکانے[5] پدیدار

وجوبش باز عقلِ سوم انگیخت — محیطِ دوم از امکاں فرو ریخت

محیطے کز زحل برتر خروشش — که خوانند از رصد ذات البروجش

ز عقلِ سومین نیز این دوئی خاست — که امکانِ وجوبی شد بهم راست

وجوبش باز عقلِ چارمین کرد — پس امکاں سومین پیکر مبین کرد

ز بالا سومین نه هفتمین بام — که تو ایوان کیوانش نهی نام

دو وصف آورد عقلِ چارمین تیز — وجوبے باز امکانے به تمییز

وجوبش باز عقلِ پنجمین ساخت — ز امکان چشم چارم یافت پرداخت

سوم از زیر و از بالا چهارم — که شد برجیس را رخشنده طارم

بصورت[6] عقلِ پنجم هم دوئی داشت — که امکان و وجوبِ معنوی داشت

---

[1] ح- چو باشی نیستی وصفش [2] ح- بروے [3] ق- آیین خوبی

[4] ق- وجوبی [5] ق- در امکان [6] ق- ضرورت

ششم عقل از وجوبش زادہ شد ہم | زامکان گشت پنجم باغ خرّم
زبالا پنجم از تہ نیز پنجم | کہ جولانگاہ مریخ ست زانجم
وجوبے داشت و امکان ششم باز | وجوبش کرد ہفتم عقل را ساز
زامکان شد ششم دولاب را دور | کہ دارد چشمۂ خورشید ازو غور
بعقلِ ہفتمیں نیز این دوئی بود | کہ امکانش وجوبی داشت موجود
وجوبش عقل ہشتم کرد پیدا | زامکان چرخ ہفتم شد ہویدا
زبالا ہفتمین و سیوم از تہ | کہ در وے زہرہ زد عشاق را رہ
بعقلِ ہشتمیں ہم بود باہم | وجوبے باز امکانے فراہم
نہم عقل از وجوبش بازشد فرض | زامکان یافت چرخ ہفتمیں عرض
زبالا ہشتم از تہ دو ہمیں دیر | کہ کلکِ تیر شد در وے سبک سیر
شد از عقلِ نہم ہم عالم راز | بامکان و وجوبے کار پرداز
دہم عقل از وجوبش خاست درحال | کہ خوانندش حکیمان عقلِ فعّال
زامکان شد نہم کاشانہ گردان | کہ مہ در وے رود چون رہ نوردان
نمود از فلک را اہل بینش | بدیں ترتیب گوہر آفرینش

ن ح ۔ امکانِ جوبی

سوال خسرو در اربعہ عناصر

دگر رہ گفت شہ کیں خود یقیں گشت — کہ نہ گردوں ترتیب ایں چنیں گشت

بگو تا ہر یکے چوں مادہ دارند — کزیں ساں صورتے آمادہ دارند

دریں گنجینہ مروارید ہا چیست — کلید گنج مروارید با کیست

کیانند ایں ہمہ اجرام والا — کہ گاہے زیر بینی گاہ بالا

جواب گفتن بزرگ امید خسرو را

جوابش داد دانائے فلک پیر — کہ در گردوں فراواں دیدہ شد تیز

بتحقیق انچہ راز آسمان ست — نہ بر ما بر ہمہ عالم نہان ست

ولے در دل تماشاہائی فکری — ز بعضے عقدہا برداشت بکری

بترتیب از فرود عقل اول — چناں شد از سطرلاب خرد حل

کہ ہر نہ چرخ نہ چرخ بسیط ست — کہ بر ہم تو بتو ہر نہ محیط ست

بہر یک جنبشے بے نقل و نقلے — شریک ہر یکے نفسے و عقلے

سراسر ہر یکے از ثقل پاکست — کہ ایں سرمایہ وصف آب و خاک ست

ز خفت نیز جنبش خود جدا نیست — کہ ایں اوصاف بادی و ہوا نیست

ق عقل — ق۔ اوصاف آب و باد — ق۔ ز جفت تیز

وجودے از موادِ طبع معصوم — کہ کس را مادۂ او نیست معلوم

چو بود چار عنصر را دراں نام — تو خوانی عنصرِ خامس بناکام

خرد را نیست روشن بیش ازیں حال — ز عقلِ اولیں تا عقلِ فعّال

وگر گوئی کہ انجم چیست در دور — بگویم چوں فرو رفتم دریں غور

بظاہر ہر چہ روشن گرد از دور — ستارہ نیست الّا پارۂ نور

وگر خواہد کسے عین الیقینش — بباید رفت بر چرخ از زمینش

ولے گفتند ہر کس از کم و بیش — نمودارے بقدرِ دانشِ خویش

یکے زیشاں گفت مانند نگینے — کہ بنشانند در انگشترینے

یکے زیشاں حیّ ناطق گفت چوں ما — کہ سیرونند ایشاں و در دلِ ما

ولے شانرا اگر حیواں نہادی — بہر سو سیرشاں باید ارادی

چو جنبش راست بی بے حیث راست — ز حیوانند لیکن شبہ برخاست

ازیں خاتم ہر نقشے کہ جُست است — ہماں کالنقش[2] بالخاتم درست است

نگینند انجم از فیروزہ خاتم — نوشتہ بر نگیں شادی و ماتم

سوال

ز نقشے کاں نگیں دارد در آثار — اثر در دہر میگردد پدیدار

ل ح۔ گراز — ل ح۔ کالنقش فی الخاتم

فلک را چوں بشرح آمد صنائع	ملک پرسیدش از حالِ طبائع
کہ چوں زافلاک روشن شد بسے چیز	بیا نے باید اندر عنصرم نیز

جواب

حکیمِ فلسفی چوں فیلسوفاں	برون[1] آورد رختِ خود ز طوفاں
کہ ایناں نیز اجرامِ بسیط اند	یکے نقطہ است وآں دیگر محیط اند
تو حکمت بیں کہ گوئی از گلِ خام	چہ ساں بر روی دریا آرد آرام
زمیں[2] کاں از ہوا جنبش گرفتست	بصد لطف اندر آغوشش گرفتست
ہوا گردِ وے است[3] گردِ آب جا خوش	مدوّر گشتہ گرداگردِ آتش
بہ نیروے اثیر[4] ارباب[5] مہرست	کہ تشبیہے زدورانِ سپہرست
ہوا کو زیرِ آتش دارد آرام	نگیرندش حکیماں عنصرِ تام
کہ گرمی سوے بالا از[6] اثیرست	کہ آتش[7] از زبرِ او گرمی پذیرست
گراز حکمت پذیری[8] در ہمہ باب	نباشد عنصرے کامل تراز آب
ازاں معنی کہ آتش گرچہ والاست	دراں گرمی ز جنبشہای بالاست
ہوا نیز ار چہ از چار آخشیج ست	چنانکش گفتہ ام ناقص مزیج ست

---

[1] ح - برآب آورد غور چار طوفان [2] ح - زمیں کاب از سہ سوء سستش [3] ق - ازتاب

[4] ق - از گزیر [5] ح - ز آب اندر فروتری بدیرست [6] ق - بہ بزیری

وگر خاکست نیز از ارجمندی — ز فیض آب دارد سربلندی

چو فرقِ آب روشن شد به تمییز — هوا را هیچ نشود از وی به یک چیز

که آب ار نیست نتوان روزها زیست — که یکدم هیچ نتوان بی هوا زیست

هر آنچه اوّلا در ترتیب ذات است — ز هفت آبا و این چار اُمّهات است

گروهِ دیگر آن هر چار زن را — بامّی و ابی بردند ظن را

پدر کردند نامِ آتش و باد — بآب و خاک نامِ مادر افتاد

سوال

کزین مادر پدر چون زاد مولود — موالید ثلثه گشت موجود

چو آمد نکته در شرحِ موالید — ملک در جستنِ رازش سگالید

جواب

جوابش داد دانای معانی — که هست این جمله را قسمت سگانی

کسانی کین سه را برهان نوشتند — نبات و معدن و حیوان نوشتند

چو در پیشیم یک یک راز بنیاد — ببین فرزندشان هست آدمی زاد

تو قدرت بین که در معجز خیالی — نهاد از جملگی عالم مثالی

ن ق - اوّل در آن

سوال

چو در مردم فتاد اندیشہ گفت | ملک زاندیشۂ در مردمی سُفت
بہ پرسیدش کہ مردم در جہاں کیست | مراد ے کاں ز مردم باشد آں چیست

جواب

جوابش داد کیں پرسش بلند ست | کسے اینجا رسد کو ہوشمند ست
غرض گر شہوتست و خورد و آشام | خرانرا ہم تواں کرد آدمی نام
اگر در سیم و زر کس تیز چنگست | ستور ے وال کہ زیر بار لنگست
گرش گنج و درم باشد جہانے | چو در بینی بود محتاجِ نانے
چو ایں سرمایہ نبود با خرد جفت | نشاید بے خرد را آدمی گفت
پس آنکس مردم آمد ز آفرینش | کہ ہستش بر خرد قانونِ بینش

سوال

ملک گفتا کہ چوں بکشادی ایں بند | کہ مردم گفت نتواں جز خردمند
پس از مردم چنیں نیکو و بد کیست | اگر گوئی خردمند آں خرد چیست

ن ق - اندیشہ مردم ہمی

جواب

خردمند از خرد پاسخ چنیں داد — کہ پرسیدم خرد را پاسخ ایں داد
کہ آں باشد خرد نزدِ خرد جوے — کہ باشد مرد را در عاقبت روے
شناسد مرد را کو نعمتش داد — بتعظیم از ولی نعمت کند یاد
خردمند آں کسے باشد کہ ایں کرد — ہم از راہِ خرد بتواں یقیں کرد

سوال

دگر بارہ بہ پرسیدش کہ جاں چیست — وجودش را دریں قالب نشاں چیست

جواب

جوابش داد مردِ زندہ دل باز — کہ دشوار ست پے بردن دریں راز
گروہے جوہرِ والاش گفتند — گروہے از حدوث آلاتش گفتند
گروہے داخلش خوانند با خاک — گروہے دیگرش کردند ازاں پاک
گروہے خود رہش گفتند مشکل — کہ نے خارج نہادندش نہ داخل
چو تحقیقش بروں بود از مقالت — بامرِ غیب کردندش حوالت

ن ر ح - گردند

سوال

دگر رہ گفت کاسے گنج معانی — بگو تا چیست مرگ و زندگانی

جواب

خبر دادش کہ تا ترکیب ذات است — ہوس[1] دارِ نفس بودن حیات است
چو از جذب ہوا عاجز شد اندام — حکیم ایں حال را مردن نہد نام

سوال

بگفتش گردم از نیروے جانیست — چرا خوں در تن آب زندگانیست
چو ناید در خرد گز راہِ امکاں — زید تن بے دم و بے خون و بیجاں
پس ایں عمر از کہ باشد بیش یا کم — زجان و یا زخون و یا خود از دم

جواب

بگفتا جان[2] چراغے گیر روشن — کہ می ریزد غذاے خویش روغن
چراغے نیست ایں کز دم بہ میرد — کہ خود از دم فروغش مے پذیرد

---

[1] ق۔ ہوس را از نفس بردن [2] ق۔ خوں

سوال

دگر بارہ سوالش کرد کیں چیست　　تنِ بے دم نیارد دیگر زماں زیست

جواب

بگفتا ہست خوں را در نہانی　　مزاجے گرم و ترچوں زندگانی
ہوا چوں شد موافق با مزاجش　　بخود خوں مے کشد بہرِ علاجش
قوامِ تن اگر از خوں نباشد　　ہوا از وے بجز بیروں نباشد
بود بے دم کسے کز خویش ہم نیست　　بہ بیں ماہی کہ خونش ہست دم نیست

سوال

دگر گفتش کہ چوں صنعِ خداوند　　ز آبے می نگارد نقشِ فرزند
یکے مادہ و دیگر نر چہ سانست　　کہ بعضے گوشت بعضے استخوانست

جواب

نیوشندہ زطبعِ نکتہ انگیز　　جوابے باز گفتش حکمت آمیز

زنح · پوست

که آں قطره که او تخم از خورش یافت | درونِ استخوانها پرورش یافت
چو تخمِ استخوانست آں در اندام | بناچار استخواں گردد سرانجام
دگر چیزے که خونش خوانی و پوست | تنِ فرزند را از مادرِ اوست

سوال

بپرسیدش که بر گو خواب چه بود | نمودارے ازیں هر باب چه بود

جواب

چو بیداراں جوابش داد دانا | که اے رایت به بیداری توانا
خیالِ خواب کز وے دیده خالیست | تصورهائے نیرنگے خیالیست
نمودارے که مے بینیم در خواب | خیالِ خاطرست اندر تگ و تاب
به بیداری که در ذهن آدمی زاد | ز رے در چین رود وز چین به بغداد
تواند بر فلک پرواز کردن | دگر زیرِ زمیں در باز کردن
چو در خواب از عمل می ماند اندام | غبارِ کالبد مے گیرد آرام
ز قالب میدهد نیرو مے جانی | تحمّل مے کند مطلق عنانی
چو جاں را جنبشِ تن در میاں نیست | دمے از چیں بے رفتن عناں نیست
تن اندر خواب و هم اندر تگ و پوست | چناں داند همیں بیننده کیں اوست

نه بینی آنکه فکرت پیشه دارد　　شب آن بیند که روز اندیشه دارد

سوال

دگر گفتش که تصویر خیالات　　که از ما می شود پیدا بحالات

اگر از جنبشِ ہستی نام دارد　　چه چیز ست و کجا آرام دارد

چو در خاطر جہاں اندر جہانست　　چگونه اندریں مردم نہانست

اگر بیرونست چوں روشن نه بینیم　　وگر در تن چرا در تن نه بینیم

چو نتواں صد جسد را پاره کردن　　وزاں نتواں چو نظّاره کردن

جواب

جوابش داد کاندر سر نہانی　　دماغ آئینهٔ معنیست دانی

درونیش روے ذہنی و خیالی　　صفا آئینه ایست از زنگ خالی

درو از سرِّ جاں فیضے ہویدا　　چو عکسے می شود ز آئینه پیدا

وگر در ذہنِ تو موجود و معدوم　　مصوّر می شود چوں نقش در موم

زمین و چرخ و خورشید و ثریّا　　ز گوہر گرده بر سیماب دریا

بگوے از ہست از بینش فراغے　　که چندیں چوں بگنجد در دماغے

ن ق - از جنبش ایں آرام

در آئینه که بینی آسمان را | دران گنجیده چون می بینی آنرا
توان گرچه سمارا دید در وی | نگوید کس که آن گنجید در وی
چو در آئینه صورت همه حال | زمین و آسمان گنجید به تمثال
در آن آئینه کز معنی است تصویر | چه میگوئی چسان گنجد بتقدیر
دران نقش کزان بیننده شیدا است | چو تن را بشکنم در وی نه پیدا است
که گر آئینه صدره بشکنی خورد | چه گوئی صورت چرخ آن توان برد

سوال

بگفتش این همه نقش خیالات | بجز مردم کسی را هست در ذات

جواب

بگفتا هست دیگر زنده را هم | تصور در قیاس حس فراهم
فرس کو راست آخر در تصور | شب تار آید از هر جا در آخر
دگر مرغ ایست چون بر خورد دانه | رود نیز از تصور سوی خانه

سوال

دگر گفتش که مرغ و مردم و مار | چرا ضد هم ست این اهل هر جا

ن ق - بگفتش

چرا آں بر ہوا ایں بر زمین ست خزندہ خود بزیر گل ہمیں ست

جواب

بگفتا مرغ کش بالا روائیست ز ہر چار اندر و غالب ہوائیست
دگر کو بر زمیں رفتار دارد بعنصر عدل از آں ہر چار دارد
خزندہ در طلبگار مغاک ست کہ غالب و رتنش زیں جملہ خاک ست

سوال

دگر گفت از خور شہا تن چو سیرست درو بالش ز بالا یا ز زیرست

جواب

بگفتا در تن از[2] پنج مدت دیر ہم از بالا بود بالش ہم از زیر
ببالا میکشد نار و ہوا یش کشانست آب و خاک از سوے پایش
کسے کش نصف زیر از تہ بلند ست درو ثقلی و سفلی زور مند ست
وگر کس را تن از بالا دراز ست درو زور دو علوی سرفراز ست
وگر بالا برابر زیر و بالا ست دراں یکسانست نہ[3] قوسے کاں والا ست

---

۱ ح - دفین ۲ ق - اندر ۳ ح - زور دو ل والاست

بہر سو کاخشیجے شور دارد　　ہمانا چار ازاں سوز و ور دارد

سوال

عبارت را چو آمد سر بہ بالش　　سخن را با نبات افتاد چالش
ملک پرسید کز یک تخم در گل　　چرا بالش دو جانب گشت مائل
کہ شاخش میکشد سر سوے افلاک　　بہ پستی می گراید بیخ در خاک

جواب

جوابش داد کز ضدِ عناصر　　قوی شد رستنی را نشوِ قاصر
خلاصہ کو لطافت بیش دارد　　ببالا میلِ اصلِ خویش دارد
دگر ہر چہ از کثافت یافت ہستی　　ہمر کز مے گراید سوے پستی
ہمہ عنصر بکوششہا بے کم و بیش　　کشش دارند سوے مرکزِ خویش

سوال

دگر گفتا کہ مولودِ نباتی　　کہ ہست اندر نمایش نشوِ ذاتی
چہ نقش ہست اینکہ ہر تخمے ز ہر رنگ　　بر پشتن سبز رویدنے دگر رنگ

ن ق۔ رستی را سوے قاصر

جواب

جوابش داد کآب انجا که گندد　　بحکم خاصیت زنگار بندد
گیاہے برگ زنگاری نبات ست　　ہمہ سبزیش در زنگار ماست

سوال

چو بگذاشت از نبات اندیشہ را گفت　　سخن گشت از معادن باگہر جفت
ملک پرسید کا دل سنگباری　　چسان می خیزد اندر کوہساری

جواب

حکیم راستیش پاسخ کہ تا دیر　　بخارے در زمین در می خورد سیر
چو گل با نم مخمر ماند جاوید　　شود سخت از ہوا و تاب خورشید
صلابت چوں زگل گشت آشکارا　　تو خواہش سنگ خوان خواہ خارا

سوال

دگر گفتش کہ این خود ہست روشن　　کہ از خورشید شد گوہر معدن

لغات - گیاہے ترکہ زنگاری نقاب است ۔ ہمہ سبزی در در زنگار آب ست　　تا ق آراستش

بگوکاں سرخی و زردی چگونہ است | کہ رنگِ ہر یکے دیگر نمونہ است

جواب

جوابش داد کانچہ از تابِ مہر است | کہ آزاد از شریکانِ سپہر است
بزردی می زنند ایں آتش توت | میانِ زر ناب و در و یاقوت
دگر پہلوے خورشید اخترے ہست | ازو نیز آں گہر را زیوری ہست
ہر آں سنگے کزاں اختر دہد کار | در آں گوہر ہمی گردد پدیدار

سوال

دگر گفتا کہ چوں ہست ایں مقرر | کہ نوعِ آہن ست از زر فزوں تر
چرا از آہن حد زر بیش باشد | بقیمت زاہنے زر بیش باشد

جواب

بگفتا زر بذاتِ خویشتن بالعین | متاعِ زیور ست و مایۂ زین
ولیکن نیست آہن بہرِ راحت | مگر از بہرِ آزار و جراحت
ضرورت گرچہ باشد مردم آرا | بعزت گیرد اندر سینہا جاے

ت نفع

دگر هرچه آن بود آزار پیشه — بود بیقدر و بی قیمت همیشه
چو دانا گفت هرچه از حکمتش خواست — همه راز جهان را راست آراست

سوال

ملک گفت آنچه در چرخ و زمین ست — تو خود گفتی که میگوید چنین ست
بعقل ار چند مردم هوشمند ست — نداند موی ریش خود که چند ست
جهان کو راست باریکی بهر موی — کسی چون داند او را موی در موی

جواب

ز دانش داد پاسخ مرد دانا — که شرح فیلسوف از چرخ مینا
بسان تخم خشخاش ست گر آز — بخشخاش اندرون بر دار و آوا
با نجیر اندرون گرم[۱] و برون شیر — چه داند چیست در بیرون انجیر
ز بهر میهمانان هر عزیزی — درین نه تا[۲] بخانه تخت چیزی
ایا[۳] هر کس خیال آمد گواران — که آساید درون چون هشیاران
حدیثی کان گزاف ناپسند ست — ز نخهای سرای ریش خند ست

---

۱ ح - گیرم درون سیر — ۲ ح - نه خانه بیرون
۳ ح - آبای کس خیال ناند

رنج زن گر ز رنج[1] شد سست پیوند | نه بندد تا نه بندندش ز رنج بند
گر انصاف ست راز سبز گلشن | حقیقت هیچکس را نیست روشن
کسے کوشا[2] زگار این عمار نیست | سخن در کار او گستاخ کار نیست
درستی را هم او داند بجستی[3] | کزو دارد درستی ها درستی
نظر بر کاندرین ره بیش سازیم | خموشی را شعار خویش سازیم
ندیم کاروان زینسان بسے روز | بدانش بود شه را حکمت آموز
که تا زان کیمیائے روشن و پاک | بدست آورد شه گنج خطرناک

سوال

بدانا گفت کز حکمت بسینه | نهان کردم خزینه بر خزینه
کنونم کن بکارے رهنمائی | که دستورم بود در پادشائی

جواب

بزرگ امید گفت ای دادگر شاه | ترا تلقین دولت هست همراه
ز دولت نیست[4] خود نزدیک تر کس | همان دولت صلاح آموز تو بس
کسے کو بختیاران را دهد پند | بسودا سوے خوزستان برد قند

---

[1] ن ق۔ رنج گر از رنج   [2] ن ح کارساز   [3] ن ق۔ نخستی   [4] ن ح نیست

چو تو خود ہم بکارِ ملک فردی | چه حاجت شیر را تعلیمِ مردی
نشاید نقش بر طاؤس کردن | نه دانش پیشِ بطلیموس کردن
چو بر دریا ببارد ابرِ چالاک | فرو افتد درخشنده برق بر خاک
چو دستورِ توفیقِ آسمانی ست | نصیحت کردنت نز کاردانی ست
ولے چوں بنمائی حجت و جویم | کم و بیش آنچه میدانم بگویم
نمودارے که می گنجد بہوشم | ہوا خواہی نباشد گر بپوشم
نخست از مملکت برپائے خواہی | بنا بر عدل دارد پادشاہی
چو شہ گسترده دارد سایۂ داد | جہاں در سایۂ او گردد آباد
دگر بگذارد آئینِ شریفاں | براندازندش از ہمت ضعیفاں

حکایتِ مردِ صاحبِ ہمت

شنیدم من که وقتے جزیه خواہے | پیامے برد از شاہے بشاہے[۱]
شہ جزیه[۲] رساں را بود بر در | درختے نوجوان و سایه گستر
پیامم آور چو از سختی سخن گفت | ملک نیز از سرِ تندی[۳] برآشفت
بہ تیشت[۴] و گفتش آنگه گردی آزاد | که افتد ایں درختِ سخت بنیاد
اسیر آزادئ خود را بناچار | درآں نو رستہ ہمت کرد در[۵] کار

---

۱ ح که در پیش ۲ ق جزیه ستاں ۳ ق ہنرمندی ۴ ق بہ تیشی ۵ ح بر

چو پا در گل و در ریشے مانند چون میخ
درآید بادے و برکندش از بیخ

اگر همت ببد گیرد قیاسے
گزند آرد بحکم تر اساسے

پس آن بهتر که بود دشنه[1] کمان گیر
بر آن آهو که سلطان را زند تیر

چو شه باشد نکوخواه همه چیز
همه چیزش نکوخواهی کند نیز

جهان با حیله[2] بازان حیله بازد
مخالف با مخالف در نسازد

چو سلطان در ستم[3] دامن کند چست
شود آسوده گیهان را بنا سست

شبانے کو بقصابی کند ریش
درآرد گوسفندان را به تشویش

دگر حزم ست کار پادشاهان
به پیش[4] پاس ملک از کینه خواهان

بزرگان را بود زافزونی کار
نکوخواه اندک و بدخواه بسیار

یکے تن را که صد زیر دوالست
بود هر صد نکوخواه این محالست

ملک را گرچه دشمن رام باشد
گر از دشمن نترسد خام باشد

اگرچه باشدش یکجانه پر دوست
یکے دشمن بود زانجمله در پوست

زمین گرچه سراسر لاله زارست
برهنه پا مکن[5] در وے که خارست

ز دزد آنکس ستاند مایهٔ خویش
که ترسد از خود و از سایهٔ خویش

دگر عفوست رسم ملک داری
بهنگام سیاست بردباری

---

1 ق- آن   2 ن ح- با قلب بازان قلب   3 ن ح ظلم را

4 ق- به پیش پاسے   5 ن ح- مرو بروے

ملک باید که آرد غصه در زیر   بود در تند خشمی کند شمشیر

چو جان رفته ناید در درونے   چه باید بے محابا ریخت خونے

نه دانائی بود کز خشم بیباک   جہانے را بآسیبے کند خاک

سرِ مردم نه دیگر بار خیزد   گیا باشد که آں هر بار خیزد

بہ بیں تا چند گردد چرخِ دولاب   که دریائے کند از قطرهٔ آب

روا داری که شمشیرِ خطرناک   بداں یک قطره دریا را کند خاک

وگر با دشمنِ خونی ستیزی   حلالت باد هر خونے که ریزی

قصاصے کو صلاحِ پادشا نیست   بکش کش در همه مذهب روا نیست

اگر عدل آفتست آلودگاں[2] را   بود راحت جفا پالودگاں را[1]

هوائے خوش که ماهی را هلاکست   حیات جملگی حیواں[3] چو خاکست

سیاست گرچه دردِ مردمانست   ولے دارو نے نامردم همانست

چناں زهرے که جاں را میکند خاک   بود مجذوم را معجون تریاک

عواں کش در تعصب وقت جا نیست   هلاکِ مردمانش زندگانیست

چو نزد زیرکاں زشتی نکو نیست   سیه روئی بر ایشاں سرخ روئیست

بود تاریکی شب هائے دیجور   بچشم کور موشاں چشمهٔ نور

چو خرما چیده از خورشید محروم   بسوئے شپرک چشمک زند بوم

---

[1] نسخه ح. را   [2] نسخه ق. آسودگاں   [3] نسخه ق. حیواں نماکست

دگر سر پایهٔ شاهی وقار ست | نه آن باشد که چون کوه استوار ست
بهر کاری نیارد موزه در پای | بهر بادی نجنبد چون خس از جای
نه دستی راست را گردد چپ انداز | نه گاه راستی باشد دغاباز
دگر با خصم بدگو در مصاف ست | خلافی را که حق بیند معاف ست
عدو را در شراب قهر دادن | شکر باید نمود و زهر دادن
دگر کاری که دولت را مراد ست | ملک را در صف جنگ ایستاد ست
نه گر برد گران در دم شکست ست | نه چو لاشهٔ زندگان هم شکست ست
شه کش در وفا بنیاد سخت است | بسر سبزی سپاهش چون درخت ست
درختی را که جنبید از زمین بیخ | در ایوان تخته شد در خیمه‌ها میخ
دگر اورنگ را پیرایه جود ست | کزان هر سر که بینی در سجود ست
چو فرمان ده بود بخشنده در شهر | همه کس را رسد ز آسودگی بهر
چو دریابند خلقی نعمت عام | بجان خواهند منعم را بناکام
نه تنها دوست باشد سازگارش | که دشمن نیز باشد دوستدارش
چو خصم از لطف طاعت پیشه گردد | سر پر از فتنه بی اندیشه گردد
مشو لیکن چنان هم لاابالی | که تو مفلس شوی و گنج خالی

ح- می سنجد   ح- نمودن   ق- بنا   ق- پوشیده

ق- سر پر فتنه را

ببخشی نیز ازان گونه مشو تنگ — که از تنگی جهان بر خود کنی تنگ
جوانمرد آن بود کز راه انصاف — نگهدارد میان بخل و اسراف
شهی کآماده گشت این چند کارش — دگر در ملک حاجت نیست یارش
جوانمردی نه باشد چیز هنجار — که طوفان خیزد از باران بسیار
بزرگ امید چون زین نکته چند — امید خسرو شه را دو پیوند
شد از بخشش[2] بزرگ امید کردش — به زر در غرقه چون خورشید کردش
ز دانش یافت اقبالش بلندی — فزون شد زانچه بودش هوشمندی
از انگه باز قانون جلالت — نهاد اندر ترازوی عدالت

مشورت شیرویه با محرمان خود در کشتن خسرو

درین فیروزه[3] باغ نزهت آرای[4] — نوا زاین گونه زد مرغ شکر خای[5]
که چون خسرو ز بخت آرزو کوش — در آورد آرزوی دل در آغوش
شراب تلخ با شیرین همی خورد — ز شیرین عیش را شیرین همی کرد
چنان گشت از وصالش خرم و شاد — که هیچ از ملک و دولت نامدش یاد

۱؎ ن ح۔ که دارد جهان تنگ در چاشنی صاف   ۲؎ ن ق۔ تحسین   ۳؎ ن ح۔ فرخنده

۴؎ ن ح۔ نزهت و ناز   ۵؎ ن ح۔ خوش آواز

یکی می با حریف نیک بخشش ۔۔۔ فزون تر از هزاران تاج و تختش
ز بس عشرت غم شاهی نبودش ۔۔۔ چه شاهی کز خود آگاهی نبودش
از آن سیلاب می کامد سبک خیز ۔۔۔ خلل ره یافت در بنیاد پرویز
اگرچه باده نغز و دلپذیر است ۔۔۔ ملک را آن قدر کو شیرگیر است
مبین از نشهٔ می شمشیرگیری ۔۔۔ که آن مستی بود نی شیرگیری
چو شه خود شد خراب از آب انگور ۔۔۔ ولایت کی تواند داشت معمور
چو دولتمند می نوشد پیاپی ۔۔۔ ز دولت دست شوید هم بدان می
مثل نیکو زد آن مرد خدائی ۔۔۔ که یا عشرت بود یا پادشائی
نه شه کافگنده باشد علف خوار ۔۔۔ که گرد و شاهد و می را طلبگار
شهی کو را پرستد جمله هستی ۔۔۔ نه بس عیب ار کند شاهد پرستی
بباید کرد لیکن کی بود سخت ۔۔۔ ز ساق نازنینان پایهٔ تخت
چو نبود باغبان دنبال کاری ۔۔۔ به بستان خیزد از هر سوی خاری
چو شه باشد به می گشت بدخوی ۔۔۔ بنگ انداز شد دشمن بهر سوی
چنانش بر شوند از کینه خواهی ۔۔۔ که هم ماند کار پادشاهی
ز فرزندان خسرو بود خامی ۔۔۔ ازین شیر افگنی شیرویه نامی

ن ر ح - خوردن ۔۔۔ ن ق بمستی ۔۔۔ ن ق - نه از مستی بود شمشیر

ن ر ح - پرستار ۔۔۔ ن ق - سران سربه

دلیرے سرکشے آتش نژادے | درشتے کینه جوئے بدنهادے[1]
شب و روز از شگرفی حیله انگیز | که تا چوں ملک بستاند ز پرویز
ملک پیوسته بودے زو هراسان | طریقے کار او نه گرفتے[2] آسان
گہے کردے[3] بزنداں اندرونش | گہے از شهر میکردے برونش
چو پیدا شد بطوفان شرابی | ز سرمستی[4] و از دولت خرابی
بزرگان عجم گشتند باهم | که دولت را کنند آئیں فراهم
نهاں با آنچناں آفاق سوزے | صلاح[5] مملکت جستند روزے
وزاں[6] پس با مخالف محرمے چند | دمیدند اندراں آتش دمے چند
که میدانی تو هم تا چندگاه هست | که دولت بے سر و سر بے کلاه است
نه تن بے سر کند صاحب کلاهی | نه سر بے تاج یازد[7] پادشاهی
چو شه نبود سپه را کارفرمائے | نماند مملکت را پاے برجاے
بشاهی گرچه خسرو سربلند ست | ولے خواب نشاطش ناپسند ست
شباں کاهنگ خفتن شد صوابش | صداے گرگ باشد بانگ خوابش
بود تا ایستاده پایه سرو | نخسپد هر گلے در سایه سرو
چو شه از خواب باز آمد فرازش[8] | نخسپاند در آتش درازش

ش ح[1] و بدفعالی — ش ح[2] آفت سگالی — ش ح[3] بستے — ش ح[4] زشته — ش ح[5] پناه مصلحت

ش ح[6] شدندش همنشیں پس — ش ح[7] داند — ش ح[8] چو سر وا زباد خواب

تو اے گوہر کہ ہستی زیورِ ملک | گرامی گوہرے بر[1] افسرِ ملک

زچندیں دودۂ خسرو ور آفاق | توئی روشن چراغے زیبِ نہ طاق

فراواں از پدر آزار دیدی | بکن کارے چو[2] وقتِ کار دیدی

چرا انگشت میخائی بآزرم | چو طفلاں آستیں[3] می خائی از شرم

اگر موزہ بپائے آری رہ اینک | اگر افسر نہی بسم اللہ اینک

بگو[4] تا دل کنیم ایمن ز کارت | کزیں ہر دو کدامست اختیارست

چو دولت بر تو مے آید ز ہر جائے | باستقبالِ دولت پیش نہ پائے

تناول[5] گر نسازی لقمہ را زود | پشیمانی خوری کے دارد سود

بجہد ار بر نمالی آستیں نیز | برو دامن بدنداں گیر و بگریز

زشیری داد شاں شیرویہ پاسخ | کہ آزارِ بزرگاں نیست فرخ

چو سر برجاست چوں گردم کلہ پوش | کلہ[6] را بار بر سر بہ نہ بر دوش

پدر با ابرِ دُر بارد بفر سنگ | بدا[7] ابرا کہ بر دریا زند سنگ

من از جائے کلہ داری چہ[8] خواہم | کہ افتد از زبر دیدن کلاہم

چو وقت آید کہ خالی گردد ایں جائے | خود آں پایہ بخواہش بوسدم پائے

سرِ خسرو و شیریں[9] بر سما باد | غبارِ فتنہ خواہاں زو جدا باد

---

[1] ح۔ در [2] ح۔ کہ [3] ح۔ کاستیں خاید [4] ح۔ مگو

[5] ح۔ چو در روزی نباشد خوردنی دود [6] ق۔ کلہ از بار بر سر بہ کہ [7] ح۔ بلا [8] ق۔ نخواہم

[9] ح۔ زسبزی

کسے خود جز من این افسر نہ بیند		وگر خواہد کہ بیند سر نہ بیند

سر انبازان شگافِ پردۂ راز		نبود از حیلہ جائے دوختن باز

ضرورت سر بغوغا بر کشیدند		زبانِ تیز چون خنجر کشیدند

بدو گفتند کانچہ از رائے ما زاد[1]		بدان باید چو دانایان رضا داد

اگر خواہی صلاحِ زندگانی		صلاحِ کار بین دیگر تو دانی

ز دولت کار آنکس بیش باشد		کہ در دولت صلاح اندیش باشد

دگر زین فتنہ خواہی خویش را دور		بلا بر تست یا باشیم معذور

چو بشنید این سخن شیرویہ زینسان		چو شیر[2] از تابِ آتش شد پریشان

اشارت ہم بدیشان کرد ناچار		کہ مالند آستین در چارۂ کار

دویدند آن ہمہ ناحق شناسان		بکفرانِ نعم چون ناسپاسان

چو حلقہ بر درِ خسرو نشستند		بگردِ قصر زآہن حلقہ بستند

چو آگہ گشت شہ از شورشِ سخت		بپائے خویشتن زیر آمد از تخت

درونِ قصر باغے بود زیبا		ہمہ بستانہ بین چون روئے دیبا

بہشتے در فراخی میل در میل		کشیدہ کوثرش در چشمِ بد میل

از انبوہے درختان شاخ در شاخ		عمارت ہائے عالی کاخ در کاخ

کسے کاندر درونش[3] بے قفردے		رہ بیرون شدن بیرون نبردے

---

۱ نـ ح ۔ داری		۲ نـ ق ۔ سرد		۳ نـ ق ۔ زاں سپہ

ملک پنهان از ایشان شد در آن باغ　　　شد آن شاهین نهان در خانهٔ زاغ

هنوز او در چمن ناکرده آرام　　　که از غوغا چنان پر شد در و بام

بزرگان ز اتفاقِ نیک رائی　　　رسیدند از حرمهائے سرائی

ز حرمت در حرمها ره سپردند　　　به زنهارِ حرم داران سپردند

گره بر سکهٔ خسرو نهادند　　　به گنجینهٔ مهرِ نو نهادند

همه گفتند با شه کار داریم　　　و گر پرسد سخن بسیار داریم

بسے جستند در ایوان و در طاق　　　نبود اندر شبستان شمع آفاق

چو شیرِ نر نیامد نزد شمشیر　　　به شیر و بیشه شدند از بیشهٔ شیر

که و مه ز اتفاقِ نیک خواهی　　　نشاندندش به تختِ پادشاهی

ز هر جانب نثارے گشت باران　　　سزائے تاج و تختِ تاجداران

زمانه دیر شد کین پیشه دارد　　　کزین بستاند و آن را سپارد

کرا داد آرزوے چرخ نیلی　　　که نستد باز در آخر سبیلی

چه نا اهل است یا رب آدمی زاد　　　که گردد از متاعِ عاریت شاد

نسخ خریداران

کشتن شیرویه خسرو را و بر تخت شاهی نشستن

رقم سنج نخست از خامهٔ خویش ‌‌ — چنیں آراست نقشِ نامهٔ خویش

که چوں شیرویه شد بر تختِ شاهی ‌‌ — در آمد کینه ور در کینه خواهی

که شهرے را دو سلطاں بر نتابد ‌‌ — چو ایں بر جا بود آں بر نتابد

نه یک مسند دو شه را پاے دارد ‌‌ — نه یک سر دو کله را جاے دارد

بر ایں دادند آرامش سخن را ‌‌ — که جوید شاه نوشاهِ کهن را

اشارت بر وکیلانِ حرم رفت ‌‌ — که پویند آں طرف کاں محترم رفت

گرش یابند از و سر خواست باید ‌‌ — دگر نه از سرِ خود خاست شاید

حرم داراں ازاں فرمانِ پُربیم ‌‌ — نهادند از سلامت سر بتسلیم

بهر جوینده کامد تند تیز ‌‌ — نشاں دادند خلوت گاهِ پرویز

بباغ اندر شدند آزار جویاں ‌‌ — گلِ پژمرده را در خار جویاں

بگرد خسرو از بهرِ خراشے ‌‌ — ز هر سوئے در آمد دور باشے

فتاد از گردشِ دورانِ دوّار ‌‌ — یکے خورشید را با صد نب کار

نخستش آهنے بر پا نهادند ‌‌ — ز گوهر بند بر دریا نهادند

چو در زنجیر آهن بسته شد شیر ‌‌ — زباں بکشاد شیرویه چو شمشیر

که رای عاقلان راهست معلوم — که عمر و روزی آمد هر دو مقسوم

بکوشش چون فزون و کم نباشد — خوش آن کز مردنش در غم نباشد

چو یک پنجت دهد دورِ سپنجی — دو پنجت آرزو باشد برنجی

خردمند آن بود کز ترک تدبیر — بسر پوید باستقبالِ تقدیر

بهر فعلی که باشد نیک و بد را — نظر دارد جزای فعلِ خود را

جهان خسرو که عالم را پناهست — رهی را هم پدر هم پادشاهست

چو شد سرِ سخن با راستی جفت — حدیثِ راست باید با پدر گفت

فرامش کردهٔ یا باشدت یاد — که چون کردی پدر را ظلم و بیداد

تو چون خون پدر خوردی بناچیز — مرا معذور دار از خونِ خود نیز

چو بر خسرو رسید این حرفِ جانکاه — بنومیدی برآورد از جگر آه

بگریه گفت کای همچنین ست — جهان با سروران گرم کین ست

اگر من بر پدر افسوس خوردم — سزای خویش دیدم آنچه کردم

چو بر شیرویه رفت آن پاسخِ درد — پدر آن دشنه را در دل فرو خورد

اگرچه دورباشے در جگر بود — ازان سر واشد چون هم سر بود

چو تو بر من گشادی پردهٔ خویش — ببینی عاقبت هم کردهٔ خویش

رضا دادم بتقدیرِ الهی — بکن بسم الله اینک هر چه خواهی

همانا خسرو اندر عهد شاهی — یکی را کشته بود از کینه خواهی

پسر بود و آن سیاست کرده را چند | یکی زان کینه جوئی ناخردمند
سیه فامی بریخ ازدوده سیه دم | سزای خشم یزدان مزدکش نام
بدو کردند اشارت ناسپاسان | که دشواری کند بر خسرو آسان
فرستادند نزدش مرد خونریز | که خون کشته را خواهد ز پرویز
چو شه سیماسی او را دید دریافت | که لعنت باد کن بنیادستان کز ربایافت
بدو گفت آدمی هان در دو رهم | که تا خون پدر شوئی ز خود غم
چو از خون پدر کردی فراهم | بجوی از پسر خون مرا هم
فرو گفت این و شد تسلیم در حال | به نزد او در آمد مرد قتال
چنان زد بر شکم زخم درشتش | که بیرون کرد خنجر سر ز پشتش
ز زخم آن پلید خبیث بیباک | درخت خسروی افتاد بر خاک
خراش دیو مغز آدمی سفت | فرشته بر پرید و آدمی خفت
کشنده چون تن خسرو بخون شست | چو بود از دود زان شمع بیرون شست
چو آمد بر سرش شیرین دلتنگ | ز سیل خون جهانی دید گلرنگ
رسیده برگ ریزی در بهاری | فتاده سر سهی اندر لاله زاری
بدید و هم بدیدن بیخبر گشت | سرش در گشت و از پای بر سر گشت
ز بالین گاه خسرو دشنه برداشت | پس آن قطره بجان تشنه برداشت
چو بودش ز آتش دل در جگر تاب | ز دشنه بر جگر زد قطرهٔ آب

نهاد آن زخم را بر زخم سربست | جراحت را بخون گرم پیوست
بلوح خاک تسلیم وفا را | ز خون خود نوشت این ماجرا را
خبر بردند بر شیرویه زین حال | ندید اقبال خود را فرخ از فال
ز بیم بدسگالان مجلس آراست | طرب کرد و نشاط افشاند و برخاست
چو گل با دوستان خندید پیدا | نهانی شد چو مرغ از ناله شیدا
چو قمری به نگرید سرنگون بود | دهن پر خنده و دل پر ز خون بود
بخاصان گفت تا زان سو بپویند | دو خون آلوده را از گریه شویند
پس اندر یک لحد و هر دو چالاک | نهند اندر فرامش خانهٔ خاک
برآرند اندران مشهد تجمیل | حرم جای شهیدان میل در میل
دویدند آن همه فرمانبران زود | چنان کردند در ساعت که فرمود
دو عاشق را بخواب خوش هم آغوش | یکی کردند و پوشیدند سرپوش
برآوردند عالی گنبدی خوش | بسان گنبد فیروزه دلکش
فلک کو گنبد زنگار خورده است | چنین گنبد نگر تا چند کرده است
شنیدی گنبد بهرام را نام | کنون بین زیر گنبد گور بهرام
پلنگی همچو مرگ اندر بناگوش | پس آنگه غافلان در خواب خرگوش
خلاصی نی و هردم در زبانیم | که در گرد آفت و باد و میانیم

---

۱ ق- گریه   ۲ ق- برآرند   ۳ ق- بهر

چو گیرد ناگهان آتش بکشتی / نیابد سوخت در دریا بزشتی

چو اندر حقهٔ گرم اوفتد مور / شود تفسیده هر سو کاورد زور

تن ما کاندرین طوفان مهیاست / سفال خام در گرداب دریاست

چو گردد کوزهٔ خام از نمی خورد / درست از قعر دریا کی توان برد

فلک چون اژدهای تند پر بیم / درون حلقهٔ او ما به تسلیم

درآید هر زمان چون زورمندان / رباید هر کرا خواهد بدندان

نه دست آنکه با زورش ستیزیم / نه پائی آنکه از پیشش گریزیم

اگر عالم بغوغا گردد انباز / کسی را کو برد نتوان ستد باز

حذر زین زال ابرو وسمه کرده / کزین وسمه است چندین شوی خورده

ازین زال آنکسان آزاد جستند / که خوش رفتند و دل دروی نبستند

گوارا نیست جام روزگاران / تو خوش خور تا ترا باشد گواران

محبتهای دل که دوران در کمین ست / اجل گرگ و حصارت گوشتین ست

ولی چون برکشد تقدیر خنجر / نخست از عقل بیدار افگند سر

سپهر اول کند چشم خرد کور / پس آنگه برخردمند آورد زور

چو دزدی جوید اندر خانه سود / کشد اول چراغ خانه را زود

---

۱ ق - حلقه ۲ ق - چون ۳ ح - دو بیم ۴ ق - پیشش

۵ ق - دزد واندر

چو شیر اندر رہے گشت آدمی خای ‌ ‌ ‌ ‌ نخست از پاسبان خالی کند جای

چو سوے کیسہ دارد کیسہ بر ہوش ‌ ‌ ‌ ‌ بافیون مالد اول عقل را گوش

بود گر چارہ پیش از مرگ بودے ‌ ‌ ‌ ‌ چو مرگ آمد ندارد چارہ سودے

بساکس کاں بچارہ پے فشردند ‌ ‌ ‌ ‌ کہ در روز اجل بیچارہ مردند

سکندر کاب حیواں را ہوس برد ‌ ‌ ‌ ‌ چو وقت مردن آمد در ہوس مرد

برہ کین ذرہاے گرد بینی ‌ ‌ ‌ ‌ سلیمانانِ باد آوردہ بینی

گدا کش کاسۂ گل پر آبے است ‌ ‌ ‌ ‌ چو بینی کاسۂ افراسیابے است

کلاسے کو کند بازیچہ سازی ‌ ‌ ‌ ‌ مداں بازیچۂ او را ببازی

چو مردم ساز از گل بین بہ تمیز ‌ ‌ ‌ ‌ کہ مردم بودہ باشد پیش ازیں نیز

ہر آں مردہ کہ دارد بر زباں بند ‌ ‌ ‌ ‌ بخاموشی ہمی گوید ترا پند

تو دل را گوش دار و پند می نوش ‌ ‌ ‌ ‌ کہ نتوانی شنید آں پند ازیں گوش

چہ بیشرم ست یارب آدمی زاد ‌ ‌ ‌ ‌ دمے در شبہت صد سالہ بنیاد

دمِ مردم کہ دست آویز جانست ‌ ‌ ‌ ‌ چو در بینم بادے بے نشان ست

اگر صد سال بر لب سائے انگشت ‌ ‌ ‌ ‌ ز دم جز باد نتواں یافت در مشت

چو با دست ایں حیاتِ سست بنیاد ‌ ‌ ‌ ‌ خردمندی نباشد تکیہ بر باد

---

۱ ق۔ بیچارہ کس کہ راہ تن سپردند (ن: دمے) ‌ ‌ ‌ ‌ ۳ ق سلیمانان ہاے آوردہ ‌ ‌ ‌ ‌ ۴ ق۔ ازاں بازیچہ او را بسازی

۵ ق۔ چو مردم ساز بینی گل بہ تمیز ‌ ‌ ‌ ‌ ۶ ح۔ بہاں ‌ ‌ ‌ ‌ ۷ ح۔ ساز ‌ ‌ ‌ ‌ ۸ ح خاے

چو سست است بنا کاندر وجود است | دگر ایوان گل کردن چه سود است
رواقی را چه باید ساخت عالی | که خواهد ماند از سازنده خالی
مگو کایوان کسری تا کنون هست | چو کسری رفت گو در خاک بنشست
نماند جان به تن پیوسته جاوید | که جا سوی فلک شد چشمهٔ خورشید
چراغ از بهر جان در دماغ است | مگر گردون که در دیده چراغ است
بقائی نیست چون در هیچ چیزی | همه ملک جهان نرزد پشیزی
فسوس ما نه بهر زندگانی است | که این فرصت نه کس را جاودانی
ز بهر آنست افسوسی که داریم | که فرصت هست و ضایع میگذاریم
چو زین خواب گران بیدار گردیم | بکار خویشتن هشیار گردیم
چو نتوانیم گرد کار گشتن | چه سود از آنچنان هشیار گشتن
خداوندا دران فرموشکاری | تو بخشی عاقلان را هوشیاری

در خاتمت کتاب گوید

مرا چون همت خورشید پایه | بدین همون سواد افگند سایه
طرازش نقش چین را آب می برد | خرد را هم ز دیده خواب می برد
در آمد قاصد اقبال سرمست | [illegible]

که خسرو چیست این جادو خیالی   که عالم پر شده گنجینه خالی

بگویم دهر پیر آوازه کردی   که تاریخ کهن را تازه کردی

بدین رنگین خیالے پرنیان سنج   بجیب هفت گردون بیختی گنج

نورد پرنیانت را خداوند   بدامان قیامت دوخت پیوند

ازین مشکین عبیر مغز پرور   دم روحانیان کردی معطر

عطارد را قلم درهم شکستند   ملایک بر جباهش نقش بستند

نشاید گفت سحرش هم ترازو   که حرز جان شد و تعویذ بازو

ولے چه سود چندین نکته گفتن   گهر سنجیدن و یاقوت سفتن

که مشتے مهره چیں اندر کمین اند   که دُر بینند و آنگه مهره چینند

مبادا کاید این طوطی گرفتار   که بربایند زاغانش بمنقار

مرا کاقبال داد این مژده بخت   زدم اندیشه را بر آسمان تخت

بپاسخ شکرین کردم زبان را   که اے نامت حلاوت داده جان را

بگفتن نیست چندان آرزویم   ولے چون باز می پرسی بگویم

خدایم داد چندانے خزینه   که دریا زان بود یک آبگینه

اگر صد سال گرداند دولاب   چه کم گردد ز دریا قطرهٔ آب

رها کن تا در آید هر که داند   برد چندانکه بردن مے تواند

ببر زین خانه رختم جمله بے مزد   که رخت خود حلالت کردم ای دزد

بیک تحسینت اے ہمدم حلالست — وگر دشنام گوئی ہم حلالست

وگر بے گم کنی کیں آں گہر نیست — حریفے از سخن غمّاز تر نیست

چو افتد گوہرے در دستِ درویش — ہماں گوہر کند غمّازیٔ خویش

چو سنگ دزد و دزد یکِ خجے اجہ ماہی — سیہ روئی دہد بر وے گواہی

بود خورشید را جا بیتِ معمور — بکنج بیوہ زن کے گنجد آں نور

تہی چشم اند ایں مشتِ علف خوار — بباید زلّہ شاں دادن بخروار

ز باد و دم کسے کو بر تر افتاد — تہی تر داں لبسانِ مشک پر باد

سہرِ کلکش کہ تمیزے ندارد — بداں ماند کالفت چیزے ندارد

عروسے را کہ برقع کردہ ام باز — ندارد وسمہ بر ابروے ناز

اگر بینی نگرد معنیٔ بکر — ز سہوِ طبع نے از سستیٔ فکر

بدل می نگذرد چوں میکنم درج — کہ ایں سرمایہ جا بے کردہ ام خرج

وگرنہ خانہ پُر خوبانِ فرخار — بتنے را کسے نمایم جلوہ دہ بار

دریں ہنگامہ دہ جا گرم دارم — نہ دزدی کردہ ام تا شرم دارم

زرم کز شرکتِ بیگانہ پاکست — گرش دہ بار بر سنجم چہ باکست

وگر بر ماہ بندی تہمتِ سلخ — کے از زہرِ مگس حلوا شود تلخ

بداند آنکہ صاف اندرد ببیزد — کہ از نحل انگبیں چندیں نخیزد

تو بر دریا کلوخ انداز داری — اگر صیدے کنی پرواز داری

بہر حرفم کہ در خواہی زدن چنگ — زکاں ہم لعل خواہی یافت ہم سنگ

معاذ اللہ اگر من بر تو پیچم — چو تو پیچی چہ بر خیزد ز پیچم

مگس را چوں تواں کشتن بشمشیر — چہ گونہ پشہ را سیلی زند شیر

مگو کیں زاغ نولاں گرم کار اند — کہ مرغانِ دلم عنقا شکار اند

مبیں سبزہ کہ آں رنگیں و خوش رست — کہ زآسیبے تواں کند از بنش سست

بر آید گربہ بیدار چہ چالاک — ہم آخر خورد گنجشکاں کند پاک

چو من چابک روے باید جہانگیر — کہ شبدیز مرا گردد عناں گیر

چناں در خمسہ داد اندیشہ را داد — کہ در سبعِ شدادش پست بنیاد

دلم دیر است کیں سودا بسر داشت — کہ گل چینم ز باغے کو گذر داشت

نظامی کآبِ حیواں بخت از حرف — ہمہ عمرش دراں سرمایہ شد صرف

وے ترسیدم از گل خندۂ باغ — کہ دانم رقص کبک از جستنِ زاغ

تکِ تیزے بود با گاؤ نیلی — کشند چوں بوم بلبل را ز سیلی

فراغ دل مرا از صد یکے بود — ہوس بسیار و فرصت اندکے بود

چو بازارِ تمنا گرم تر گشت — دل از آزرم بے آزرم تر گشت

میاں در بستم و جستم بزاری — ز بازوے توکل دستیاری

بدیں ابجد کہ طفلاں را کند شاد — مثالے بستم از تعلیم استاد

گرت شیریں نخوانی بار بد ہست — دگر جاں نیست بارے کالبد ہست

گرم فرصت دہد لطفِ خداوند | کنم حلوائے او را تازہ زین قند

کشادا و پنج گنج از گنجہ خویش | بدان پنج آزمایم پنجۂ خویش

فرو گویم بشیرین تر زبانے | بعرضِ داستانے داستانے

کہ تا گوید مرا عقلِ گرامی | زہے شائستہ[1] فرزند نظامی

نخست از پردۂ آں صبح سوم | نمود از مطلع الانوار نورم

پس از کلکم چکید ایں شربت نو | کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو

بقار اگر تہی تا ید خزینہ | سہ گنج دیگر افشانم ز سینہ

در آغاز رجب شد فرخ ایں فال | زہجرت ششصد و ہشتاد و نو سال ۶۹۸

دگر پرسی کہ بیتش را عدد چیست | چہار الف و چہار ست و صد و بیست ۴۱۲۴

خراب آنکو ز چندیں بیت معمور | کند بیتے ز جائے خویشتن دور

نوائے بلبل چو بخرامی درین باغ | بہر لحنے نگیری نکتہ بر زاغ

بپوش ار از خلل یابی نشانے | کہ نبود میوۂ بے استخوانے

بدو نیاب مرا از ہم جدا کن | نکو برگیر و بد برمن رہا کن

نہ مقصود من آں بد[2] اندریں راہ | کہ گردم شہرۂ ہر شہر چوں ماہ

ولیکن خاطرم زیں سو[3] عناں تافت | عناں از کفِ[4] خاطر چوں تواں تافت

من از جانش در آوردم بہ پرواز | خدایش جائے در جانہا دہد باز

---

[1] ح ۔ شاگرد شایستہ   [2] ن ق ۔ بود زیں   [3] ن ق ۔ زینسان   [4] ن ق ۔ گفت

خدایا خاک من چون خود سرشتی ق سخن بر من بکلکِ خود نوشتی

نه در خور بود مغزِ من بدین بوی تو دادی روز بازارم درین کوی

ازین هنگامه چون بیرون روم فرد مگردان گرمی بازار من سرد

چنان کن دست چشمم را نمک ریز که باشد تا قیامت رغبت انگیز

چو بگشایند فردا پردهٔ راز نپرسی از من این بازیچه را باز

چو بر خسرو سر آید زندگانی
گناهش عفو کن باقی تو دانی

تمت بالخیر